ذخائرِ محمدیہ

تصنیف

ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ





ترجمہ:

مفتی محمد خان قادری

ڈاکٹر غلام شبیر قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۴، غوثِ اعظم روڈ ○ لاہور

فون: 7580004

جبیبِ خدا کے مقام و منصب اور شمائل کے بیان پر
عظیم علمی خزانہ

ذخائرِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیف

ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری | ڈاکٹر غلام شبیر قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ
۱۴ ۔ غوث الاعظم روڈ لاہور

نام کتاب ـــــــــ ذخائرِ محمدیہ

تصنیف ـــــــــ ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکّی

ترجمہ ـــــــــ مفتی محمد خان قادری
ڈاکٹر غلام شبیر قادری

ناشر ـــــــــ مولانا الحاج لطیف احمد چشتی کاموکے
الحاج محمد بشیر مدنی قادری

خوشنویس ـــــــــ سیّد قمر الحسن ضیغم قادری

طباعت ـــــــــ ستمبر ۱۹۹۶ء (بار دوم)

تعداد ـــــــــ ۱۱۰۰

طابع ـــــــــ سہیل لطیف

پروف ریڈنگ ـــــــــ حافظ ذوالفقار دستگیری



الاهداء

ہم اس ترجمہ کو امام دار الہجرۃ **امام مالک**ؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہیں :

- جنہوں نے ایک مرتبہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پوری زندگی اس خیال سے مدینہ طیبہ سے باہر کا سفر نہ کیا کہ مبادا کہیں شہرِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں موت کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں ۔
- جو تعظیم و عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی بھر شہرِ مدینہ کے گلی کوچوں میں بغیر سواری ننگے پاؤں اور عمومی گذرگاہوں سے ہٹ کر چلے کہ مبادا پاؤں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پا پہ نہ آجائے ۔
- جنہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سنِ شعور کے آغاز سے تا وصال ہر رات اپنے دیدار سے فیضیاب فرماتے رہے ۔
- جن کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے کسی مسئلے کا ان جیسا سچا کامل اور فوری حل پیش کرنے والا فقیہ نہیں دیکھا ۔
- جن کے بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جو شخص حدیثِ صحیح کا طالب ہو اُسے چاہیے کہ امام مالک سے رجوع کرے ۔

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی فکر کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، ادب اور ان کی تعلیمات پر عمل ہے۔ لیکن امتِ مسلمہ اس فکر سے عاری ہوتی جارہی ہے۔ جب تک امت کے دل اللہ اور اس کے رسول کی حقیقی محبت سے لبریز رہے وہ عروج کی بلندیوں پر فائز رہی لیکن جیسے جیسے اس میں کمی آتی گئی زوال اس کا مقدر بن گیا ؎

ان کے جو غلام تھے خلق کے پیشوا رہے

ان سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

عالمِ کفر نے بھی امت کے اس زوال کو دوام دینے کے لیے امت مسلمہ کی اللہ اور اس کے رسول ؐ کے ساتھ محبت اور تعلق عقیدت کمزور کرنے کے لیے باقاعدہ علمی و فکری محاذ کھول دیا۔ علامہ اقبالؒ نے کفر کی اس چال کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

ہر ذی شعور پر آشکار ہے کہ آج امت مادیت کے غلبے اور فرنگی افکار و تخیلات کی رو میں اس طرح بہہ گئی ہے کہ اس کے دل و دماغ میں اور سب کچھ ہے، اللہ اور اس کا رسول نہیں۔ یہ صورتِ حال ایک المیہ سے کم نہیں۔ اس پر ہر دردمند دل خون کے آنسو

رو رہا ہے۔ تاہم کچھ خوش قسمت لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے ان لوگوں میں ایک نام عالم عرب کے عظیم مفکر شیخ محمد علوی مالکی کا بھی ہے۔ جنہوں نے اس موضوع پر اتنا عمدہ کام کیا جس کی اس دور میں مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ انہوں نے محبت وادب رسول کے موضوع پر بیسیوں کتب لکھیں مگران میں "الذخائر المحمدیہ" کو خصوصی امتیاز حاصل ہے جو فضائل وشمائل نبوی اور آپ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں عقائد پر مشتمل ہے۔ کافی عرصہ سے خواہش تھی کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جائے مگر یہ دستیاب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا الحاج لطیف احمد چشتی کو جو مدینہ منورہ سے کتاب کی فوٹو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ادھر مولانا محمد شیر زماں قادری نے جہانِ رضا میں شیخ علوی پر بندہ کا مضمون پڑھا تو انہوں نے مجھے خط لکھا:

"ابھی جہانِ رضا کے فروری کے شمارے میں حضرت علامہ مالکی صاحب کے متعلق آپ کا تفصیلی تعارفی مضمون پڑھا۔ گو پہلے سید عابد حسین شاہ صاحب کا ایک مختصر مضمون فیض عالم میں پڑھ چکا تھا لیکن آپ کا مضمون ماشاء اللہ زیادہ جامع ہے۔ ناچیز کے پاس علامہ مالکی کی کچھ تصانیف ہیں، مثلاً ذخائر محمدیہ۔ آپ یا مولانا شرف قادری اگران کتب خصوصاً ذخائر جو کہ اب نایاب کتب میں سے ہے کا اگر عربی یا اردو ترجمہ شائع کرنا چاہیں تو ناچیز آپ کو ارسال کردے گا۔ اصل یا فوٹو کاپی جیسے آپ لکھیں گے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔"

چونکہ کتاب کی فوٹو مدینہ منورہ سے آچکی تھی لہٰذا اصل کتاب ارسال کرنے کے

ؔ تفصیلی حالات دربِ رسول کی حاضری کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے!

لیے قادری صاحب کو لکھا تو انہوں نے کتاب روانہ کردی جس پر وہ نہایت ہی شکریہ کے مستحق ہیں۔

محترم چشتی صاحب کا اشتیاق یہ تھا کہ اس کا ترجمہ فی الفور شروع کردیا جائے مگر بندہ ان دنوں "سلام رضا کی شرح اور فتاوٰی رضویہ جلد دوم کے ترجمے میں مصروف تھا لہٰذا فاضل نوجوان عزیزم محترم ڈاکٹر غلام شبیر قادری (استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور) سے بات کی کہ آپ استعداد کے مطابق ترجمہ کرتے جائیں۔ میں اس پر نظرِ ثانی کرلوں گا۔ اس طرح اس کتاب کا ترجمہ شروع ہوگیا۔ "شرحِ سلام رضاؔ" کے بعد اس پر مکمل نظرِ ثانی کی۔ طبیعت خوش ہوئی کہ عزیزم محترم نے بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا۔ یہ اگرچہ ان کی ابتدائی کوشش مگر خوبصورت تھی۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے انہیں ہمیشہ اپنی اماں میں رکھے تاکہ وہ اس امت کے لیے مزید کام کرسکیں۔

اس مبارک کتاب کی اشاعت کا انتظام اگرچہ محترم الحاج لطیف احمد چشتی نے اپنے ذمے لے رکھا تھا مگر جب ہمارے دوست عاشقِ رسول محمد بشیر احمد مدنی قادری کو پتہ چلا کہ یہ کتاب ہمارے آقا علیہ السلام کے فضائل و شمائل کا خزانہ ہے تو انہوں نے اس کی کتابت کے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔

یاد رہے کہ مسائلِ فقہیہ میں مصنّف نے مالکی نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے پیارے حبیب کی رحمت سے نوازے!

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

محمد خاں قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

الحمد للہ و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد ۔ یہ نہایت ہی علمی مباحث اور قیمتی فوائد ہیں جو آپس میں اس طرح مختلف ہیں کہ انہیں کسی ایک باب یا فصل کے تحت جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کا آپس میں اتصال ہے ۔ البتہ ایک ایسی شے جو ان تمام کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام کا تعلق ذاتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے ۔ اور یہی وہ اہم و مبارک نکتہ ہے جو اس کتاب کے تمام مباحث کو جامع و محیط ہے ۔ یہ کتاب اور اس کے مباحث ایک یا دو سال کی محنت نہیں بلکہ میرے طویل مطالعہ، مسلسل درس و تدریس اور محنت و جد و جہد کا ثمر ہیں ۔ میں نے انہیں اس وقت جمع کرنا شروع کیا جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ مطالعہ ہی طلبہ کی غذا ہے، بلکہ ان کی روح کی تسکین اور آنکھوں کی ٹھنڈک یہی ہے ۔

ان مباحث میں کچھ ایسے وجدانی نکات بھی ہیں جو بعض حقائقِ نبویہ کی تفسیر و توجیہہ سے متعلق ہیں اور ان کا مفہوم لوگوں پر مشتبہ تھا ۔ میرے دل میں ان کے معانی و مفاہیم کا ورود ہوا تو میں نے ان کو محفوظ کر لیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں ۔

میں اس مجموعہ کی اشاعت و اظہار کے لیے ابھی تیار نہ تھا لیکن بعض میرے ایسے معتمد دوستوں نے جن کی بات ٹالنا میرے لیے دشوار تھا کہا کہ اس کی اشاعت کر دی جائے تاکہ خواہش مند حضرات اس سے استفادہ کر سکیں ۔ رہا بقیہ مواد کا معاملہ تو وہ کسی دوسرے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

الحمد للہ و الصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

حمد و صلوۃ کے بعد ۔ یہ نہایت ہی علمی مباحث اور قیمتی فوائد ہیں جو آپس میں اس طرح مختلف ہیں کہ انہیں کسی ایک باب یا فصل کے تحت جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کا آپس میں اتصال ہے۔ البتہ ایک ایسی شے جو ان تمام کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام کا تعلق ذاتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ اور یہی وہ اہم و مبارک نکتہ ہے جو اس کتاب کے تمام مباحث کو جامع و محیط ہے۔ یہ کتاب اور اس کے مباحث ایک یا دو سال کی محنت نہیں بلکہ میرے طویل مطالعہ، مسلسل درس و تدریس اور محنت و جد و جہد کا ثمر ہیں۔ میں نے انہیں اس وقت جمع کرنا شروع کیا جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ مطالعہ ہی طلبہ کی غذا ہے، بلکہ ان کی روح کی تسکین اور آنکھوں کی ٹھنڈک یہی ہے۔

ان مباحث میں کچھ ایسے وجدانی نکات بھی ہیں جو بعض حقائق نبویہ کی تفسیر و توجیہہ سے متعلق ہیں اور ان کا مفہوم لوگوں پر مشتبہ تھا۔ میرے دل میں ان کے معانی و مفاہیم کا درود ہوا تو میں نے ان کو محفوظ کرلیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔

میں اس مجموعہ کی اشاعت و اظہار کے لیے ابھی تیار نہ تھا لیکن بعض میرے ایسے معتمد دوستوں نے جن کی بات ٹالنا میرے لیے دشوار تھا کہا کہ اس کی اشاعت کر دی جائے تاکہ خواہش مند حضرات اس سے استفادہ کر سکیں۔ رہا بقیہ مواد کا معاملہ تو وہ کسی دوسرے

مجموعے میں آجائے گا۔ مجھے بھی اس پر شرحِ صدر ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اسے نافع بنائے اور اسے اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔ آمین!

محمد علوی المالکی

مباحثِ سیرت

نسب مبارک

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان .... ابراہیم علیہ السلام۔

ولادت مبارکہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ربیع الاوّل کے مہینے میں سوموار کے دن ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق ربیع الاوّل کی ۲ دو اور بعض کے نزدیک تین ۳ تاریخ تھی، لیکن جمہور علماء کے نزدیک جو تاریخ مشہور ہے ـــــ وہ ربیع الاوّل کی بارہویں ۱۲ تاریخ تھی۔

پیر کے دن کی عظمت

پیر کا دن نہایت ہی مبارک ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیر کے دن سرکار دو عالم اس دنیا میں تشریف لائے۔ اسی دن آپکو اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا۔ پھر آپ نے اسی دن ہی مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کی۔ اور اسی

دن آپ اس ظاہری دنیا سے وصال فرما گئے ۔ حجرِ اسود بھی آپ نے پیر کے دن ہی اٹھایا تھا ۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے ۔

ولادت کے وقت عجائبات کا ظہور

جس رات حضور علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے ، اس رات جن عجائبات کا ظہور ہوا اُن میں سے چند یہ ہیں :

۱ ۔ تمام بُت منہ کے بل گر پڑے ۔

۲ ۔ نور اور روشنی کا ایسا ظہور ہوا جس سے شام کے محلّات روشن ہو گئے ۔

۳ ۔ شاہِ ایران کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو گیا اور محلّات کے کنگرے گر گئے ۔

۴ ۔ مجوسیوں کی وہ آگ بجھ گئی جو ہزار سال سے جل رہی تھی ۔

۵ ۔ بحیرہ اسود کا پانی خشک ہو گیا ۔

پرورش کرنے اور دودھ پلانے والی خوش نصیب خواتین

۱ ۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کرنے والی خاتون آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں ۔

۲ ۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ۔ حضرت آمنہ کے بعد چند دنوں کے لیے حضرت ثویبہ نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا ۔ آپ ابولہب کی لونڈی تھیں ۔ جب انھوں نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری ابولہب کو سنائی تو اس نے انہیں آزاد کر دیا ۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ وفات کے بعد خواب میں ابولہب نے کسی کو بتایا:

انہ یخفف عنہ فی کل یوم   ہر پیر کو میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی

اشنین لعتقه ثوبیة فرحا ہے۔ کیونکہ پیر کو میں نے حضور علیہ السلام
ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد
و آلہ وسلم۔ کیا تھا۔

محدث ابن مندہؒ نے حضرت ثوبیہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ حضرت ثوبیہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئی تھیں جب آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کر لیا تھا۔ نبی کریم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ دونوں ثوبیہ کی عزت کیا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی، ان کی موت تک کپڑوں اور جوتوں وغیرہ کی صورت میں تحائف بھیجا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔ تیسری خوش نصیب خاتون جنہیں رضاعت کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف نبی کریم کو دودھ پلایا بلکہ وہ دودھ پلانے اور آپ کی پرورش کے لیے حضور علیہ السلام کو اپنے قبیلے بنی سعد لے گئیں جو طائف کے پاس واقع ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے ہاں چار سال تک قیام کیا۔ پس اس دورانیے میں حضور علیہ السلام کی خدمت اور وہاں جلوہ افروز ہونے کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ نے بارگاہ اُلوہیت سے خیر کثیر پایا۔ خاص طور پر رزق میں فراوانی اور زندگی کے اندر ذوق و تسکین کی ایک کیفیت پیدا ہو گئی۔

۴۔ حضرت شیماء۔ حضرت شیماء، حضرت حلیمہ سعدیہ کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے بھی اسی دورانیے میں حضور علیہ السلام کی پرورش اور خدمت کی۔

جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پانچ برس کی ہوئی تو اس وقت "شق الصدر" کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور علیہ السلام کے بارے میں کچھ خوف محسوس کیا جس کی بنا پر آپ کو واپس مکہ آپکے خاندان

بنو ہاشم کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کی خدمت میں، مکہ میں صرف دو دفعہ آئیں۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب حضور علیہ السلام کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ نے آکر حضور علیہ السلام سے قحط سالی کی شکایت کی جس پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انہیں اپنی بکریوں کے ریوڑ سے بیس بکریاں اور بھیڑیں دیں۔

دوسری مرتبہ جنگِ حنین کے موقع پر حلیمہ سعدیہ حضور علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئیں۔

۵۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ آپ کا نام برکہ ہے۔ انہوں نے بھی حضور علیہ السلام کی کچھ عرصہ پرورش کی۔ یہ حضور علیہ السلام کو اپنے والد سے وراثت میں ملی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو آزاد کر دیا۔ بعد میں حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کر دیا تھا۔

رسولِ اکرمؐ کی پرورش

رسولِ اکرمؐ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے سر سے والد کا سایہ اُٹھ چکا تھا۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد اس وقت فوت ہوئے جب آپ ابھی اپنی والدہ کے شکم میں تھے[ؔ] آپ کی کفالت آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے کی۔ آپ کی عمر مبارک جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ آپ کو اور ام ایمن

[ؔ] مشہور یہی ہے اور اسے ابنِ کثیر وغیرہ نے ترجیح دی ہے اور بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر اٹھائیس ماہ تھی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کے والد ماجد کی عمر انتقال کے وقت پچیس برس تھی۔

کو لے کر مدینے تشریف لے گئیں ۔مقصدِ سفر اپنے بھائیوں سے ملاقات تھا جب آپ چند ماہ قیام کے بعد واپس مکہ لوٹیں تو راستے میں بیمار ہو گئیں ۔ مقام " ابوا " پر ان کا وصال ہوا اور وہیں آپ کا مزار ہے ۔ پھر حضرت ام ایمن نبی اکرمؐ کو واپس مکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس لے کر آئیں ۔بعض روایات میں ہے کہ وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو واپس مکہ لاکر دفن کیا گیا ۔ اسے ابن جوزیؒ نے " الوفا " میں ذکر کیا ہے ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی انتقال کر گئے ۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی ۔ ان کے بعد آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق آپ کی کفالت کی ۔ یاد رہے کہ آپ کے چچا ابوطالب آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے ۔

ابُوطالب کی خدمت گزاری

اب ابوطالب دشمنوں کے مقابلے میں آپ کے لیے ڈھال تھے ۔ ابوطالب کی زندگی فقر و فاقہ سے عبارت تھی لیکن حضور علیہ السلام کی کفالت کی بدولت آپ بہت بڑے صاحب ثروت اور مالدار بن گئے ۔

شام کا سفر

جب حضور علیہ السلام کی عمر ۱۰ سال کی ہوئی تو اس وقت اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے لیکن انہوں نے اِس خوف سے کہ کہیں یہود نقصان نہ پہنچادیں ، آپ کو واپس کر دیا ۔کیونکہ راہب نے آپ کو اس

ممکنہ خوف سے آگاہ کیا تھا۔

دوسری مرتبہ حضور علیہ السلام حضرت خدیجہ کے ایک غلام میسرہ کے ساتھ ان کا مال لے کر شام گئے تھے۔

اعلانِ نبوّت سے پہلے

بعثت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دینِ حنیف پر قائم تھے اور عبادت کیا کرتے آپ کو بتوں اور حرام اشیاء سے بے حد نفرت تھی۔ آپ کے مشاغل میں بکریوں کو چرانا بھی رہا۔ آپ کا ارشاد ہے:

مابعث اللہ نبیا الا	اللہ کے ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں۔
رعی الغنم فقیل وانت؟	آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ!
قال: نعم!	آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں

آپ کے معمولات میں تجارت بھی ہے۔ سائب بن ابی سائب نامی شخص بعثت سے پہلے تجارت میں آپ کے ساتھ شریک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اس شخص سے آپ نے فرمایا:

مرحبا باخی و شریکی!	اے میرے شریک تجارت بھائی! خوش آمدید۔

حضور علیہ السلام کی یہ عادتِ کریمہ تھی کہ آپ تجارت میں نہ کسی کو دھوکہ دیتے اور نہ کسی سے جھگڑا کرتے۔ آپ نے حضرت خدیجہ کے مال سے بھی تجارت کی۔ آپ ان کا مال لے کر شام جاتے تھے اور اتنے کثیر منافع کے ساتھ واپس لوٹتے جو حساب و کتاب سے باہر ہوتا تھا۔

اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔

اسمارِ مبارکہ

آپ کے اسمارِ مبارکہ میں سے بعض کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، ماحی ہوں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے) حاشر (میں جمع کرنے والا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کو میرے قدموں میں جمع کرے گا) عاقب (میں سب سے آخر میں آنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں مقفی (پیچھے ہوں) اور نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ میں نبی الملحمہ (برائی کو مٹانے کے لیے جہاد والا نبی ہوں)۔

قرآن پاک اور آپ کے اسمار مبارک

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن اسمار مبارکہ کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بشیر ۲۔ نذیر ۳۔ سراج منیر ۴۔ رؤف رحیم
۵۔ محمد ۶۔ احمد ۷۔ طٰہٰ ۸۔ یٰسین
۹۔ مزمل ۱۰۔ مدثر ۱۱۔ نذیر مبین ۱۲۔ عبداللہ ۱۳۔ مذکر

آخری تینوں اسمار ان آیات کریمہ میں ذکر کیے گئے ہیں:

۱۔ قل انا النذیر المبین ۔ ۲۔ انہ لما قام عبد اللہ یدعوہ
۳۔ و انما انت مذکر ۔

نوٹ: ان اسمار مبارکہ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف ناموں سے مخاطب فرمایا۔ ان اسمار مبارکہ میں سے اکثر اسمار صفاتی ہیں۔

علاماتِ نبوّت

یوں تو آپ کا ہر فعل ، ہر ادا اور ہر عمل نبوّت کی علامت تھی مگر تین علامات ایسی ہیں جو علاماتِ نبوّت میں صفِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

۱ ۔ شق الصدر

علاماتِ نبوت میں سے پہلی حسی علامت شقِ صدر کا وقوع پذیر ہونا ہے ۔ تمام زندگی میں شق صدر کا واقعہ چار مرتبہ ہوا ۔

(۱) پہلی مرتبہ بچپن میں اس وقت جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر تھے اور صحیح یہی ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی ۔

(۲) دوسری مرتبہ شق صدر کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کی عمر مبارک ۱۰ سال تھی [۱]

(۳) تیسری مرتبہ اس وقت شق صدر ہوا جب جبرئیل امین پہلی مرتبہ وحی (قرآنی) لیکر آپ کے پاس آئے [۲]

(۴) چوتھی مرتبہ شقِ صدر کا واقعہ معراج کی رات پیش آیا ۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے ۔

نوٹ : شق صدر کے واقعہ کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے ، بعینہٖ ماننا کہ آپ کا سینہ اقدس چاک ہوا ۔ قلب اقدس نکالی کر پھر رکھا گیا ، فرض و لازم ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شے بعید نہیں ۔

---

[۱] مسند احمد ۔ ابن حبان ۔ حاکم میں اس کا ذکر ہے ۔ زرقانی ملاحظہ ہو ۔

[۲] اسے ابو داؤد طیاسی نے روایت کیا اور شرح المواہب میں بھی ہے ۔

۲۔ مُہرِ نبوّت

علاماتِ نبوت میں سے ایک اہم علامت "مہر نبوت" ہے اس کی کیا کیفیت تھی ؟ اس بارے میں اختلاف ہے ۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ کبوتری کے انڈے کی مانند تھی ۔ جو آپ کی پُشت مبارک میں بائیں کندھے کی ہڈی کے پاس ایک اُبھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی ۔ یہ نشان نبوت نور سے چمکتا رہتا تھا۔ اس سے آپ کی ہیبت اور جاہ وحشم میں اضافہ ہوتا ۔ اور اس سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی تھی۔

۳۔ سچّے خواب

ان علامات میں سے ایک اہم علامت "سچے خواب" تھے۔ آپ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو صبح اس کی تعبیر عملی شکل میں صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتی ۔

آپ روشنی اور نور کا مشاہدہ کرتے ، غیبی آوازیں سنتے ۔ اسی طرح جب آپ راستے پر چلتے تو پتھر اور درخت آپ کو سلام عرض کرتے اور بادل سایہ فگن ہوتے ۔

اولادِ اطہار

آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں ۔

۱۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ۔ قاسم آپ کی اولاد میں سب سے پہلے بیٹے ہیں ۔ اور ان ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے ۔

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ۔ آپ کو طیّب اور طاہر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ۔

نوٹ : بعض روایات کے مطابق طیّب و طاہر ایک نہیں بلکہ طیب الگ

تھے اور طاہر الگ۔

۳۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ آپ کی پیدائش مدینے میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔ اور جب آپ کی عمر دو ماہ دس دن کی ہوئی تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر سات یا آٹھ ماہ تھی۔

صاحبزادیاں

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ یہ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا نکاح حضرت ابوالعاص بن الربیع سے ہوا۔ اور وہ اسلام لے آئے۔ اُن کے ہاں ایک بیٹے علی کی پیدائش ہوئی جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اور ایک بیٹی حضرت امامہ تھیں۔ یہی آپ کی وہ نواسی ہے جس کے بارے میں ہے کہ حضور علیہ السلام اسے نماز کے دوران اٹھایا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ آپ کا نکاح حضرت علی سے ہوا۔ اور آپ سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں میں حسن۔ حسین اور محسن رضی اللہ عنہم تھے۔ یاد رہے کہ محسن بچپن ہی میں وصال فرما گئے۔ جبکہ بیٹیوں میں رقیہ زینب اور ام کلثوم تھیں۔ حضرت رقیہ بالغ ہونے سے قبل ہی فوت ہو گئیں جبکہ زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا۔ جن سے علی کی پیدائش ہوئی اور وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور آپ کے ہاں ان سے زید کی پیدائش ہوئی تھی۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد عوف بن جعفر سے، جبکہ ان کے بعد، ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر سے ان کا نکاح ہوا تھا۔

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی نے آپ کی وصیت کے مطابق حضرت فاطمہ کی بہن حضرت زینب کی بیٹی امامہ سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت

علی کے بعد مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور ان کے ہاں یحییٰ کی ولادت ہوئی۔ ان کا انتقال مغیرہ کے ہاں ہی ہوا۔

۳۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور آپ کے ہاں عبد اللہ کی پیدائش ہوئی۔ آپکا انتقال اس دن ہوا جب زید بن حارثہ جنگ بدر میں کامیابی کی خبر لے کر مدینے آئے۔

۴۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ رقیہ کے انتقال کے بعد آپ کا نکاح بھی حضرت عثمان سے ہوا تھا۔ شعبان نو ہجری کو آپکا انتقال ہوا۔

نوٹ: (۱) حضور علیہ السلام کے تمام بیٹے، اسلام سے قبل بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ جبکہ آپ کی بیٹیوں نے اسلام کو پایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی۔ اور یہ تمام کی تمام بیٹیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں۔

(۲) حضور علیہ السلام کی تمام اولاد آپ کی ظاہری زندگی میں انتقال کر گئیں سوائے حضرت فاطمہؓ کے جو آپ کے وصال کے بعد سات ماہ تک زندہ رہیں

ازواجِ مطہرات

حضور علیہ السلام کی وہ زوجات جن کے ساتھ آپ نے معاشرت کی گیارہ ہیں:

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہ۔ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اعلانِ نبوت سے قبل پندرہ برس اور بعثت کے بعد ۱۰ سال بسر کیے۔ آپ کا انتقال آپ کے پاس ہی ہوا۔

۲۔ حضرت سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا۔ آپ نبی کریم کے پاس ہی بوڑھی ہو گئی تھیں۔ ______ پس انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کے لیے ہبہ کر دی اور حضور سے عرض کیا مجھے دیگر کوئی

کوئی حاجت نہیں ۔ بس میری صرف ایک خواہش ہے کہ قیامت کے دن
آپ کی بیویوں میں میرا شمار ہو ۔
آپ کے خصائص میں یہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد حضور
علیہ السلام کے ساتھ تین سال تک اکیلی رہیں۔ بچپن ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔

۳ ۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ۔ آپ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے مکہ میں ہجرت سے دو سال قبل نکاح کیا تھا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہجرت سے
تین سال قبل نکاح کیا تھا ۔ اس وقت آپ کی عمر چھ یا سات سال تھی ۔ رخصتی
مدینہ طیبہ میں نو برس کی عمر میں ہوئی ۔ جب حضور کا وصال ہوا تو ان کی عمر اٹھارہ
برس تھی ۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھاون برس تھی ۔ نبی کریم نے آپ کے
علاوہ کسی اور کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا ۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے ۔

۴ ۔ حضرت حَفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا ۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم نے
انہیں طلاق دے دی تھی ۔ پس اس موقع پر جبرئیل امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت حفصہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے ۔ کیونکہ وہ نہایت عابدہ اور
روزہ رکھنے والی خاتون ہیں ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے اس لیے
رجوع کر دتا کہ عمر فاروق کی دلجوئی ہو جائے ۔ آپ کا انتقال پینتالیس برس کی
عمر میں ہوا ۔ اس کے علاوہ بھی قول ہیں ۔

۵ ۔ حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ۔ ان کے ساتھ عقد
حبشہ میں ہوا ۔ نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا ۔ نکاح کے
ولی حضرت عثمان بن عفان بنے ۔ آپ کا انتقال چوالیس سال کی عمر میں ہوا ۔

۶ ۔ حضرت ام سلمہ ہند بنت اُمیہ رضی اللہ عنہا ۔ آپ کا انتقال باسٹھ سال کی عمر
میں ہوا ۔ ان کا وصال آپؐ کی تمام بیویوں کے بعد ہوا ۔ دوسری روایت کے

مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا آخر میں وصال ہوا ۔

۷ ۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ۔ آپ کا انتقال بیس ہجری کو ہوا ۔ یہ وصال کے لحاظ سے سب سے پہلی بیوی ہیں ۔ یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ چارپائی پر اُٹھایا گیا

۸ ۔ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ۔ یہ غزوہ بنی مصطلق میں قید ہوکر آئی تھیں ۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا ۔ آپکا انتقال چھپن برس کی عمر میں ہوا ۔

۹ ۔ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ۔ یہ حضرت خالد بن ولید اور عبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں ۔ یہ آپ کی زوجات میں سے وہ آخری زوجہ ہیں جن کے بعد آپ نے کسی سے نکاح نہیں کیا ۔ آپ کا انتقال اکاون ہجری کو ہوا ۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا انتقال چھیاسٹھ ۶۶ ہجری کو ہوا ۔ اگر یہ دوسرا قول مان لیا جائے تو حضرت میمونہ وہ زوجہ ہیں جن کا وصال تمام ازواج مطہرات کے بعد ہوا ۔

۱۰ ۔ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا ۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں ۔ فتح خیبر کے موقعہ پر قید ہوکر آئیں ۔ حضور علیہ السلام نے اُن کو آزاد کر دیا اور آپ کی آزادی کو ہی مہر بنا کر ان سے نکاح کر لیا ۔ پچاس ہجری میں اُن کا انتقال ہوا ۔

۱۱ ۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا ۔ نبی اکرمؐ نے آپ سے تین ہجری میں نکاح کیا ۔ آپ حضور علیہ السلام کے پاس دو یا تین ماہ زندہ رہیں اور اس کے بعد انتقال کر گئیں

رضاعی بھائی

۱ ۔ حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ
۲ ۔ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد

} ان دونوں کو حضرت ثوبیہ نے جو کہ ابولہب کی لونڈی تھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے

ساتھ اس وقت دودھ پلایا جب اس کا بیٹا مسروح بن ثوبیہ دودھ پی رہا تھا۔
یاد رہے کہ حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوسفیان اور نبی اکرم کو حضرت حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ابوسفیان نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

نوٹ: عبد اللہ۔ آسیہ۔ شیماء۔ حلیمہ سعدیہ کی یہ اولاد اُن کے خاوند حارث بن عبد العزیٰ سے ہے۔ الاصابہ میں ہے کہ یہ تینوں اور ان کے والد صحابی تھے۔
آپ کی آخری اولاد میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ صحابہ میں شامل ہیں یا کہ نہیں۔

ماموں اور خالائیں

۱۔ اسود بن وھب۔ یہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے انہیں چند کلمات کی تعلیم دی۔ اور دعا سکھائی جو شرح المواھب میں نقل ہے۔

۲۔ عبد لغوث بن وھب۔ یہ اس اسود نامی شخص کے والد ہیں جن کا شمار حضور علیہ السلام کا مذاق اڑانے والوں میں ہوتا ہے۔

۳۔ فریعہ بنت وھب۔ یہ آپ کی خالہ ہیں۔

آزاد کردہ غلام

۱۔ زید بن حارثہ۔ آپ نے انہیں اور ان کے بیٹے اسامہ اور ثوبان کو آزاد کر دیا تھا۔

۲۔ ابوکبشہ سلیم۔ یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ اِن کی وفات اس دن ہوئی جب حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔

۳۔ انیسہ۔ آپ نے انہیں بھی آزاد کر دیا تھا۔

۴۔ شقران ۔ ان کا نام صالح ہے ۔ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ وہ غلام ہیں جو نبی اکرم کو اپنے والد کی وراثت میں ملے تھے لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو نبی اکرم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

۵ ابورافع اسلم ۔ یہ وہ غلام ہیں جنہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت عباس کے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان کی بیوی سلمیٰ (جو کہ آپ کی لونڈی تھی) کے ہاں عبیداللہ کی ولادت ہوئی تھی ۔

۶۔ یسار الراعی النوبی ۔ ان کو اہل عُرینہ نے قتل کر دیا تھا ۔

۷۔ ابو مویہبہ ۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

۸۔ فضلہ ۔ ان کا انتقال شام میں ہوا ۔

۹۔ رافع ۔ یہ سعید بن عاص کے تصرف میں تھے۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا ۔

۱۰۔ مدعم ۔ رفاعہ جذامی نے انہیں حضور کو ہبہ کیا تھا۔ یہ وادی قریٰ میں قتل ہوئے۔

۱۱۔ کرکرۃ نوبی ۔ ھوذۃ بن علی نے انکو بطور ہدیہ حضور علیہ السلام کو پیش کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

۱۲۔ زید ۔ یہ بلال بن یسار کے دادا تھے۔

۱۳۔ عبید

۱۴۔ طہمان

۱۵۔ مابور قبطی ۔ یہ مقوقس کی طرف سے آپ کو ہدیہ کیا گیا ۔

۱۶۔ واقد

۱۷۔ ابو واقد

۱۸۔ ہشام

۱۹۔ ابوضمرۃ ۔ یہ مال فیٔ میں آئے تھے ۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔

۲۰۔ حنین

۲۱۔ ابوعثیب ۔ ان کا نام احمر تھا

۲۲۔ ابوعبید

۲۳۔ سفینہ ۔ آپ ام سلمہ کے غلام تھے لیکن ام سلمہ نے انہیں اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اپنی تمام عمر حضور علیہ السلام کی خدمت کریں گے ۔ اس پر انہوں نے عرض کیا:

ولو لم تشترطی علیّ مافارقتہٗ — اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔

ان کا نام رباح تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا نام مہران ہے۔

۲۴۔ ابوہند۔ انہیں بھی آپ نے آزاد کر دیا تھا۔

۲۵۔ انجشۃ الحادی

۲۶۔ ابولبانہ

بعض لوگوں نے آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد اس سے بھی زیادہ بیان کی ہے۔

آزاد کردہ لونڈیاں

۱۔ سلمیٰ ام رافع ۔ یہ ابورافع کی بیوی تھی جو حضور علیہ السلام کو اپنے والد کی طرف سے وراثت میں ملی تھی۔

۲۔ ماریہ

۳۔ ریحانہ

۴۔ قیصر ۔ یہ ماریہ کی بہن تھی۔

۵ ۔ میمونہ بنت سعد

۶ ۔ حضرۃ

۷ ۔ رضوٰی

نوٹ : اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کتنی ہے۔ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تینتالیس ۴۳ جبکہ آپ کی آزاد کردہ لونڈیوں کی تعداد گیارہ ہے۔

شیخ صدیق حسن خاں نے بلوغ المرام کی شرح میں ذکر کیا کہ آپ نے اپنی عمر تریسٹھ سال کے مطابق تریسٹھ غلام آزاد فرمائے۔

خدام و ملازمین

انس بن مالک رضؓ ۔ ہند ۔ اسماء (جو حارثہ کے صاحبزادے ہیں) ۔ ربیعہ بن کعبؓ ۔ الاسیمون رضؓ ۔ عبداللہ بن مسعودؓ ۔ عقبہ بن عامرؓ ۔ بلال رضؓ ۔ سعد (جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام تھے ۔ مخزمہ بن ابی نجاشی ۔ کبیر بن شداخ ۔ اللیثی ۔ ابوذر غفاری ۔ ایمن بن ام ایمن ۔ واسلع بن شریک ۔ مہاجر مولی ام سلمہ ۔ نعیم بن ربیعۃ الاسامی ۔ ابوحمراء ہلال بن حارث ۔ ابوسمح ۔ (آپ کا نام ایاد تھا)

آپ کی خدمت کرنے والی خواتین

برکہ ام ایمن ۔ آپ اسامہ بن زید کی والدہ ہیں ۔

خولہ ۔ آپ حضرت حفص کی دادی ہیں ۔

سلمٰی ام رافع ۔ آپ ابو رافع کی بیوی ہیں ۔

میمونہ بنت سعد ۔ ام عیاش ۔ آپ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی ہیں

آپ کی خدمت میں صحابہ کرام کی ذمہ داریاں

۱۔ سزاؤں کا نفاذ۔ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے ذمے آپ کی نافذ کردہ سزا کا اجراء تھا مثلاً کوڑے لگانا۔ رجم کرنا۔ قصاصاً قتل کرنا۔

حضرت علی بن ابی طالب۔ زبیر بن عوام۔ مقداد بن عمرو۔ محمد بن مسلمہ۔ عاصم بن ثابت۔ ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲۔ مالی نظام۔ حضرت بلال کے ذمہ مالیات کا نظام تھا۔

۳۔ مہر کی حفاظت۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی کے پاس آپ کی مہر ہوا کرتی تھی۔

۴۔ مسواک و وضو، اور نعلین مقدس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ آپ کے لیے مسواک نعلین اور وضو کے برتن اٹھاتے۔

۵۔ سامان اٹھانا۔ حضرت ابورافع جن کا نام اسلم ہے۔ سامان وغیرہ اٹھانے پر مامور تھے۔

۶۔ سواری کے آگے چلنا۔ عقبہ بن عامر الجہنی کو "صاحب بغلۃ الرسول" کہتے ہیں آپ سفر کے دوران خچر کے آگے آگے چلتے تھے۔

۷۔ کجاوہ رکھنا اور اتارنا۔ حضرت اسلم بن شریک بن عوف کو صاحب راحلۃ النبی کہا جاتا ہے۔ آپ سواری پر کجاوہ رکھتے اور اتارتے۔

۸۔ اونٹوں کی نگہداشت۔ خالد بن یسار بن عوف الغفاری۔ حسان اسلمی۔ ناجیہ بن جندب اسلمی وہ صحابہ ہیں جو آپ کے اونٹوں کے متعلقہ امور کو نبھاتے تھے۔

۹۔ چوپایوں کا چرانا۔ حضرت ذر بن ابی ذر الغفاری وہ صحابی تھے جو

حضور علیہ السلام کے چوپائے کو چراتے اور اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چلتے۔

۱۰۔ آواز دے کر بلانا۔ حضرت براء بن مالک کی یہ ڈیوٹی تھی کہ جب نبی اکرم کسی مرد سے ملنا چاہتے یا اس کی باری آتی تو آپ آواز لگاتے۔ جبکہ حضرت انجشہ عورتوں کو آواز دیتے تھے۔

۱۱۔ تلوار لے کر کھڑے ہونا۔ حضرت ضحاک بن سفیان بن کعب ہمیشہ حضور علیہ السلام کے ساتھ تلوار لے کر کھڑے ہوتے تھے۔ آپ اکیلے ایک (سنو) شاہسواروں کی طاقت رکھتے تھے۔

۱۲۔ ازواجِ مطہرات کی خدمت پر مامور۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ حضور علیہ السلام کی طرف سے آپ کی زوجات مطہرات پر امین مقرر تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت وہ ایسے کجاووں میں نکلیں جن پر پردہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ازواجِ مطہرات کے آگے آگے تھے جبکہ حضرت عثمان بن عفان پیچھے تھے۔ یہ دونوں صحابی ازواجِ مطہرات کے قریب ہونے کی وجہ سے آپس میں مذاق تک بھی نہیں کرتے تھے۔

۱۳۔ بارگاہِ نبوی کے آداب کی تعلیم۔ نبی اکرم کی بارگاہ میں جو مختلف وفود آتے تھے حضرت ابوبکر صدیق خود ان کو تعلیم دیتے یا کسی کی ڈیوٹی لگاتے کہ وہ اہلِ وفد کو آگاہ کرے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایسا کرنا ہے۔ آپ انہیں تعلیم دیتے۔

کیف یحیون النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کیف یسلمون علیہ و کیف یجلسون بین یدیہ۔	کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہونا ہے اور آپ کی خدمت میں کیسے سلام عرض کرنا ہے اور آپ کی بارگاہ میں کیسے بیٹھا جاتا ہے۔

جیسے کہ ابن اسحاق نے وفد ثقیف کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق ان کی طرف گئے اور انہیں بارگاہ رسول کے آداب سکھائے۔

نوٹ: حضور علیہ السلام بعض گھریلو معاملات کی انجام دہی میں ایک یہودی غلام کو موقع عطا فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے بعد وفات پا گئے۔

بعض معاملات ایسے ہیں جن کے انجام دینے میں حضور علیہ السلام کسی کو حکم یا تکلیف نہ دیتے تھے۔ جیسے صدقہ اور رات کو وضو کرنا۔

ابن سعد، زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں دو ایسے معاملے تھے جن کی انجام دہی میں کسی کو تکلیف نہیں دی[1]۔ ان میں رات کو وضو کرنا اور دوسرا کسی سائل کو صدقہ دیتے تو خود دیتے۔

مختلف جنگوں میں حضور اکرمؐ کے محافظین

۱۔ جنگِ بدر۔ جنگِ بدر میں آپ کے محافظ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے جب آپ جھونپڑی میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت یہ خدمت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذمّہ تھی۔

۲۔ جنگِ اُحد۔ ذکوان بن عبد قیس اور محمد بن مسلمہ نے جنگ احد میں آپ کی حفاظت کی۔

۳۔ جنگِ خندق۔ اس موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آپ کے محافظ تھے۔

۴۔ معرکۂ خیبر۔ حضرت عباد بن بشر، سعد بن ابی وقاص اور ابوایوب خیبر میں آپ کے محافظ تھے۔

۵۔ وادیٔ قریٰ۔ وادیٔ قریٰ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے محافظ تھے۔

نوٹ: جب قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

واللہ یعصمک من الناس۔ — اور اللہ تعالیٰ خود دشمنوں سے آپکی حفاظت کریگا۔

---

[1] یعنی اکثر و بیشتر یہی معمول تھا تاہم کبھی کبھی بعض خدام کو اس خدمت کا بھی موقع مل جاتا۔

اِس کے بعد آپ نے حفاظت کے لیے پہرہ ترک کر دیا۔

مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینے والے آپ کے قاصدین

۱۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ ۔ آپ حضور علیہ السلام کے وہ پہلے قاصد ہیں جو دعوت اسلام لے کر نجاشی کے پاس گئے تھے ۔ نجاشی کا نام اصحمہ تھا جس کا معنی "عطیہ" ہے ۔ نجاشی نے آپ کا خط اپنی آنکھوں سے لگایا ۔ اور تخت سے اتر کر نیچے زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا ۔ اُن کی وفات نبی اکرم کی حیاتِ ظاہری میں نو ہجری کو ہوئی ۔ حضور علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی ۔

۲ ۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ آپ دعوت اسلام کا پیغام لے کر قیصر روم کے پاس گئے ۔ قیصرِ روم کا نام ہرقل تھا ۔ اس پر نبیٔ محتشم کی نبوت ظاہر ہو گئی تھی ۔ اور اُس نے اسلام کو بھی سمجھ لیا تھا ، مگر اپنی حکومت کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا ۔

۳ ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔ آپ دعوتِ اسلام لے کر کسریٰ ایران کے پاس گئے ۔ اس بدبخت نے حضور علیہ السلام کا خط پھاڑ ڈالا جس پر آپ نے اللہ سے یہ دعا فرمائی

مزق اللہ ملکہ کل ممزق ۔ اے اللہ اس کی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے ۔

۴ ۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔ آپ پیغام اسلام لے کر مقوقس کے پاس گئے ۔ بس اس نے اسلام قبول کر لیا ۔ اور اس نے حضور علیہ السلام کے لیے ، ماریہ ۔ سیرین اور تیز ترین خچر جس کا نام دلدل تھا ایک ہزار دینار اور بیس عدد کپڑے آپ کی بارگاہ میں بھیجے ۔

۵ ۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ آپ کو نبیٔ اکرم نے عمان کے سربراہوں جیفر

اور عبد جلندی کی طرف بھیجا۔ ان دونوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور حضرت عمرو بن عاص کو اپنے درمیان معاملات میں فیصل بنا لیا۔ اور یہ منصب اُن کے پاس آپ کے وصال تک رہا۔

نوٹ: اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ آپ نے ۶ سنہ ہجری کو فقط ایک دن میں ایسے چھ افراد کو اسلام کا پیغام دے کر بھیجا کہ ان میں سے ہر ایک اس قوم کی زبان سے آگاہ تھا جن کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔

۶۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے یمامہ کے سربراہ ھوذۃ بن علی کی طرف بھیجا۔ انہوں نے حضرت سلیط بن عمرو العامری کی عزت کی۔ اور حضور علیہ السلام کی طرف لکھ بھیجا۔ "کیا ہی خوب دین ہے جس کی طرف آپ نے دعوت دی۔ میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں مجھے کوئی منصب دیجئے" آپ نے انکار کر دیا جس پر ھوذہ مسلمان نہ ہوا۔

۷۔ حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوت اسلام لے کر حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف تشریف لے گئے۔ جو شام کی ایک ریاست بلقاء کا بادشاہ تھا۔ اُس نے آپ کا خط ایک طرف رکھا اور کہا۔ میں آپ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس پر قیصر روم نے اسے منع کر دیا۔

۸۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوت اسلام لے کر حارث حمیری کے پاس گئے جو یمن کا حاکم تھا۔

۹۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوتِ اسلام لے کر ساوی کے بیٹے منذر کے پاس گئے جو بحرین کا بادشاہ تھا۔ انہوں نے دعوتِ اسلام قبول کر لی۔

۱۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے دعوتِ اسلام دے کر یمن کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ معاذ بن جبل بھی تھے۔ پس یمن کے عوام اور

حکمرانوں نے بغیر لڑائی کے اسلام قبول کر لیا۔

کاتبانِ نبی

جن صحابہ کرام نے وحی کو لکھا یا جو صحابہ حضور علیہ السلام کے لیے خطوط لکھتے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

خلفاء راشدین	طلحہ بن زبیر	زبیر بن عوام
عامر بن فہیرہ	عبداللہ بن ارقم	اُبی بن کعب
ثابت بن قیس بن شماس	خالد بن سعید	حنظلہ بن ربیع
زید بن ثابت	معاویہ	شرجیل بن حسنۃ
علاء بن حضرمی	خالد بن ولید	مغیرہ بن شعبہ
عبداللہ بن رواحہ	حذیفہ بن یمان	

نوٹ: حضرت معاویہ اور زید بن ثابت وہ صحابی ہیں جو لکھنے کے بارے میں باقی صحابہ کے مقابلے میں لکھنے کا زیادہ التزام کرنے والے اور اس کے لیے مخصوص تھے۔

وقتِ حمل عجائبات کا ظہور

امام ابو نعیمؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی والدہ کے حمل کی رات عظیم واقعات رونما ہوئے۔ جن کا ذکر ذیل میں ہے۔

۱۔ جس رات آپ حضرتِ آمنہؓ کے رحم میں جلوہ افروز ہوئے اُس رات قریش کے تمام چوپایے بولے۔ اور کہنے لگے، رب کعبہ کی قسم! وہ رسول رحمِ مادر میں تشریف فرما ہو گئے ہیں جو دنیا کے امام اور اہلِ دنیا کے لیے روشنی کا مینارہ ہیں۔

۲۔ دنیا میں کسی بادشاہ کا کوئی تخت ایسا باقی نہ رہا جو منہ کے بل نہ گرا ہو۔

۳۔ مشرق میں رہنے والے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو آپؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ اسی طرح سمندری جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

۴۔ زمین اور آسمان پر ایک ہی ندا تھی کہ ہم یتیموں۔ بیواؤں اور مسکینوں کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کا سہارا حضرت ابو القاسم تشریف لا رہے ہیں۔ اسے حافظ ابنِ حجر نے ذکر کر کے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

بوقتِ ولادت عجائبات کا ظہور

امام بیہقیؒ اور ابو نعیمؒ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے میری عمر سات یا آٹھ سال تھی اور میں اس وقت ہر سنی اور دیکھی چیز کو دیکھ سمجھ لیتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی چیخ کر کہنے لگا اے یہودیو میرے گرد جمع ہو جاؤ۔

قالوا ویلک مالک قال طلع	یہودی اس سے کہنے لگے تیرا ستیاناس
نجم احمد ولد بہ فی	ہو تجھے کیا ہو گیا۔ وہ کہنے لگا ستارہ بعوث
ھذہ اللیلۃ۔	احمد طلوع ہو چکا ہے۔ اور اس کی ولادت
	اسی رات ہوئی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک یہودی جو کہ مکہ میں رہتا تھا، جس رات آپ کی ولادت ہوئی وہ قریش کے لوگوں سے کہنے لگا: اے قریش کیا تم میں کوئی بچہ آج رات پیدا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں اس چیز کی خبر نہیں۔

قال انظروا فانہ ولد فی	وہ کہنے لگا جا کر دیکھو۔ کیونکہ اس
ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ	امت کا نبی اس رات پیدا ہو گیا ہے
الامۃ بین کتفیہ علامۃ	اور اس کے شانوں کے درمیان

فانصرفوا سألوا فقيل لهم قد ولد لعبد الله ابن عبد المطلب غلام فذهب اليهودي معهم الى اُمّہٖ فاخرجته لهم فلما رأى كما اليهودي العلامة خرّ مغشيا عليه وقال ذهب النبوة من بني اسرائيل يا معشر قريش اما والله ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها من المشرق والمغرب۔

نبوت کی مہر کا نشان ہے۔ وہ جا کر قریش کے لوگوں سے پوچھنے لگے۔ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کے ہاں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے یہودی لوگوں کے ساتھ آپ کی والدہ کے پاس گیا۔ انہوں نے اسے حضور کو دکھایا۔ پس جب یہودی نے مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ بنی اسرائیل سے نبوت کا تاج چھن گیا۔ اے قریش اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو بلندی عطا کرے گا۔ اور اس کی خبر مشرق و مغرب میں پھیلے گی۔

ولادتِ نبوی کی برکات

صحیح قول کے مطابق آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی۔ آپ کی ولادت محرم، رجب یا رمضان یا کسی ایسے ماہ میں نہیں ہوئی جو ذاتی شرف رکھتا ہو۔ کیونکہ آپ نے زمانے سے شرف نہیں پایا بلکہ زمانہ آپ کی ولادت سے مشرف ہوا۔ جس طرح مختلف مقامات آپ کی جائے قرار ہونے کی وجہ سے متبرک ہوئے۔ اگر حضور علیہ السلام کی ولادت محرم یا رمضان وغیرہ میں ہو جاتی تو یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ اس ماہ کی وجہ سے آپ کو شرف ملا۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے آپؐ کا وقت ولادت ان مہینوں

کے علاوہ مقرر کیا تاکہ اس ماہ کو آپ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے ہی فضیلت نصیب ہو۔
جمعہ کا دن مبارک دن ہے کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس جمعہ کے
دن میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسے کوئی بھی مومن پالے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے
حضور میں جس خیر کی دعا کرے وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ تو اس دن کا حال ہے جس دن
آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو کیا مقام ہوگا اس دن کی برکتوں اور سعادتوں کا جس دن
تمام انبیاء کے سربراہ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کے دن کسی اضافی
عبادت کا حکم نہیں دیا۔ جس طرح آدم علیہ السلام کے یوم ولادت کے دن میں نمازِ جمعہ
اور خطبہ کا اضافہ بطور عبادت کیا ہے۔ اِس طرح حضور کے یوم ولادت میں کوئی اضافی
عبادت امت پر آپ کے اکرام کی خاطر لازم نہ فرمائی۔ تاکہ امت پر تخفیف کی صورت میں
آپ کی رحمت و عنایت کا اظہار ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور ان رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس دن کوئی اضافی عبادت لازم نہ
فرمائی۔

بوقت پرورش عجائبات کا ظہور

۱۔ امام بیہقیؒ و صابونیؒ نے "مائتین" میں۔ خطیب بغدادی اور ابنِ عساکر نے اپنی
اپنی تواریخ اور ابن طغربک السباق نے اپنی کتاب "النطق المفہوم" میں حضرت
عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور سے عرض کیا: یارسول اللہ
آپ کی نبوت پر جس نشانی نے مجھے رغبت دلائی کہ میں اسلام میں داخل ہو جاؤں
وہ آپکا بچپن میں چاند سے کھیلنا اور گفتگو کرنا ہے۔ آپ اپنی انگلی سے چاند کو

جس طرف اشارہ کرتے وہ اسی طرف چلا جاتا۔[1] یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

انی کنت احدثه ویحدثنی	میں اس سے اور وہ مجھ سے گفتگو
ویلهینی عن البکاء واسمع	کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا
وجبته حین یسجد تحت	اور میں اس کے اس سجدے کی آواز کو
العرش۔	سنتا تھا جو وہ عرش کے نیچے کرتا۔

امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف احمد بن ابراہیم الجیلی نے روایت کیا ہے اور وہ مجہول ہیں جب کہ امام صابونی فرماتے ہیں یہ حدیث سند و متن کے لحاظ سے غریب ہے لیکن معجزات میں حسن کا درجہ رکھتی ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں سیرۃ واقدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ عام بچے جس عمر میں گفتگو شروع کرتے ہیں آپ نے اس سے پہلے شروع کی۔

۳۔ امام ابن سبعؒ نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے پنگھوڑے کو ملائکہ حرکت دیا کرتے تھے۔

۴۔ امام بیہقیؒ اور ابن عساکرؒ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فرمایا کرتی تھیں:

انما اول ما فطمت رسول اللّٰہ	جب آپ نے گفتگو کرنا شروع کی تو
تکلم فقال اللّٰہ اکبر کبیرًا	آپ نے یہ کلمات کہے: اللّٰہ اکبر
والحمد للّٰہ کثیرًا وسبحان	کبیرًا والحمد للّٰہ کثیرًا
اللّٰہ بکرۃً واصیلاً۔	وسبحان اللّٰہ بکرۃً واصیلاً۔

---

[1] ماں اپنے بچے کو باہم باتوں میں اور کھیل کود میں مصروف کرنے کے لیے کبھی کبھار جس طرح بچے کو کھلاتی ہے اسی طرح چاند آپ کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اس چیز کو عربی میں "مناغات" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵ - جب کبھی بارش ہوتی یا زمین پر پانی جمع ہو جاتا تو آپ گھر سے باہر تشریف لاتے اور بچوں کو دیکھتے کہ وہ پانی میں کھیل رہے ہیں - آپ اُن کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب کرتے - یہی حدیث مواہب میں بھی مذکور ہے ۔

واقعۂ غرانیق اور اس کا رد

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے سورۂ نجم کی تلاوت کی جب آپ نے پڑھا افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں یہ کلمات داخل کئے تلک الغرانیق العلا ان شفاعتھن لترتجی۔ جب حضور علیہ السلام نے سورہ کو ختم کیا تو آپ نے سجدہ کیا۔ مشرکین نے بھی یہ سمجھتے ہوئے آپ کے ساتھ سجدہ کیا کہ آپ نے ان کے خداؤں کا نام اچھائی سے لیا ہے۔ پس یہ خبر [illegible] میں پھیل گئی۔ شیطان نے اس خبر کو پھیلانے [illegible] بڑا کردار ادا کیا۔ جب یہ خبر حبشہ پہنچی تو وہاں پر موجود مسلمان عثمان بن مظعون اور دوسرے صحابہ کرام آپس میں اس بات کا ذکر کرنے لگے کہ تمام اہل مکہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور انہوں نے آ[illegible]ے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور اب مکہ کے مسلمان امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غرانیق، غرنوق کی جمع ہے۔ لغت میں مذکر آبی پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ اس کو اس کی سفیدی کی وجہ سے غرنیق بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک سفید اور نرم و نازک آبی پرندہ ہے۔

کفار یہ گمان کرتے تھے کہ بت انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے اور ان کے لیے باعث شفاعت بنتے ہیں لہٰذا بت اُن پرندوں کی مانند ہیں جو آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

جب کفار مکہ پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ آپ نے اُن کے بتوں کا نام خیر کے ساتھ

نہیں لیا تھا تو واپس اپنی اصل بلکہ پہلے سے بڑھ کر مخالفت پر اُتر آئے جو اُن کا پیشہ تھا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشفا" میں اس واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے اس کا خوب رد کیا ہے۔ جو قاری کے لیے کافی و شافی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے

هذه القصة باطلة موضوعة	یہ قصہ باطل اور من گھڑت ہے۔
لا یجوز القول بها قال اللہ تعالیٰ	ایسا قول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو	تعالیٰ نے صراحۃً آپ کے متعلق فرمایا کہ
الّا وحی یوحیٰ و قال اللہ تعالیٰ	یہ رسول اپنی مرضی سے بولتا تک نہیں۔
سنقرئك فلا تنسیٰ۔	یہ جو کچھ بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول ہم تمہیں ایسا پڑھائیں گے کہ پھر تم کبھی نہیں بھولو گے۔

امام بیہقی نے اس قصہ کے متعلق فرمایا:

هذه القصة غیر ثابتة من	یہ واقعہ نقل کے اعتبار سے ثابت نہیں
جهة النقل	ہے۔

کیونکہ اس کے تمام راوی مطعون اور مجروح ہیں اور یہ کہا کہ اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ فرمایا اور آپ کے ساتھ مشرکین مکہ انس و جن نے بھی سجدہ کیا لیکن اس میں "غرانیق" کا ذکر نہیں۔ بلکہ یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے مگر ایک روایت میں بھی غرانیق کا ذکر نہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ آپ نے بتوں کی تعظیم کی اس نے کفر کیا۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی بعثت کا مقصد بتوں کو ختم کرنا ہے۔ اور اگر آپ بتوں کی تعظیم کریں تو آپ کی شریعت سے اعتماد اٹھ

جائے گا۔ پھر شریعت کے کسی بھی معاملہ میں اعتبا۔ ولقین نہیں رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول باطل ہو جائے گا (جو محال و ناممکن ہے)

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔	اے رسول آپ وہ پیغام لوگوں تک پہنچا دیجئے جو آپ کے اللہ نے آپ پر نازل کیا اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہنچایا، تو پھر آپ نے منصب نبوت کا فریضہ ادا ہی نہیں کیا۔

بلاشبہ حضور علیہ السلام نے وحی کو کما حقہ پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ نے نہ اس میں زیادتی کی اور نہ کمی۔ پس ان وجوہ کی بنا پر یقیناً یہ واقعہ من گھڑت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس موضوع پر حافظ ابن حجر قسطلانیؒ نے جو طویل گفتگو کی ہے اُس کی ضرورت نہ تھی اور اس مسئلہ میں ہم نے جو نقل کیا ہے اللہ کے فضل سے وہی حق ہے۔

شبِ میلاد افضل ہے یا لیلۃ القدر؟

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو۔ حافظ ابنِ حجر قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت دن کو ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ رات کو ہوئی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ کی ولادت رات کو ہوئی تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر افضل ہے یا لیلۃ المولد؟

میرے نزدیک شبِ میلاد، لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس کی درج ذیل تین وجوہ ہیں:

۱۔ شبِ میلاد وہ رات ہے جس میں آپ کی تشریف آوری ہے جبکہ لیلۃ القدر آپ کو عطا کی گئی۔ پس وہ رات جو ذات کے ظہور سے مشرف ہے۔ وہ اعلیٰ ہے اُس رات سے جس نے آپ کو عطا شدہ انعام کی وجہ سے شرف پایا اور اِس میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ پس اس اعتبار سے شبِ میلاد لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۲۔ لیلۃ القدر کو شرف ملائکہ کے نزول سے ملا۔ جبکہ لیلۃ المولد کو شرف آپ کے ظہور سے ملا۔ پس وہ رات جو افضل کے ظہور سے مشرف ہوئی وہ افضل ہے ایسی رات سے جو ملائکہ کے نزول سے مشرف ہوئی۔ پس اس لحاظ سے لیلۃ المولد لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۳۔ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں امتِ محمدیہ پر فضل کیا گیا۔ جبکہ لیلۃ المولد ایسی رات ہے جس میں ساری مخلوق پر فضل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے

لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کی وجہ سے یہ نعمت تمام مخلوق کے لیے عام ہے۔
نفع کے لحاظ سے اور عموم کی وجہ سے شب میلاد افضل ہے۔

اور کتنا مبارک ہے وہ مہینہ جس کو آپ نے شرف بخشا۔ اور اس کی راتیں حرمت کے لحاظ سے ایسی ہیں جیسے ہار کے چمکدار موتی ہوتے ہیں اور مبارک ہے وہ دن جو آپ کی ولادت سے مشرف ہُوا۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کے مولود مبارک کو دلوں کے لیے موسم بہار بنایا اور حسین وجمیل بنایا۔

یقول لنا الحال منه	حال ہمیں خبر دیتا ہے اور قول حق ہمیشہ سامع
وقول الحق یعذب للسمیع	کو میٹھا لگتا ہے۔
فوجهی والزمان وشهر وضعی	پس میرا دل —— وقت موجود اور مہینے
ربیع فی ربیع فی ربیع	ایسے ہیں جیسے بہار۔ بہار اور پھر بہار ہو

اظہارِ حقیقت (حضور کے والدین کے بارےمیں)

یہاں ہم امام اعظم رح کی طرف حضور کے والدین کے بارے میں جو کچھ منسوب ہے کہ وہ آپؐ کے والدین کے کفر کے قائل تھے، اُس کی حقیقت حال سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا اِس قول سے رجوع ثابت ہے جیسے شیخ مصطفیٰ الحمامی نے "النہضۃ الاصلاحیۃ" میں لکھا ہے۔ ملا علی قاری کی طرف ایک کتابچہ منسوب کیا جاتا ہے جس کا نام (ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ الامام فی ابوی الرسول علیہ السلام) ہے جس میں آپؐ کے والدین کریمین کے بارے میں ایسی گفتگو کی گئی ہے جس سے بچنا لازم تھا کیونکہ یہ کلام بارگاہِ مصطفوی میں تکلیف کا باعث بنتا ہے اور آپ کو اذیت دینا عظیم گناہ ہے۔

محدث ابن ابی الدنیا اور ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ ابولہب کی بیٹی درۃ ایک آدمی کے پاس سے گزری اس آدمی نے ان کو دیکھ کر کہا۔ یہ لڑکی اللہ کے دشمن ابولہب کی بیٹی ہے پس حضرت درۃ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اے شخص بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا ذکر رشتہ داری اور ان کے شرف نسب کے لحاظ سے کیا ہے۔ جبکہ تیرے باپ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اُن کی جہالت کی وجہ سے نہیں کیا۔ پھر حضرت درۃ نے حضور علیہ السلام سے اس واقعہ کی شکایت کی آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

لا یؤذین مسلم بکافر   کسی مسلم کو کافر کی وجہ سے طعنہ دے کر تکلیف نہ دو۔

اس نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تم کافروں کا اس طرح ذکر نہ کرو جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اور انہیں دکھ اور الم کا سامنا کرنا پڑے۔

مسلمان کی ہمیشہ عزت کرنی چاہیئے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان کے قریبی رشتہ دار کافر ہوں تو اُن کے حوالے سے اِس سے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ جس سے اُس مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اس کے غصے کا باعث بنے۔

جب عام مسلمانوں کا یہ حال ہے تو سرکار کے بارے میں گفتگو کرنے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ رعائت کرنی چاہیئے کہ کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکل جائے جو ناراضگی کا سبب بنے۔ اسلامی تقاضا اور ادب یہ ہے کہ آپ کے خاندان کے وہ افراد جو حالت کفر پر فوت ہوئے ان کا بھی اس طرح ذکر نہ کیا جائے جو سرکار کی بارگاہ کی اذیت کا سبب ہو تو آپ کے والدین کے بارے میں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے!

ابن مردویہ نے ابن عمر۔ ابی ہریرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ابولہب کی بیٹی درہ جب مہاجر ہو کر مدینہ پاک آئی تو عورتوں نے انہیں کہا۔

انت درة بنت ابی لهب	تو ابولہب کی بیٹی درہ ہے جس کے بارے
الذی یقول الله تبت	میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ
یدا ابی لهب۔	ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں

حضرت درہ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں شکایت کی حضور علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا:

ایها الناس مالی اوذی فی	اے لوگو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم میرے
اهلی فوالله ان شفاعتی	خاندان کے حوالے سے مجھے تکلیف دو۔
لتنال بقرابتی حتی ان	اللہ کی قسم میری شفاعت میرے قریبی
حکما وحاء وصدا وسلهبا۔	رشتہ داروں کو پہنچے گی۔ یہاں تک کہ میرے

حکم۔ حاء صدا اور ان کے پیچھے آنیوالوں[1]
کو بھی قیامت کے دن میری قرابت کیوجہ
سے میری شفاعت حاصل ہو گی۔

اس موضوع پر یہ حدیث نص کا درجہ رکھتی ہے کہ آپ نے لوگوں کو ابولہب کے حوالے سے تذکرہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا تم میرے خاندان کے حوالے سے مجھے تکلیف نہ دو۔

جب حضور علیہ السلام نے ابولہب کے حوالے پر ناراضگی فرمائی۔ حالانکہ وہ قطعی طور پر کافر ہی مرا۔ تو اس شخص پر سرکار کتنے ناراض ہوں گے جو آپ کے والدین کریمین کے بارے میں ایسی گفتگو کرتا ہے جو کہ فطرت پر فوت ہوئے۔ جس کے بارے میں ابھی گفتگو آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

لازمی بات ہے آپ اس شخص پر زیادہ ناراض ہوں گے جو آپ کے والدین کریمین کی بارگاہ میں اہانت یا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ حضور کے والدین وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت سے نوازا۔ اور ان کے پاک وجود سے اس کائنات کے سردار اور پاک ہستی کو پیدا فرمایا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص جو آپ کے والدین کی اہانت کرتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو لعنت کا مستحق اور اللہ کی رحمت سے دور کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ	وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ	ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ	اور آخرت میں اپنی رحمت سے محروم کر

---

[1] یہ قبائل کے نام ہیں۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ دیتا ہے اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اب ہم مذکورہ رسالے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ امام اعظمؒ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ حضور کے والدین قیامت کے دن عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان پر بہت بڑی اور واضح تہمت ہے اور پھر یہ اس سے بھی بڑھ کر تہمت ہے کہ رسالے کا نام ادلۃ معتقد ابی حنیفہ الامام فی ابوی الرسول علیہ السلام ہے (حضور کے والدین کے بارے میں امام اعظم کا عقیدہ یعنی کہ وہ کافر جانتے تھے) اگر کوئی قاری یہ اعتراض کرے کہ ملا علی قاریؒ نے اس رسالے کے شروع میں لکھا کہ امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں کہا ہے: والدا رسول اللہ ماتا علی الکفر۔

جب ان کی کتاب میں موجود ہے تو پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ اس قول کی امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا تہمت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ اکبر میں ماتا علی الکفر کے الفاظ نہیں بلکہ اس میں عبارت یوں ہے:

والدا رسول اللہ ماتا علی الفطرۃ وابو طالب مات کافرا — حضور کے والدین فطرت پر فوت ہوئے جبکہ ابو طالب کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔

میں نے یہ عبارت خود اس قدیم نسخہ میں دیکھی ہے جو مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں موجود ہے۔ بعض اہل علم نے مجھے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی کا تحریر کردہ ہے۔ لائبریری میں یہ نسخہ جس مجموعۂ کتب میں محفوظ ہے اس کا نمبر ۲۳۰ ہے جو شخص فقہ اکبر کے اس نسخہ کو دیکھنا چاہیے۔ وہ اس لائبریری سے رجوع کرے۔ یقیناً وہ اس نسخے میں

وہی الفاظ پائے گا جو ہم نے یہاں نقل کئے ہیں اور مجھے دیکھے ہوئے کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ یہ موسم حج ۱۳۵۴ کی بات ہے اور آج وقتِ تحریر ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ ہے۔ یعنی پانچ ماہ اور کچھ دن ہوئے ہیں کیونکہ میں ۱۳۵۴ ذی الحجہ کے شروع میں مدینہ منورہ تھا جو کوئی بھی تامل سے کام لے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ ملا علی قاریؒ کے نسخے میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے اُس میں یہ اہم خرابیاں ہیں۔

۱۔ پہلی یہ کہ وہ جھوٹ ہے اور یہ اس قدیم نسخے کی مخالفت کرتا ہے جس کا ذکر ہو چکا۔

۲۔ دوسری یہ ہے کہ اس میں تدلیس ہے کیونکہ جب کوئی شخص ملا علی قاریؒ کی منقولہ عبارت کے بعد یہ جملہ پڑھتا ہے (وابوطالب مات کافرا) تو از خود یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب حضور کے والدین اور ابو طالب تمام کفر پر فوت ہوئے تو فقہ اکبر کی عبارت یوں ہونی چاہیے تھی۔ "ووالدا رسول اللّٰہ وابوطالب ماتوا کفارا" یعنی حضور علیہ السلام کے والدین کا کفر الگ اور ابو طالب کے کفر کو الگ ذکر نہ کیا جاتا۔

رہا معاملہ ہمارے نسخے کا تو یہ بہت ہی واضح ہے۔ ابو طالب کے کفر کے افراد میں کیونکہ یہاں حکم ہی دو تھے۔ اس لیے پہلے اس میں حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا ذکر ہے اور اس کے بعد ابو طالب کے کفر پر تصریح ممکن ہے قاری کے ذہن میں یہ بات آئے کہ ملا علی قاری نے جو کفر کا لفظ نقل کیا ہے وہ اس لفظ فطرت سے محرف ہو کر بنا ہو جو اس مذکورہ نسخے میں موجود ہے۔ کیونکہ ان دونوں الفاظ کفر اور فطرۃ کے درمیان واضح قرب ہے۔

کیا یہ تحریف مقصود ہو سکتی ہے کہ ابو طالب کے حکم کو حذف کر دیں اور کہیں:

(ووالدا رسول اللّٰہ ماتا علی الفطرۃ وابوطالب ذالک)

اگر ایسا ہو تو پھر ہم نہیں جانتے کہ یہ حذف مؤلف سے ہوا یا کہ ناشر سے اور یہ سالہ

اصلاً باطل ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس میں لکھا تھا اس سے رجوع کے بعد مصنف نے شرح شفا میں لکھا ہے۔

پہلا مقام صفحہ ۶۰۱ پر ہے جبکہ دوسرا مقام صفحہ ۶۲۸ پر ہے۔ اور یہ شرح شفا کا نسخہ ۱۳۱۶ھ میں استنبول سے شائع ہوا تھا[1]

پہلا مقام ماتن قاضی عیاض رح فرماتے ہیں کہ ابو طالب نے حضور اکرم سے ذی مجاز کے مقام پر کہا:

عطشت ولیس عندی	مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے جبکہ میرے
ماء فنزل النبی وضرب	پاس پانی بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور
بقدمه الارض فخرج الماء	علیہ السلام سواری سے نیچے اترے اور
فقال اشرب۔	اپنا قدم مبارک زمین پر مارا جس سے زمین

سے پانی نکل آیا۔ اور ابو طالب سے کہا پی لو اس کے تحت ملا علی قاری رح شیخ دلجی رح کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الظاهران هذا کان	ظاہر یہی ہے۔ یہ واقعہ اعلانِ نبوت
قبل البعثة یعنی فیکون	سے پہلے کا ہے یعنی یہ ارہاصات[2]
من الارهاصات	میں سے ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ
ولا یبعد ان یکون	یہ واقعہ اعلانِ نبوت کے بعد وقوع

---

[1] شرح شفاء کا یہ نسخہ میرے پاس موجود ہے جس کی فوٹو حاصل کی جا سکتی ہے۔

محمد خان قادری

[2] وہ معجزات جو آپ کو اعلانِ نبوت سے قبل نصیب ہوئے۔

بعد النبوۃ معلوم ہو تو وہ بعد النبوۃ ظہور پذیر ہوا ہو۔ یوں اس کا تعلق معجزات
المعجزات۔ سے ہوگا۔

شاید اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ آخری زمانے میں آپ کے قدموں کی برکت
سے عرفات میں ایک پانی کا چشمہ جاری ہو اور اس کی برکات مکہ اور اس کے ارد گرد میں
ظہور پذیر ہوں۔

ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں اور جہاں تک آپ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ
ہے تو اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ وہ اسلام پر تھے۔ بڑے بڑے
ائمہ کا یہی قول ہے۔ امام سیوطیؒ نے اس موضوع پر اپنے تین رسائل میں اس کو واضح کیا
ہے۔

۲۔ دوسرا مقام

دوسرے مقام پر شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

"جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
اپنے والدین کو زندہ کیا تھا۔ جمہور علماءِ ثقہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ رونما ہوا
ہے۔ جب کہ امام سیوطیؒ نے اپنے تین رسائل میں اس کی تصریح کی ہے"

پس خود مؤلف رسالہ شیخ ملا علی قاری نے حق و صواب کی طرف رجوع کر کے رسالہ
کا رد کر دیا۔ یہی شان تھی ہمارے سابقہ اکابر علماء کی کہ وہ جب کبھی کسی غلطی کے مرتکب
ہوتے تو حق کی طرف رجوع کرنے کے لیے انتظار نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح جب کبھی
ان سے کوئی نافرمانی ہوتی تو فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب بھی ان میں
کوئی نقص رونما ہوتا تو کمال کی طرف بڑھتے۔ جب کبھی وہ اپنے مقام سے ذرا نیچے کی
طرف گرتے تو فوراً چوٹی اور رفعت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے۔

ہمارے پاس والدین نبی کی نجات پر یہی دلیل نہیں بلکہ مذکورہ بالا گفتگو کے علاوہ

بھی ایک دلیل ہے جو آپ کے والدین کی نجات پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے والدین کریمین زمانہ فترہ میں فوت ہوئے۔ اس دور میں کوئی ایسا رسول یا نبی نہ تھا جو ان کو ان کے رب کی طرف سے واجبات کی تعلیم دیتا۔ ان پر زمانہ طویل ہوتا رہا۔ اور وہ اسی حالت میں رہے۔ بے شک یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے دور کے بعد ہے جس میں ان کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ یوں آپ کے والدین دیگر عرب کی طرح معذور ہیں۔

ہم یہ بھی چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر غور کیا جائے: وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔

اس آیت کریمہ کے یہ الفاظ (لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ) نہایت ہی قابل توجہ ہیں جس میں اس دور کے باسیوں کی طرف واجبات سے دوری کا عذر پیش کیا گیا ہے۔ بایں صورت کہ ان کے آباء کو کسی نے اللہ کے خوف سے نہیں ڈرایا۔ تاکہ وہ جانتے کہ ان کے رب کے ان پر کچھ حقوق ہیں جن کی ظاہراً و باطناً پیروی ضروری ہے۔ یوں انکے والدین اپنے والدین کی روش پر پرورش پائے۔ یعنی واجبات پر عمل پیرا نہ تھے۔

اس آیت کریمہ سے فرق واضح ہوا۔ اس بچے جو نیک والدین میں پرورش پایا ہو اور اس بچے کے درمیان جو فاسق والدین کے درمیان پرورش پایا ہو — پہلی صورت میں بچہ دین سے آگاہ اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے قوانین کی اتباع کرے گا جبکہ دوسری صورت میں ایسا نہیں ہوگا۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد گرامی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی قوم کا نقل کیا ہے۔ جبکہ ان پر سیدہ مریم کی حقیقت حال

واضح نہیں تھی تو ان کی قوم نے ان سے کہا :

یا اخت ھرون ما کان	اے ہارون کی بہن تمہارا باپ تو کوئی
ابوک امرأ سوء وما کانت	ایسا (برا) آدمی نہ تھا اور نہ ہی تمہاری
امک بغیا	ماں کوئی باغی عورت تھی ۔

یعنی تم سے اس طرح کے فعل کا سرزد ہونا عجیب ہے کیونکہ تمہارے والدین تو ایسا کام نہیں کرتے تھے ۔

قرآن نے اہلِ فترہ سے عذاب کی نفی کی تصریح کی ہے ۔

وما کنا معذبین حتی	ہم جب تک کسی قوم میں رسول نہ بھیج
نبعث رسولا۔	دیں اس کو سزا نہیں دیتے ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں میں سے کسی کو اصول و فروع کے ترک پر عذاب نہیں دیتا ۔ جب تک ان میں میرا کوئی رسول موجود نہ ہو ۔ جب لوگ عہدِ رسالت سے دور ہوں ۔ سابقہ شریعت میں تحریف و تبدیلی آچکی ہو ۔ اور ان میں کوئی ایسا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہ آیا ہو ۔ جو انہیں متنبّہ کرے اور سمجھائے کہ جن واجبات کو تم چھوڑ رہے ہو اُن کا چھوڑنا تمہارے لیے جائز نہیں تو ایسے لوگوں پر گرفت نہ ہوگی ۔ اگر رسول بھیجے بغیر اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بغیر کسی جرم کے عذاب میں مبتلا کرتا ہے ۔ حالانکہ ہمارا رب نہایت ہی عادل و حاکم ہے جو کبھی بھی کسی کو ناحق عذاب نہیں دیتا ۔

حضور علیہ السلام کے والدین نے اپنے زمانے کے دوسرے لوگوں کی طرح ایسے زمانے میں زندگی بسر کی جب کوئی غیر متبدل شریعت موجود نہ تھی اور نہ ہی کوئی رسول تھا ۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے والدین کی وفات کے بہت عرصہ بعد اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا ۔ آپ کے والد گرامی تو اس وقت فوت ہوگئے تھے جب

آپ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے ۔ جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال اس وقت ہوا
جب آپ کی عمر مبارکہ چار سال یا اس سے بھی کچھ کم تھی ۔ لہٰذا آپ کے والدین کریمین دوزخ
کے عذاب سے نجات پانے والے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ انہیں عذاب نہیں دے گا ۔
جس طرح زمانہ فترہ کے باقی لوگوں کے ساتھ ہوگا ۔ علماءِ امت کی اکثریت کا یہی قول ہے ۔

اگر تمہارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بعض احادیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔
کہ بعض اہل فترہ عذاب میں مبتلا ہیں تو اس حدیث کی رُو سے باقیوں کو بھی ان پر قیاس کر لیا
جائے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں جتنی بھی احادیث مبارکہ ہیں وہ تمام کی تمام
خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں ۔ اخبار احاد کا قرآن پاک کے ساتھ مقابلہ نہیں کرایا جاسکتا

شاید تمہارے ذہن میں یہ بات پیدا ہو کہ یہاں تعارض پیدا ہوتا ہے ۔ اگر بظاہر
تعارض ہے تو اس کا رفع اس طرح ممکن ہے کہ وہ احادیث ان اشخاص کے ساتھ
مخصوص ہوں جن کے احوال کا وہاں ذکر ہے ۔ تو اب قیاس کیسے درست ہوگا علاوہ
ازیں ایسے مواقع پر قیاس جائز بھی نہیں ہوتا ۔

ممکن ہے ذہن میں یہ بات آئے کہ ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے
ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے والدین کو ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی ۔ ہم یہ جواب
دیتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ اس واقعہ سے قبل کا ہے جبکہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو دوبارہ زندہ کیا تھا تاکہ آپؐ پر ایمان لے آئیں ۔
واقعتہً یہ زندگی ان کو نصیب ہوئی اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور
یہ جمہور ائمہ کی رائے ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے بیان کیا ۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس زندگی کے بعد آپ کے والدین کو ایمان نصیب ہوا اور اس
سلسلہ میں سابقہ آیات مبارکہ بھی ممد ومعاون ہیں کیونکہ وہ آیات کریمہ بھی آپ کے
والدین کی نجات پر دلالت کرتی ہیں یوں ان آیات اور احادیث ۔۔۔ کہ میں کوئی تعارض

نہیں کیونکہ اولاً تو یہ احادیث مبارکہ احاد ہیں ثانیاً یہ آپ کے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے سے قبل وارد ہوئی ہیں اور پھر ان احادیث مبارکہ میں چوٹی کے علماء نے تکلم کیا ہے۔ جس کے بعد ان احادیث سے استدلال کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ امام سیوطیؒ نے تنہا اس موضوع پر تین رسائل لکھے جن کا ذکر ملا علی قاریؒ نے بھی فرمایا ہے۔

ملا علی قاریؒ کے رجوع کے معاملہ پر بھی سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں کہ ان کی آخری رائے کونسی ہے؟ تاکہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ اگر اس رسالے کو آخری مان لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ ملا علی قاریؒ نے اپنی تصنیف شرح شفا میں آپؐ کے والدین کریمین ——— کے ایمان اور نجات کا جو قول کیا تھا، اس سے رجوع کر لیا تھا۔ یا شرح شفا والا قول آخری ہو تو اب کفر سے ایمان کی طرف رجوع ہوگا۔ لہٰذا ہم اس نقطے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو کچھ شرح شفا میں لکھا وہ ان کی آخری رائے ہے۔ اس صورت میں معاملہ بڑا واضح ہے لیکن اگر ملا علی قاریؒ کے رسالے کو آخری قول قرار دیا جائے تو معاملہ نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور جو چیز اس معاملے کو اور آسان کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے شرح شفاء میں اس بات کی تصریح کر دی کہ حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ علماء اجل کے درمیان متفق علیہ ہے اور یہی قول جمہور ثقہ علماء کا بھی ہے اور اب اگر ملا علی قاریؒ ایسے قول سے رجوع کر کے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے رسالے میں ہے۔ تو پھر گویا انہوں نے علماء امت اور جمہور کی مخالفت کی تو اس رسالے کی کیا قیمت ہو گی جو جمہور اور ثقہ علماء کے مقابل ہو۔ اب ملا علی قاریؒ ایک طرف اور جمہور علماء دوسری طرف ہوں گے۔ پھر یہ بھی قول کرنا پڑے گا کہ ملا علی قاریؒ نے حق سے رجوع کر لیا اور

ایسی بات کہہ دی جس کا بطلان واضح ہے۔

جب ہم نے ثابت کر دیا کہ امام اعظمؒ کا موقف ہے کہ آپ کے والدین دین فطرت پر فوت ہوئے۔ تو ملا علی قاریؒ کا قول از خود باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ امام اعظمؒ کے کے مقابلے میں ملا علی قاریؒ کا کوئی مقام نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے اپنے رسالے میں جو کچھ لکھا وہ امام صاحب کے محرف کلمات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا۔ اور ان کی سب سے قوی دلیل یہی الفاظ تھے اور پیچھے ہم تفصیلی دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ ان کلمات کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ تحریف شدہ ہیں۔

علامہ آلوسیؒ جن کا شمار اسلافِ ثقہ میں ہوتا ہے' اپنی تفسیر روح المعانی میں "تقلبک فی الساجدین" کے تحت لکھتے ہیں کہ بے شک حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا قول اہل سنت وجماعت کے کثیر علماء کا ہے۔

وانا اخشی الکفر علی من	میں ہر اس شخص کے بارے میں کفر کا
یقول فیھما رضی اللہ عنھما	خوف محسوس کرتا ہوں جو آپؐ کے والدین
علی رغم انف علی القاری	کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھتا ہو
واضرابہ بضد ذلک	ملا علی قاریؒ اس معاملہ میں مخالفت کرتے رہا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے ان دونوں چچا ابو طالب وابولھب کے لیے رحمت ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھا۔ آپ کی دعوت حق کو اپنے کانوں سے سنا اور پھر بھی کفر پر موت تک ڈٹے رہے۔

احادیث نبویہ کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ان دونوں چچاؤں نے آپ سے قرابت کی بنا پر عذاب کی تکالیف میں تخفیف پائی۔ کیونکہ حدیث نبویہ میں ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں تخفیف کر دی۔ جبکہ آپ کے دوسرے چچا ابولہب کو بعض اوقات کے لیے عذاب میں تخفیف کر دی بلکہ اللہ کی قسم! آپ کا مبارک وجود تمام کفار کے لیے رحمت ہے جنہوں نے کھلم کھلا آپ کو جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ.	اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ جب تک تو ان کافروں میں رہے وہ انکو عذاب دے۔

تو پھر آپ کا وجود اپنے والدین کے لیے کیسے رحمت نہ ہوگا؟ جو دین فطرت پر فوت ہوئے جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جمہور ثقہ کا موقف ہے۔

یا والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید محمد امین کتبی نے آپ کے والدین کریمین کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا:

یا والدا المصطفیٰ نلت الکمالات   وجئت بالخیر للماضی ولآت

(اے والدین مصطفیٰ یقیناً آپ نے حضور کی بدولت کمالات کو حاصل کر لیا اور آپ نے ایسی ہستی کو جنم دیا جو گزرے ہوئے اور آنے والے ہر دور کے لیے باعثِ خیر و رحمت ہے)

ما مثل ما نلت من فضل وقد جمعت   لک المفاخر بابن کامل الذات

(اللہ کے جس فضل کو آپ نے پایا ہے اس کی کوئی مثل نہیں اور اس کامل بیٹے کی ذات کی وجہ سے آپ میں بہت سے افعال حمیدہ جمع ہو گئے ہیں)

لقد سموت علی الآباء منقبۃ   کبری و ذکراً جمیلاً فی السموات

(بے شک آپ کی ولادت کی وجہ سے آپ کے والدین ایک منقبت کبریٰ اور ذکر جمیل میں آسمانوں سے بلند ہیں)

یا لعل آمنۃ من خصصت شرفا   حماکما اللہ عن کل الخطیات

(اے آمنہ کے سر کے تاج آپ کو کتنی فضیلت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو تمام خطایا سے محفوظ رکھا۔

آمنتما برسول اللہ معجزۃ   وانتما الآن فی فردوس جنات

(تم دونوں معجزۃ رسول اللہ پر ایمان لائے اور اب آپ جنات کے باغات میں ہیں)

وقد رأیت السیوطی الامام نبی　　بیتاً من العلم من لقوی الروایات

(میں نے امام سیوطیؒ کو پڑھا ہے ۔ انہوں نے اس مسئلہ پر علمی طور پر قوی روایات کو جمع کیا ہے)

وقال ان بجاۃ والدین غدت　　حقاً بتحقیق سادات واثبات

(اور کہا کہ آپ کے والدین کی نجات یقینی ہے اور یہ تمام علماء کی تحقیق ہے ــــــ)

فانظر رسائله ان شئت نلف بہا　　نور الیقین علی تلک الرسالات

(اگر تمہیں خواہش ہو تو ان کے رسالے دیکھو جہاں پر نور یقین اکٹھا کیا گیا ہے)

وذاک معتقدی حقاً ومستندی　　مدعما باحادیث وآیات

(اور وہی میرا اعتقاد اور میری سند ہے جو کہ احادیث مبارکہ اور آیات کو شامل ہے)

والمصطفیٰ مع بر الوالدین له　　اعلی المناصب فی کل المقامات

(حضور علیہ السلام اپنے نیک والدین کے ساتھ ہر جگہ اعلیٰ منصب پر فائز ہیں)

یا بعل آمنه وھی التی نظرت　　نور الشام علی بعد المسافات

(اے آمنہ کے سر کے تاج وہ آمنہ جس نے اتنی دوری کے باوجود شام کے محلات کو دیکھا)

من کان اھدی الی الادیان مکرمة　　فانت اھدیتھم اسنی الھدیات

(جس نے بھی ادیان کی طرف ہدایت دی وہ مکرم ہو گیا اور آپ نے تو ہدایت دینے کا حق ادا کر دیا)

البشر فان عطاء اللہ لیس له　　حد ویاتی بانواع المسرات

(انہیں یہ خوشخبری دے دو کہ اللہ کی عطاء کی کوئی حد نہیں بے شک اللہ کی عطا مختلف طریقوں سے نصیب ہوتی ہے)

وانت اولی لفضل اللہ من بشر　　لم یبلغوا البعض ھا تیک المزیات

(آپ کی ذات اقدس پر ہر بشر سے بڑھ کر اللہ کا فضل ہے اور ان درجات وکمالات میں سے کسی دوسرے پر بعض بھی نہیں)

ھکذا ام الخیر الخلق فھی لھا   حق التقدم فی کل الفضیلات

(اسی طرح خیر الخلق کی والدہ محترمہ کو انہیں بھی تمام سے فضیلت حاصل ہے ـــــ)

یا بنت وھب ملکۃ الفخر اجمعہ   بوضع من جاء بالسبع القرات

(اے بنت وہب آپ قابل فخر ہیں کیونکہ آپ نے اس ہستی کو جنم دیا ہے جو سبع قرات کے ساتھ تشریف لائی)

وجاء بالمعجزات الجم الیسرھا   منبع الماء وتسلم الجمادات

(آپ بہت بڑے بڑے معجزات کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے جن میں چشموں کا جاری ہونا اور جمادات کا سلام کرنا چھوٹے چھوٹے معجزات ہیں)۔

وطاف کل سماء وارتقی فرای   وکلم اللہ فی اللیل المناجات

(آپ شب معراج ہر آسمان سے گذرتے گئے اور بلند ہوتے گئے پھر اللہ کی زیارت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے گفتگو بھی کی)

ھذا ھو الحق مالا شک فیہ اذا   من ملجا عاصم او من مغادات

(یہ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر گنہگار کی پناہ گاہ ہیں اور ہر مصیبت میں پناہ گاہ ہے)

یا من رای لیلۃ الاثنین رافلۃ   من وضعہ فی ثیاب سندسیات

(اے وہ ہستی جس نے پیر کی ناز کرنے والی رات میں دھاری والا کپڑوں میں پیٹے دیکھا)

یا من رای لیلۃ الاثنین حالیۃ   من ذکرہ بعقود جوھریات

(اے وہ ہستی جس نے پیر کی رات اسے دیکھا جس کا ذکر موتیوں کا ہار ہے ـــــ)

یا من رای لیلۃ الاثنین خالدۃ   بیمن طالعھا بین البریات

(اے وہ ذات جس نے پیر کی اس رات میں دیکھا جس کو ہمیشہ کے لیے برکت دیدی گئی ہے)

یا اشرف الخلق قد فضلت الوریٰ نسبا ابا و اما و اجداداً و جدات

(اے مخلوق سے افضل آپ نسب میں والد - والدہ - دادا - دادی اور نانا نانی کے لحاظ سے سب پر فوقیت لے گئے ہیں)

لبیتک فی صلب الناس کان له بذاک ذکر جمیل فی السیادات

(آپ ایسے لوگوں کی صلب میں رہے جن کے ذکر جمیل سے بزرگی و شرف ملتا ہے ۔)

اهدی الی البیت بدنا وهو اوّل من اهدی ففاز بفضل الاسبقیات

(آپ سب سے پہلے وہ ہادی ہیں جو ہادیانِ ماسبق کی تمام خوبیوں کے جامع ہیں)

حیاتِ مصطفوی اور آپ کے جسمِ اطہر کا محفوظ رہنا

اللہ کے نبی زندہ ہیں اور آپکا جسم اطہر زمینی آفات سے محفوظ ہے۔ اس موضوع پر امام حافظ ابن حجر الھیتمی نے ایک خوبصورت قصیدہ لکھا ہے اور علامہ شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی نے اس کی نہایت عمدہ شرح لکھی۔ ہم نے اس قصیدے کے بعد اس کا اکثر حصہ نقل کیا ہے۔ قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ تواترت الادلة والنقول   فما یحصی المصنف مایقول

(دلائل عقلیہ اور نقلیہ کی بہتات ہے اور جو کچھ مصنف نے کہا اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا)

۲۔ بان المصطفیٰ حی طری   ھلال لیس یطرقه افول!

(بے شک حضور علیہ السلام زندہ اور تر و تازہ ہیں اور آپ اس چاند کی مانند ہیں جو کبھی غروب نہیں ہوتا)

۳۔ وان الجسم منه بقاع لحد   کورد لایدنسه الذبول

(قبر انور کے جس ٹکڑے میں آپ کا جسم اطہر ہے وہ ایک ایسے گلاب کے پھول کی مانند ہے جو ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے)

۴۔ وان الهاشمی بکل وصف   جمیل لایغیّر الحلول

(بے شک رسول ہاشمی ہر وصف میں جمیل و حسین ہے اور قبر انور میں اترنا آپ کے اس وصف میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا)

۵۔ وان الدود لا یاتی الیہ کذا الآفات لیس لہا وصول

(آپ کے جسم اطہر کی طرف نہ کوئی کیڑا آسکتا ہے اور نہ ہی کسی آفت کو آپ تک آنے کی طاقت وہمت ہے)

۶۔ ولم تاکل لہ الغبراء لحماً ولا عظماً واثبت ما اقول

(غبراء پرندہ نہ آپ کے گوشت اور نہ آپ کی ہڈیوں کو کھاتا ہے اور میری یہ بات احادیث سے ثابت ہے)

۷۔ وتأتیہ الملائک کل وقت تحییہ وتسمع ما یقول!!

(آپ کی بارگاہ اقدس میں ہر وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے ہیں اور جو کچھ آپ انہیں کہتے ہیں وہ کرتے ہیں)

۸۔ تأتیہ با قحسان وبر حیث یامرھا الجلیل

(ملائکہ آپ کی بارگاہ میں بہترین رزق لاتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے)

۹۔ وصوم ثم حج کل تام یجوز علیہ بل لا یستحیل

(آپ ہر سال روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور یہ ممکن ہے، محال نہیں)

۱۰۔ یطہر بصلاۃ بماءِ غیب ولیقضہا بذا ورد الدلیل

(وہ نماز کے لیے غیب کے پانی سے وضو کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی کرتے ہیں اس پر دلیل وارد ہے)

۱۱۔ یصلی فی الضریح صلاۃ خمس دواماً لا یمل ولا یمیل

(آپ ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں اور یہ عمل آپ کو اکتاتا نہیں ہے)

۱۲۔ کذا الاعمال تعرض کل یوم علیہ کی یسر بہا الرسول

(اسی طرح آپ پر ہر روز امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں تاکہ آپ ان اعمال (حسنہ) کو دیکھ کر خوش ہوں)

۱۳۔ وان کانت صلاحاً قام یدعو الی المولیٰ لیقبل ما یقول

(اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان اعمال کو قبول کرلے)

۱۴۔ والّا غیر ذالک فہو یدعو لیغفرھا وقد اصفح الجلیل

(اور اگر وہ اعمال اچھے نہ ہوں تو آپ ان اعمال کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے)

۱۵۔ وبقعتہ التی ضمتہ حقاً ریاض من جنات تستطیل

(زمین کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کو چھو رہا ہے وہ حقیقت میں وسیع و عریض جنت کا ایک باغ ہے)

۱۶۔ کذا اللحد الذی ضم الطوایا تشرف حین حل بہ النزیل

(اسی طرح وہ لحد جو آپ کے پہلوؤں کو مس کر رہی ہے وہ آپ کے جلوہ افروز ہونے سے ہی مشرف و اعلیٰ ہے)

۱۷۔ وافضل من سموات وارض واَملاک بافلاک تجول!

(قبر انور کا یہ حصہ تمام زمین و آسمان تمام کائنات اور گھومنے والے آسمانوں سے بھی افضل ہے)۔

۱۸۔ ومن عرش ومن جنات عدن وفردوس بہا خیر جزیل

(یہ عرش اور جنت عدن سے افضل ہے اور فردوس بھی اس حصہ کی وجہ سے مبارک ہے)

۱۹۔ وفی القبر الشریف فراہ حیاً الی کل البقاع لہ وصول

(آپ اپنی قبر شریف میں زندہ مشاہدہ کرنے والے ہیں اور زمین کے تمام حصوں کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔)

۲۰ - وکل الانبیاء کذالک حقاً　　باجداث لهم ظل ظلیل!

(تمام انبیاء کا بھی یہی حال ہے آپ اپنے آباء و اجداد کے لیے سایہ ہیں)

۲۱ - ولم تعلم مقابرهم بارض　　یقیناً غیر ما سکن الرسول!

(کرۂ ارض پر انبیاء علیہم السلام کے مزارات سوائے حضور کے یقینی طور پر متعین نہیں)

۲۲ - وفی حبرون ایضاً ثم غار　　به رسل کرام والخلیل

(شہر حبرون میں اور غار میں رسل کرام کے مزارات ہیں)

۲۳ - ولولا انه حی حری　　بادراک کما نقل الفحول

(اگر وہ زندہ نہ ہوتے ادراک کے ساتھ جیسے کہ نامور اہل علم نے لکھا ہے)

۲۴ - لما سعت الشموس الیه حقاً　　تسلم حین تطلع و تزول

(تو تمام علماء و اسلاف طلوع و غروب کے وقت آپ کی خدمت میں حاضری اور سلام کا ارادہ کیوں کرتے؟)

۲۵ - ما کان الجمیع الیه یسمی　　دیر جوان یکون له قبول

(اور جب بھی کوئی حاجی آپ کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یہی امید کرتا ہے کہ اس کی حاضری قبول ہو۔)

۲۶ - کذالک النوق فی الوادی ینادی　　لها الحادی وطاب لها المقیل

(اور اسی طرح سواری میں اونٹنیوں کو ندا دینے والے ہیں اور ان کے کلمات بہت خوب ہوتے ہیں)

۲۷ - تمد رقابها شوقاً الیه　　وادمها کسیل اذ یمیل

(وہ اپنی سواریوں کو شوق میں کھینچتا ہے اور ان کو آنسوؤں سے تر کرتا ہے جیسے کہ سیلاب)

۲۸۔ ویلقاھم اذا وفدوا علیہ ۔ وینظرھم اذا ازدحم القفول

(اور جب وہ وفد کی شکل میں آتے ہیں تو ان کو آپ ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔)
اور ہجوم کی صورت میں قافلے آتے ہیں تو ان کی طرف آپ نگاہِ شفقت کرتے ہیں)

۲۹۔ ویسمعھم اذا صلوا علیہ ۔ باذنیہ فقصر یا ملول

(جب کوئی آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے تو آپ اپنے کانوں سے اسے سنتے ہیں۔
اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو)

۳۰۔ ومن لم یعتقد ھذا بطہ ۔ یقیناً فھو زندیق جھول

(جو شخص اس مذکورہ بیان کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ یقیناً جاہل اور زندیق ہے۔)

۳۱۔ عبید ھیتمی مستجیر ۔ بمن حطت بساحتہ الحمول

(ادنیٰ غلام ھیتمی پناہ طلب کرتا ہے۔ آقا اپنے بوجھ لے کر کس کے دروازے پر
جاؤں ؟)

۳۲۔ علیہ اللّٰہ صلی کل وقت ۔ مدی الایام ماشدت جمول

(آپ پر ہر وقت اللّٰہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ ابتدائے ایام سے اس وقت تک
جب تک اس جہاں میں کوئی آباد ہے۔)

۳۳۔ وآل والصحابۃ ماتدانی ۔ من الاقطار سیل اذ لیسیل!

(آپ کی آل پر، اصحاب پر اور اس شخص پر جو آپ کی طرف کسی طرح منسوب ہے)

قصیدہ ابن حجر الھیتمی کی شرح

علامہ شیخ محمد حبیب اللّٰہ شینقطی نے اس قصیدے کی شرح کی ہے۔ میں نے اس شرح کو پڑھا اور ان چند فوائد کا استفادہ کیا۔

۱۔ الذبول ۔ جو طویل زمانے کی وجہ سے خشک ہوگیا ہو۔

۱۔ اثبت ما اقول ۔ یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ۔ یہ احادیث صحاح میں موجود ہے۔
امام نسائی اپنی سنن کی کتاب "کتاب الجمعہ" میں اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ عزوجل قد حرم علی الارض ان یاکل اجساد الانبیاء علیھم الصلوۃ وسلام

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو کھائے۔

اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب " ذکر وفاۃ النبی " اور پھر کتاب الجمعہ میں شداد
بن اوس سے روایت کیا ہے ۔ اسی طرح ابو داؤد نے بھی ذکر کیا ہے ۔
حیاۃ انبیاء پر بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور
علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے ۔

۲۔ تاتیہ بارزاق ۔ آپ کو رزق حسن دیا جاتا ہے ۔ وہ اس لیے کہ آپ میں شہادت
اور نبوت دونوں جمع ہیں کیونکہ خیبر کے موقع پر کھایا ہوا لقمہ کا زہر آپ کی شہادت کا سبب
بنا اور بحیثیت نبی آپ کی زندگی قبر میں شہداء کی زندگی سے یقیناً اعلیٰ و افضل ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں تم انہیں مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں اور رزق حاصل کرتے ہیں۔

رزق صرف دنیاوی رزق تک ہی محدود نہیں ۔ اسی طرح مقتول سے بھی یہی
مراد نہیں کہ وہ تلوار سے قتل ہو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے افان مات او قتل ۔
اس آیت کریمہ میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اگر حضور علیہ السلام بستر پر بھی فوت

ہوں جیسا کہ ظاہر ہے پھر بھی آپ شہید ہیں۔

۴۔ وصوم ثم حج۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام اپنے اپنے جسموں کے ساتھ حقیقی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے بدن دنیا کی طرح دنیوی کھانے پینے کے محتاج ہیں۔ کھانا پینا عادی چیز ہے، عقلی نہیں مثلاً ملائکہ علیہم السلام زندہ ہیں لیکن انہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں۔ ہاں اگر کھانے یا پینے کا ذکر ہے بھی تو وہ دنیاوی کھانے تک ہی محدود نہیں اس کے علاوہ بھی رزق ہو سکتا ہے۔

۵۔ قولہ یقضیھا۔ یعنی آپ عالم برزخ میں نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔ یہ عمل برائے تلذذ ہے۔ آپ پر واجب نہیں۔

۶۔ قولہ یصلی فی الضریح۔ یعنی حضور علیہ السلام اپنی قبر انور میں پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخ کے بارے میں جن نمازوں کا ذکر ہوتا ہے یہ نمازیں علی سبیل التکلیف نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ علی سبیل تلذذ ہوتی ہیں۔ یہ نمازیں ان پر اللہ کی نعمتوں میں ایک نعمت ہے اور صحیح مسلم میں مرفوعاً روایت ہے کہ اہل جنت تسبیح و تحمید کے ساتھ اس طرح محبت کریں گے جس طرح انسان اپنی ذات سے کرتا ہے۔

۷۔ قولہ کذا الاعمال تعرض کل یوم۔ اس قول کے ذریعے مصنف علیہ الرحمۃ ان احادیث مبارکہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ جیسے ابن سعد نے طبقات میں بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلاً روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون و	میری ظاہری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم
یحدث لکم فاذا انا مت	مجھ سے عرض کرتے ہو اور تمہارے لیے ترسیم

كانت وفاتي خيرا لكم تعرض | کا حل بیان کر دیا جاتا ہے اور جب میں
على اعمالكم فان رأيت خيرا | اس جہاں سے وصال کر جاؤں گا تو میرا
حمدت الله وان رأيت | یہاں سے پردہ کرنا بھی تمہارے لیے
شرا استغفرت لكم۔ | بہتر ہے کیونکہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش

کیے جائیں گے۔ اگر میں اعمال کو اچھے پاؤں گا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار کروں گا۔

شیخ عزیزی شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ اعمال کا پیش ہونا ہر روز کا معمول ہے جیسا کہ مؤلف نے خود بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر انبیاء اور والدین پر بھی ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

شیخ حفنی جامع الصغیر کے حاشیہ میں "تحدثون و يحدث لكم" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تم اپنی مشکل میرے سامنے بیان کرتے ہو۔ اور میری طرف سے تمہیں ایسی چیز حاصل ہو جاتی ہے جس سے تمہاری مشکل و پریشانی زائل ہو جاتی ہے۔

۸۔ قوله ۔ رياض : جیسا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ

القبر روضة من رياض | قبر جنت کے باغوں میں سے ایک
الجنة۔ | باغیچہ ہے کہ

تو جب ہر مومن کی قبر کا یہ حال ہے تو پھر قبر انور کا وہ ٹکڑا جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ یقیناً جنت کے باغوں میں سے ہے۔ جیسا کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔

۹۔ قوله ۔ وافضل من سموات وارض ۔ امام قسطلانی رح نے المواہب اللدنیہ

میں ذکر کیا ہے کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو حضور علیہ السلام کے اعضاء شریفہ کے ساتھ مس کر رہا ہے وہ تمام کائنات سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ اس بات کی تصریح ابن عساکرؒ الباجیؒ اور قاضی عیاضؒ نے کی ہے۔ بلکہ شیخ تاج الدین سبکی نے ایک قول نقل کیا ہے جس کو سید سمہودیؒ نے فضائلِ مدینہ میں ابن عقیل الحنبلیؒ سے روایت کیا ہے کہ :

البقعة التی قبر فیہا علیہ الصلوٰة و السلام افضل من العرش .
زمین کا وہ حصہ جس میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں عرش سے بھی افضل ہے۔

امام فاکہانیؒ اسے تمام آسمانوں سے افضل قرار دیتے ہوئے تصریح کرتے ہیں :

اقول انا و افضل من بقاع السموات
کہ زمین کا یہ حصہ تمام آسمانوں سے بھی افضل ہے۔

پھر فرمایا : میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو اس قول کی مخالفت کرے۔ میرا یہ اعتقاد ہے کہ اگر اس مسئلہ کو علماء امت کے سامنے رکھا جائے تو وہ ہرگز اس میں اختلاف نہیں کریں گے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ تمام آسمانوں نے حضور علیہ السلام کے مبارک قدم لگنے سے شرف پایا۔ یہاں اگر یہ قول کیا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ زمین کا ہر حصہ حضور کے شرف کی وجہ سے آسمان سے افضل ہے۔ کیونکہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں : ے

اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمیں کو
افلاک پہ تو گنبدِ خضرا نہیں کوئی

بلکہ میرے نزدیک تو یہی متعین اور واضح ہے۔ زمین کی فضیلت پر اکثر علماء نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ انبیاء کی تخلیق بھی زمین کی مٹی سے ہوئی اور اسی میں وہ

دفن ہیں۔ باقی زمین افضل ہے یا آسمان؟ یہ اختلاف اس حصۂ زمین کے علاوہ ہے جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ امام زرقانی نے تصریح کی کہ اس کے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ درج ذیل اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جزم الجمیع بان خیر الارض ما   قد حاط ذات المصطفی وحواها

(تمام امت کا اس بات پر یقین ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس نے آپ کو مس کیا ہوا ہے وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے)۔

ونعم لقد صدقوا بساکنھا علت   کالنفس حین ذکت ذکی ماواھا

(اور یہ انہوں نے سچ کہا۔ کیونکہ مکان صاحبِ مکان کی وجہ سے شرف پاتا ہے۔ تو جب آپ کی ذات سب سے افضل ہے تو جگہ بھی افضل ہوگی)۔

۱۰۔ وفی القبر الشریف تراہ حیًا (قبر انور میں آپ زندہ ہیں)

اس پر دلائل میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام بیہقیؒ نے کتاب حیاۃ الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔   انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اسے ابو یعلی بزار اور ابن عدی نے بھی روایت کیا ہے۔

حیات انبیاء کے بارے میں امام بیہقیؒ نے ایک عظیم کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بہت سارے ایسے صریح دلائل بیان کئے ہیں جو اسی بات کو پختہ کرتے ہیں جس کا ذکر علامہ ابنِ حجرؒ نے بھی اس قصیدے میں انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ اور قبروں میں ان کے تصرفات کے متعلق لکھا ہے۔

امام سیوطیؒ نے بھی اس مسئلے پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "ابناء الاذکیاء بحیاۃ

الانبیاء ہے۔ یہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے اور میری لائبریری میں موجود ہے۔ اللہ اسے محفوظ رکھے۔

امام قسطلانی المواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی مسلم و ثابت اور دائمی ہے۔ اور جہاں تک ہمارے آقا و مولیٰ کی بات ہے تو نصوص اور اجماع سے ثابت ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں جب آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں پھر آپ کی زندگی بھی باقی انبیاء کے مقابلے میں اکمل و اتم ہے۔

میں کہتا ہوں خصوصاً جب ہم اس زہر کو پیش نظر رکھیں جو ایک یہودیہ عورت نے آپ کو طعام میں دیا تھا اور یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اس صورت میں آپ ظاہری شہادت کے مرتبہ پر بھی فائز ہوں گے

۱۱۔ قولہ۔ کذالک کل الانبیاء حقاً۔ یہ تشبیہ اس باب میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جس طرح کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ قبیلہ شنوءۃ کے افراد میں سے محسوس ہو رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ بھی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ عروۃ بن مسعود ثقفیؓ کے مشابہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ تمہارے صاحب (اپنی ذات) کے مشابہ تھے۔ پس نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے ان کی امامت کرائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے کہا گیا اے محمد! یہ جہنم کا داروغہ ہے اسے سلام کہیں۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے سلام کیا۔

امام مسلم نے باب فضائل موسیٰ علیہ السلام میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مررت علی موسیٰ لیلة اسریٰ بی الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہٖ	میں معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۲۔ قولہ ۔ (وفی حبرون)۔ حَبْرون (حا پر زبر اور با ساکن)۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے بیٹے اسحاق، ان کے بیٹے یعقوب اور ان کے بیٹے یوسف علیہم السلام اس غار کے مرکز میں دفن ہیں جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جو اب مسجد خلیل کے درمیان میں واقع ہے۔ ابن الحاج وغیرہ نے مدخل میں اسی پر یقین کیا ہے۔

۱۳۔ قولہ ۔ لماسعت الشموس ۔ یعنی علماء اپنے کجاووں کو آپ کی زیارت کے لیے کستے ہیں۔ یہاں شموس سے مراد وہی علماء ہیں جو آپ کے وصال کے بعد حاضری کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۴۔ وینظرھم اذا ازدحم القفول ۔ آپ قافلوں پر نظر شفقت فرماتے ہیں۔ امام قسطلانی رح اور دیگر اہل معرفت بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم علیہ السلام کی بارگاہ کریمانہ سے عالم بشریت پر خصوصی شفقت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کرم نوازی فرماتے ہوئے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور یہ نظر عنایت آپ کی ہر وقت تمام مسلمانوں پر رہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک لمحہ میں کروڑہا لوگ موجود ہوں تب بھی آپ کی توجہ اور التفات روحانی ان کو محیط ہو گئی۔ اور اس کا مجھے مشاہدہ حاصل ہوا ہے۔ مگر وہ منظر الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

جالی مُقدّس

(جالی مبارک کے ساتھ چمٹنا اور اُسے مَس کرنا)

مناسب یہ ہے کہ کوئی بھی زیارت کرنے والا شخص آپ کی قبر شریف کو نہ تو چھوے اور نہ ہی اس پر ہاتھ پھیرے۔ اور نہ ہی اپنے پیٹ یا پیٹھ کو قبر انور کی دیوار و غلاف اور جالی مبارک کے ساتھ لگائے۔ کیونکہ یہ تمام کی تمام حرکات بارگاہ نبوی کے ادب کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہیں۔ حصولِ برکت کے لیے کرنا بھی کراہت کو ختم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ آداب بارگاہ سے جہالت ہے اور عوام کے عمل کو محبت نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ صحیح بات وہی ہے۔ جو اہلِ علم کہیں اور ان کا اتفاق ہے کہ ایسا عمل خلافِ ادب ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے "ایضاح" میں اس کی تصریح کی ہے۔

شیخ ابن حجرؒ نے "المنح والجوھر" میں اسی کو ترجیح دی اور احیاء علوم الدین میں ہے:

مس المشاھد وتقبیلھا	قبر کو چھونا اور اس کا چومنا یہودیوں
عادۃ الیھود والنصاریٰ	اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

امام عبدالوہاب الشعرانیؒ نے اسی کے موافق ذکر کیا ہے۔

شیخ زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعات ہیں جو شرعاً ناپسند ہیں۔

پس قبر انور کی زیارت کرتے ہوئے ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے دور رہا جائے۔

جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں یہی ادب تھا۔ یہی صحیح اور مختار رائے ہے۔ جاہل عوام کے عمل سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ وہ اس کے خلاف کرتے ہیں بلکہ تم ہدایت کی اتباع کرو۔ اگر اس درست راہ پر تھوڑے لوگ عمل کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ گمراہی کے راستوں سے بچنا ضروری ہے۔ تمہیں ہلاک ہونے والوں کی کثرت دھوکہ نہ دے۔ طریقہ ادب وہی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ اور ہر وہ طریقہ خلاف ادب ہے جو کسی انسان نے بغیر کسی شرعی دلیل کے بنایا ہو۔ آپ کی بارگاہ ہو یا دیگر انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کی ہو، اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

البتہ اگر کسی شخص پر حال صحیح یا وجد صادق غالب آجائے تو ایسی صورت میں اس کے لیے کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی نیت درست ہے اور اس پر محبت وشوق کے جذبات غالب آجائیں تو اس کے لیے بھی جائز ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لیے جو خضوع وخشوع کی عملی تصویر ہو۔ کیونکہ جس طرح یہاں قلبی خضوع مطلوب ہے۔ اسی طرح ظاہری حرکات وافعال کا ظہور مطلوب ہے۔ ایسے وقت میں رُخسار۔ چہرے اور داڑھی کا آپ کی بارگاہ کی مٹی اور چوکھٹ پر رکھنا امر محبوب ہے۔ جب خلوت ہو اور عام لوگ موجود نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اس لیے اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جب بعض اہل معرفت پر محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو نظر وبصر سے دنیاوی پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ آپؐ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے ہوئے ان عادی امور سے نکل کر حقائق نازلہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ اب وہ مٹی اور چوکھٹ پر جھکا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اپنے حبیب کے قدموں سے لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے کرم، احسان اور فضل سے ہمیں، ہمارے تمام محسنین اور ہماری اولاد کو اس مقام سے روشناس کرائے۔ ان واقعات کو اسی صورت حال پر محمول کیا جائے گا۔ مثلاً:

حضرت بلالؓ کے بارے میں ہے کہ جب پہلی دفعہ شام سے واپس مدینہ پاک آئے تو اپنا چہرہ قبرِ انور پر رکھ دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ حضور علیہ السلام کو قبرانور میں رکھا گیا تو انہوں نے قبرانور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شم تربة احمد　　ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

(جس نے حضور علیہ السلام کے مزارِ اقدس کی مٹی سونگھ لی ہے اُسے کسی اور خوشبو کی کبھی محتاجی نہیں)

صبت علی مصائب لو انها　　صبت علی الایام صرن لیالیا

(مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اگر یہ مصیبت دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں کی شکل اختیار کر جاتے)

شیخ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ دارالحدیث کی اس چٹائی پر اپنا چہرہ رکھ دیتے تھے جس کو امام نوویؒ کے قدموں نے چھوا تھا۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وفی دار الحدیث لطیف معنی　　الی بسط مااصبو و آوی

(دارالحدیث کی چٹائی کے ساتھ مجھے محبت اور ذوق ہے۔ میں اسے جائے پناہ بناتا ہوں)

لعلی انا ال بحرِ وجھی　　مکانا مسہ قدم النووی

(شاید میں اس جگہ کو پالوں جہاں امام نوویؒ کے قدم لگے ہیں)

عارف باللہ شیخ حسن البکریؒ اپنے چہرے اور داڑھی کو بیت الحرام، حجر اسماعیل اور دوسری چیزوں پر رگڑتے تھے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس طرح کے افعال کا جائز و ناجائز ہونا فاعل کی حالت پر منحصر ہے۔ جیسے کہ تو مشاہدہ کرتا ہے کہ اہل ادب' ادب کو پہچانتے ہیں اور غیر اہل ادب کے لیے مناسب یہی ہے کہ ان کو ایسے معاملات سے روکا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء نے حجر اسود کے چومنے کے جواز سے ہر اس چیز کو چومنا جائز قرار دیا ہے جو قابلِ تعظیم ہو۔ خواہ وہ انسان ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ——— !

جہاں تک آدمی کو چومنے کا تعلق ہے۔ اس بارے میں کتب احادیث کے کتاب الادب کا مطالعہ کیا جائے ——————— امام احمد بن حنبلؒ سے حضور علیہ السلام کے منبر شریف اور قبر انور کے چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں خطیب ابن جملہ نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد گرامی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو قبر انور کو چھوتا ہے یا اس جیسا عمل کرتا ہے۔ اور اس سب کچھ کرنے سے اس کا مقصد قرب الٰہی ہے تو انہوں نے فرمایا ایسے اعمال میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو حنیفہ یمنیؒ (جو کہ مکہ مکرمہ کے شافعی علماء سے تعلق رکھتے ہیں) سے منقول ہے کہ قرآن پاک، کتب احادیث اور صالحین کی قبور کا چومنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر علماء کے اقوال سے بھی اسی کے جواز پر تصریح ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں جواز کا جو قول کیا گیا ہے وہ کراہت کے منافی نہیں کیونکہ مکروہ ہونے کے باوجود فعل جائز ہوتا ہے۔ رہا مسئلہ یہ کہ چومنے سے مقصود تبرک و شفاعت کا حصول ہو تو یہ کراہت کو ختم نہیں کرتا کیونکہ یہ جہالت ہے اور ادب کے شایانِ شان نہیں۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ پس ایسے قصد سے نفی کراہت نہیں ہوگی۔ یہ کراہت بطور زجر لوگوں کے لیے ہے تاکہ وہ ہجوم کے وقت اس کام کے کرنے میں

ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

پس اس سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ بالا علماء کے قول کو بھی اس شخص پر محمول کیا جائے جسے استغراقِ محبت اور غلبہ شوق اس پر برانگیختہ کرے۔ کیونکہ بعض اوقات محبت محب کے دل کو اس طرح مستغرق کر دیتی ہے وہ ایسے اعمال کرتا ہے جس پر اس کی ملامت نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسے حالات عارض ہو جاتے ہیں جو اس کو اتنا مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسی حرکات کیے بغیر اس کیفیت کو ختم نہیں کر سکتا۔

بے شک محبت میں مستغرق ہونا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی بنا پر اس کی اجازت ہے۔ اور اس سے مقصود صرف بارگاہِ مصطفوی کی تعظیم وادب ہے۔ احترام و تعظیم کرنے میں بھی لوگوں کے مختلف طبقات ہیں جیسا کہ خود حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام کا حال تھا۔ کچھ لوگ جب آپکو دیکھتے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ پاتے اور ہوش کو بھول کر آپ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے اور کچھ لوگ ضعف کی بنا پر پیچھے بھی رہ جاتے اور یہ تمام خیر پر ہی تھے۔

یہ تمام بحث سید سمہودیؒ نے " ذروۃ الوفاء بما یجب لحضرۃ المصطفیٰ" ابن حجرؒ نے "الجوھر" اور امام فاکھی نے "حسن التوسل" میں ذکر کی ہے۔

زیارتِ نبوی افضل عمل

حافظ ابن قیم کی رائے میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرنا سب سے افضل عمل ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مشہور قصیدے نونیہ میں فرماتے ہیں :

۱- فاذا اتینا المسجد النبوی صلینا التحیۃ اولا ثنتان

(پس جب ہم مسجد نبوی میں پہنچ جائیں تو ہمیں پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنی چاہیئے)

۲- بتمام ارکان لہا وخشوعہا وحضور قلب فعل ذی الاحسان

(ان میں ارکان کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام کے ساتھ خشوع وحضور قلب کا ہونا ضروری ہے)

۳- فنقوم دون القبر وقفۃ خاضع متذلل فی السر والاعلان

(پھر ہم قبر انور کی زیارت کے لیے چلیں اس طرح ادب کے ساتھ جیسے کوئی سر کے بل جاتا ہے)

۴- فکانہ فی القبر حی ناطق فالواقفون نواکس الاذقان

(آپ قبر انور میں زندہ اور ناطق ہیں سامنے کھڑے ہونیوالے سر منہ جھکائے ہوئے ہیں)

۵- ملکتہم تلک المہابۃ فاعترت تلک القوائم کثرۃ الرجفان

(اس طرح آپ کی ہیبت ورعب طاری ہو کہ کھڑے ہونے والے پر کپکپی کا ایک سماں ہو)

۶۔ تفجرت تلک العیون بمائہا ولطالما غاضت علی الزمان

(آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑیں جو عرصہ تک خشک نہ ہونے پائیں)

۷۔ واتی المسلم بالسلام بھیبۃ ووقار ذی علم وذی ایمان

(ہر مسلمان کو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت صاحب علم اور صاحب ایمان کی طرح باوقار ہونا چاہیئے)

۸۔ لم یرفع الاصوات حول ضریحہ کلا ولم یسجد علی الاذقان

(آپ کی قبر انور کے پاس آواز ہرگز بلند نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی وہاں سجدہ کرنا چاہیئے)۔

۹۔ کلا ولم یرطائفا بالقبر أسبوعاً وکان القبر بیت ثان

(آپ کی قبر انور کا بیت اللہ کی طرح سات چکر کی صورت میں طواف نہ کیا جائے)

۱۰۔ ثم انثنی بدعائہ متوجھا للہ نحو البیت ذی الارکان

(پھر باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی جائے۔)

۱۱۔ ھذی زیارۃ من غدا متماسکاً بشریعۃ الاسلام والایمان

(یہ طریقہ زیارت ہے اس شخص کے لیے جو شریعت اور ایمان کا دامن پکڑنے والا ہے)

۱۲۔ من افضل الاعمال ھاتیک الزیارۃ وھی یوم الحشر فی المیزان

(زیارت نبوی افضل اعمال میں سے ہے اور یہ قیامت کے دن میزان میں کام آئے گی)

(القصیدۃ النونیہ لابن قیم، ۱۸۱)



بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب

حاضری کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں آواز بلند نہ کی جائے۔ ایک دفعہ امیرالمومنین منصور نے امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں مناظرہ کیا۔ امام مالکؒ نے منصور سے کہا کہ اے امیرالمومنین اس مسجد نبوی میں آواز پست رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ

اگلی آیت میں بعض لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات

بے شک حضور علیہ السلام کی عزت و حرمت جیسی ظاہری زندگی میں تھی ایسی آج بھی ہے۔ اس پر خلیفہ منصور خاموش ہو گیا۔ پس ہمیں امام مالک اور خلیفہ منصور کے اس واقعہ سے ادب و تعظیم سیکھنا چاہیئے۔

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ طائف کے دو آدمی مسجد نبوی میں اونچی آواز سے گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا:

لو کنتما من اھل البلد	اگر تم شہر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں
لا وجعتکما فترفعان اصواتکما	سبق سکھا دیتا کیونکہ تم مسجد نبوی کے اندر
فی مسجد رسول اللہ۔	آواز بلند کر رہے ہو۔

امام سمہودیؒ نے "ذردۃ الوفا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا ہرگز مناسب نہیں خواہ آپؐ ظاہری حیات میں ہوں یا عالم برزخ میں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ جب مسجد نبوی کے ساتھ ملحقہ گھروں میں

کوئی کھونٹی گاڑتا یا کلہاڑا چلاتا تو اس کی طرف پیغام بھیجتی تھیں اللہ کے رسول کو تکلیف مت دو۔ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ تھی۔ مسجد کے قریب رہنے والے لوگ حاجت کے مطابق ہی اس طرح کا کام کریں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ضرورت سے زائد کام کرنا ادب میں سے نہیں ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو ہر اس عمل سے تکلیف ہوتی ہے جس میں کمالِ ادب کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ اس لیے کہ آپ دونوں جہانوں میں زندہ و جاوید ہیں۔

زائرین کے لیے شفاعت کا خصوصی تحفہ

ابنِ عدیؒ اور امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ — جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

امام بیہقیؒ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زارنی بالمدینة محتسبًا کنت له شهیدًا وشفیعًا یوم القیامة۔ — جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ منورہ میں میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ و شفیع ہوں گا

" وجبت له شفاعتی " کا معنی یہ ہے کہ میری شفاعت متحقق اور لازم ہوگئی ہے۔ یعنی مجھ پر لازم ہوگیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی و درگزر کے لیے سفارش کروں۔

امام سبکیؒ فرماتے ہیں۔ اس خاص شفاعت سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ زائرین کو ایسی شفاعت حاصل ہوگی جو دوسروں کو عمومًا و خصوصًا نہیں ملتی۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ

زائرین ایک خاص شفاعت کے مستحق ہیں جس کی وجہ سے وہ مشرف ہونے میں منفرد ہوں گے۔

یا اس سے یہ مراد ہے کہ زائرین کا زیارت کے باعث شفاعت حاصل کرنے والے عمومی افراد میں شامل ہونا واجب ہو جاتا ہے اور بشارت کا فائدہ یہ ہے کہ زائر حالت اسلام میں فوت ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زیارت کا فائدہ یا تو زائر کو یہ ہوگا کہ وہ حالت اسلام پر فوت ہوگا یا یہ کہ عام امت کی بہ نسبت زائر کے لیے شفاعت کمال درجے کی ہوگی۔

حدیث وجبت لہٗ شفاعتی کا مفہوم

شفاعت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا اس شفاعت کو مشرف و مخصوص کرتا ہے کیونکہ ملائکہ اور اللہ کے دیگر مقرب بندے بھی شفاعت کرتے ہیں لیکن زیارت کرنے والے کی آپ ذاتی طور پر شفاعت کریں گے۔

حدیث: من زارنی بالمدینۃ کا مفہوم

یعنی جس شخص نے میری ظاہری حیات و عالم برزخ میں قرب الٰہی اور ثواب کی نیت سے میری زیارت کی میں اس کے لیے گواہ و شفیع بنوں گا۔ شہید، مطیع بندوں کے لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اور میری اطاعت کی اور گنہگار کی شفاعت کروں گا۔ شہادت کی یہ صورت اس شہادت سے الگ ہوگی جو آپ تمام امتوں کے لیے کریں گے۔ اسی طرح شفاعت بھی اس شفاعت عام سے الگ ہوگی جو آپ کی تمام امت کے لیے ہے۔ بعض علماء امت کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کرنا کمالاتِ حج میں سے ہے۔

جبکہ اہلِ تصوّف (اہل معرفت) کے نزدیک حضور علیہ السلام کی قبرِ انور کی زیارت کرنا فرض ہے ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کی قبرِ انور کی طرف جانا ایسا ہی ہے جیسا آپ کی ظاہری حیات میں آپ کی طرف جانا تھا۔

حکیم ترمذیؒ فرماتے ہیں "حضور علیہ السلام کی زیارت کرنا ہجرت ہے پس جو کوئی آپ کی قبرِ انور کی زیارت کرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ —— زیارت کے بعد حضور علیہ السلام کی شفاعت اس کے لیے واجب ہو جائے تاکہ اس کی زیارت کی حرمت قائم رہے۔

شہرِ مدینہ کے خصائص و فضائل

امام زرکشیؒ نے اس موضوع پہ ایک فصل قائم کی ہے۔ میں نے اس میں سے چند نکات اخذ کئے ہیں۔

۱۔ حضور ختم الرسلؐ نے اپنے ہاتھ سے مہاجرین اور انصار صحابہ (جو کہ اس امت کے افضل ترین انسان ہیں) کے ساتھ مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک ایسا شرف ہے۔ جو اس کے علاوہ دوسری کسی مسجد کو نصیب نہیں۔ مزید برآں یہ کہ مدینہ کا خطہ اس حصے پر بھی مشتمل ہے۔ جو بالاتفاق سارے کرۂ ارض سے افضل ہے۔ یعنی وہ جگہ جس میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ اس اجماع کے ناقلین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ہیں اور اس حقیقت کو بعض اہل علم نے اشعار میں یوں بیان کیا۔

جزم الجميع بان خير الارض ما قد حاط ذات المصطفى وحواها

(تمام امت کا اس بات پہ پختہ یقین ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس نے آپ کو مَس کیا ہوا ہے، اور جو آپ کا ٹھکانا ہے تمام روئے زمین سے افضل ہے)

ونعم لقد صدقوا بساكنها علت كالنفس حين ذكت ذكى مأواها

(اور یہ انہوں نے سچ کہا کیونکہ مکان صاحب مکان کی وجہ سے شرف پاتا ہے تو آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے تو وہ جگہ بھی افضل ہو گی)

۲۔ حرمِ مدینہ میں شکار کرنا یا اس کے درخت کاٹنا، حالتِ احرام اور عام حالت

میں ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ حرم مکہ ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان ابراھیم حرم	ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم
مکۃ دانی حرمت	بنایا اور میں مدینے کو حرم بناتا ہوں۔
المدینۃ (ما بین لابیتھا	اور جو کچھ ان پہاڑیوں (مدینے پاک کے
لا یقطع عضاھا ولا یصاد	ارد گرد کے پہاڑ) کے درمیان ہے۔
صیدھا)	نہ اس شہر کی لکڑی کو کاٹا جائے اور نہ
(مسلم)	اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

۳۔ مدینے پاک کی مٹی اور اس کے پتھروں کو حرم مدینہ سے باہر لے جانا حرام ہے۔ کیونکہ مدینہ پاک میں ما بین لابیتھا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور مٹی کو حرم سے نکالنا اس کے محل سے نکالنا ہے۔ یوں وضع الشی فی غیر محلہ کے تحت یہ فعل حرام ہے۔

۴۔ شہر مدینہ میں سکونت اختیار کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے درجات اور خصوصی کرامات کا حصول ہوتا ہے۔

۵۔ حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا اجر و ثواب کے لحاظ سے دیگر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

صلوٰۃ فی مسجدی ھذا	میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز
افضل من الف صلاۃ	پڑھنا دیگر مساجد میں سوائے مسجد حرام
فیما سواہ الا المسجد الحرام	کے ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اس حدیث کے تحت امام نوویؒ ذکر کرتے ہیں یہ فضیلت فرائض و نوافل میں مکہ کی طرح ہے۔ یہ قول شرح مسلم میں ہے اور شرح مہذب میں بھی۔ حق بات یہ ہے کہ گھر میں نفل پڑھنا مسجد میں نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ باقی حرم مدینہ اجر و ثواب کے

اضافے کے لحاظ سے اس طرح نہیں جیسا کہ آپ کی مسجد ہے۔

۶۔ جو کوئی آپ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حج و عمرہ کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ امام ابن الجوزیؒ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من خرج علی طھر لا یرید الا الصلوۃ فی مسجدی حتی یصلی فیہ کان بمنزلۃ حجۃ۔

جو کوئی حالتِ طہارت میں اپنے گھر سے نکلا تاکہ میری مسجد میں نماز ادا کرے یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھ لی تو اس کے لیے وہی حج ہے۔

اسی طرح مسجد قباء میں نماز عمرہ کے قائم مقام ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:

صلوۃ فی مسجد قباء کعمرۃ

مسجد قبا میں نماز ادا کرنا عمرے کی طرح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد قباء میں سوار ہو کر اور پیدل جا کر نماز پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر ہفتے کے دن جاتے تھے۔ اور یہ عمل مستحب ہے۔

۷۔ مدینے پاک میں اس لیے رہنا کہ یہاں ہی موت آئے۔ مستحب عمل ہے کیونکہ مہاجرین صحابہ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کو مدینے کے علاوہ کہیں موت آئے۔ اور وہ ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے۔ اے اللہ ہمیں اسی سرزمین پر موت عطا فرما۔

حضرت زید بن اسلم سے امام بخاری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل

اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے

موتی فی بلد رسولک — شہر میں فرما۔

امام نوویؒ نے "اذکار" میں اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے "باب استحباب دعاالانسان ان یکون موتہ فی البلد الشریف"۔
(مدینہ شریف میں موت کی دعا کرنا، ہر آدمی کے لیے مستحب ہے)

حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا۔ (ترمذی)

جو کوئی مدینے میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ وہ یہاں ہی مرے کیونکہ جو کوئی بھی اس شہر میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

امام ترمذیؒ نے اسے روایت کر کے کہا یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن، صحیح اور غریب ہے۔ اس بارے میں حضرت سبیعہ اسلمیہ بنت الحارث سے بھی روایت ہے۔ اس کے بارے میں امام دارقطنی سے "علل کبیر" میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کی صحت پر تفصیلاً گفتگو کی۔

۸۔ مدینے پاک کے مکینوں کو عمومی شفاعت کے علاوہ ایک خصوصی شفاعت و اکرام سے نوازا گیا ہے کیونکہ معجم الطبرانی میں عبدالمالک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا:

اول من اشفع لہ من امتی اھل المدینۃ ثم اھل المکہ ثم اھل الطائف۔

میں اپنی امت میں سب سے پہلے اہلِ مدینہ پھر اہلِ مکہ اور پھر اہلِ طائف کی شفاعت کروں گا۔

امام بزارؒ نے اپنی مسند میں اس کی تخریج داود کے ساتھ کی ہے نہ پھر فرماتے

ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق عبدالملک بن عباد نے نبی اکرم سے صرف یہی حدیث روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے مدینے کی مشکلات وسختیوں پر صبر کیا قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ وشفیع بنوں گا۔

۹۔ مدینے پاک کے مد، صاع اور پیمانوں میں برکت ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان میں برکت کی دعا کی تھی۔

۱۰۔ مدینے پاک کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ خطہ اس حصے کو بھی شامل ہے جو منبر رسول اور قبر انور کے درمیان واقع ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما بین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة.	میری قبر اور منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔

۱۱۔ مدینے پاک کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح یہاں بھی دجّال داخل نہیں ہو سکے گا۔ بخاری اور مسلم میں مرفوعاً روایت ہے کہ "دجال مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ وہ مدینے کی طرف آئے گا اور مدینہ منورہ کے ایک علاقے میں اپنا ڈیرا ڈالے گا اور وہ وہاں سے فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے اس فتنہ وفساد کا جواب صرف کافر اور منافق دیں گے۔ یعنی اس کی اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "سرزمین مدینہ پر مسیح دجّال کا خوف اور ڈر نہیں پھیلے گا"۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ دجّال کے آنے کے وقت سرزمین مدینہ

ان کے الفاظ یہ ہیں: اھل المدینة واھل المکة واھل الطائف.

ہیں داخلے کے لئے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مسیح دجال مشرق سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ پاک میں اترنے کا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے عقب میں اترے گا۔ یہاں ملائکہ اس کے رخ کو شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہاں فوت ہو جائے گا۔

بخاری و مسلم میں یہ بھی روایت ہے کہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں دجّال نہ جائے، سوائے مکہ اور مدینے کے"۔

۱۲۔ مدینے کے خصائص میں ایک یہ ہے کہ طاعون کی بیماری اس شہر میں نہیں پھیلے گی۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

علی انقاب المدینة ملائکة لا یدخلها الطاعون و لا دجّال و فی روایة البخاری لا یقربها الدجال ولا الطاعون إن شاء الله۔	سرزمین مدینہ کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ملائکہ مقرر ہیں لہذا طاعون اور دجال اس سرزمین پر داخل نہیں ہو سکتا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ طاعون اور دجال سرزمین مدینہ کے نزدیک بھی نہ جا سکیں گے۔

انقاب نقب کی جمع ہے جس کو کسرہ نون اور ضمہ نون دونوں صورتوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی کا راستہ ہے۔ اخفش کے مطابق انقاب المدینہ سے مراد شہر مدینہ کے راستے اور اس کی وادیاں ہیں۔

۱۳۔ شہر مدینہ ایک ایسی بستی ہے جو تمام بستیوں کو جامع ہے۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے

روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

امرت بقریۃ تاکل القرای یقولون یثرب و ھی المدینۃ۔ — مجھے ایسی بستی میں دین اسلام پھیلانے کے لئے حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کی جامع ہے جسے لوگ یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔

۱۴۔ سرزمین مدینہ نجاست کو زائل کرنے میں لوہے کی بھٹی کی طرح ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس پر اسلام کی بیعت کی۔ جب مدینے کی گرمی اسے پہنچی تو وہ کہنے لگا۔ اے محمد! میری بیعت ختم کر دو۔ حضور علیہ السلام نے انکار فرمایا۔ پس وہ اعرابی مدینے سے نکل کر چلا گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ان المدینۃ کالکیر تنفی خبثھا و ینصع طیبھا۔ — سرزمین مدینہ لوہے کی ایک بھٹی ہے جو خبیث کو دور کرتی اور طیب کو قبول کرتی ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی شخص شہر مدینہ سے چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض وہاں بہتر شخص بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اس کے معنی میں دو اقوال ہیں ایک یہ کہ آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص تھا۔ دوسرا یہ کہ یہ دائمی معاملہ ہے۔

۱۶۔ جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جہنم کی آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ یا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ یہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے

شخص کو قیامت کے دن اس فعل کی وجہ سے آگ کا عذاب دیں گے اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہلاک کر دے یا اس کی حکومت اور منصوبوں کو ناکام کر نامراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا، جنہوں نے مدینے پر چڑھائی کی اور اہل مدینہ کو قتل کیا۔ مثلاً مسلم بن عقبہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرایا۔ اسی طرح یزید بن معاویہ جبکہ اس نے اہل مدینہ کو ایذائیں پہنچائی تھیں۔

١٧۔ سرزمین مدینہ میں روزہ رکھنا۔ اہل مدینہ پر صدقہ کرنا اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مستحب عمل ہے۔ کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

١٨۔ حضرتِ امام مالک رضی کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے سرزمین مدینہ پر کبھی سواری استعمال نہیں کی۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو فرماتے میں زمین کے اس حصے پر سوار ہو کر کیسے چل سکتا ہوں، جہاں سرکار دو عالم کے قدم لگے ہیں۔ اسی طرح آپ مسجد نبوی کے اندر اپنی آواز کو نہایت ہی پست رکھتے اور فرماتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا آج بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ اس کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے:

یا ایھا الذین اٰمنو لاترفعوا	اے ایمان والو اپنی آوازوں کو
اصواتکم فوق صوت النبی	حضور کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور
ولا تجھروا لہ بالقول کجھر	حضور سے اس طرح بات مت کرو
بعضکم لبعض۔	جیسے کہ تم آپس میں کرتے ہو۔

١٩۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب میں اس تحری واجتہاد کی ضرورت نہیں کہ اس کی سمت قبلہ کی طرف درست ہے یا نہیں کیونکہ وہ یقیناً قبلہ کی درست سمت

یہ ہے کیونکہ اس کا تعین اجتہاد اور غور وفکر سے نہیں بلکہ وحی سے ہوا ہے۔ اب دائیں بائیں کا تصور نہیں ۔ البتہ مسلمانوں کی دیگر مساجد کے محرابوں کے بارے میں غور وفکر کیا جا سکتا ہے ۔ اور آپ کے محراب سے مراد وہ جگہ ہے جو آپ کے مصلی کی جگہ ہے کیونکہ آپ کی ظاہری حیات میں مسجد میں محراب نہیں ہوتا تھا۔ (الغرض مدینہ طیبہ سے قبلہ کا تعین قطعی اور یقینی ہے باقی مساجد کا ظنی)

۲۰۔ امام ابوبکر خفاف شافعیؒ فرماتے ہیں ۔ سرزمین مدینہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے ۔ امام نوویؒ نے بھی مناسک میں اس کی تصریح کی ہے ۔

۲۱۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذلک الیوم سم و سحر۔	جس شخص نے جس روز صبح عجوہ نامی سات کھجوریں کھالیں ۔ اس روز اس شخص پر نہ زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ کوئی جادو !

امام ابوبکر برقانیؒ مستخرج علی الصحیحین میں مکی بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ہاشم کا قول ہے ۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ عامر راوی نے عجوہ عالیہ کا ذکر کیا تھا ۔

امام حمیدیؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے یہ منفرداً بیان کی کہ ابی طوالۃ سے اور وہ عامر بن سعد سے اور وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جس نے صبح سرزمین مدینہ کی سات کھجوریں کھائیں اس پر شام تک کوئی زہر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔

امام حاکم نے " تمر برنی " کے الفاظ نقل کئے ہیں ۔

امام دارقطنی نے علل کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے :

من اکل مما بین	کہ جس شخص نے صبح بغیر کھائے پیئے

لابتی المدینة سبع تمرات	سات کھجوریں مدینہ پاک کی کھالیں
علی الریق۔	(اس کو یہ برکت حاصل ہوگی)

دوسری روایت میں "عجوۃ عالیہ" کے کلمات ہیں۔

مسند دارمی کے کتاب الاطعمہ میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ عجوزہ عالیہ نامی کھجوریں شفاء ہے۔ یا اگر اس کو صبح کھایا جائے تو یہ تریاق ہے بلکہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

العجوۃ من الجنة وفیھا	عجوہ کھجور جنت کے میوہ جات میں سے
شفاء من السم۔	ہے اور اس میں زہر سے بچنے کے لیے شفاء ہے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ کھجور کا کسی شخص کو جادو اور زہر سے محفوظ کر دینا اس برکت کی وجہ سے ہے جو اسے حضور علیہ السلام کی دعا سے حاصل ہوئی۔ ورنہ نفس کھجور میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس طرح کا فعل سر انجام دے۔

نوٹ: عجوہ مدینے کی کھجوروں میں سے سب سے عمدہ اور اچھی کھجور ہے۔

۲۲۔ امام ابن ابی خیثمہؒ سہیل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من کان لہ بالمدینة	جس شخص کا سرزمین مدینہ میں گھر ہے
اصل فلیمسک بہ و من	وہ اسی میں ٹھہرے اور جس کا مدینے میں
لم یکن فلیجعل لہ بہا	گھر نہیں وہ یہاں گھر بنائے اگرچہ
اصلاً ولو قصرۃ۔	جھونپڑی ہی کیوں نہ ہو۔

امام خطابی قصرہ کا معنی کھجور کرتے ہیں، امام حسن بصری نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا "انھا ترمی بشرر کالقصر"۔

۲۳۔ علماء کی تصریحات سے یہی ظاہر ہے کہ مسجد نبوی میں نماز عید پڑھنا مستحب ہے۔

لیکن ابوداودؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی ہے کہ عید کے دن بارش ہوگئی۔ حضور علیہ السلام نے ہمیں مسجد میں نماز عید پڑھائی۔
امام حاکم نے مستدرک میں اس کا ذکر کر کے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔
ان روایات سے ظاہر یہی ہے کہ نماز عید، عید گاہ میں ادا کی جاتی تھی مگر اس کی وجہ جگہ کی قلت تھی (جو کہ اب نہیں رہی)

۲۴۔ امام ابن ابی خیثمہ نے تاریخ کبیر میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے لیکن مدینہ وہ شہر ہے جو ایمان سے فتح ہوا۔ پھر ابن ابی خیثمہ نے حضرت عائشہ کا یہ فرمان ذکر کیا:

کل البلاد افتتحت بالسیف	ہر شہر تلواروں اور نیزوں سے فتح ہوا
والرمح وافتتحت المدینۃ	لیکن شہر مدینہ قرآن سے فتح ہوا۔
بالقرآن۔	

۲۵۔ امام مالکؓ سے منقول ہے کہ جب خبر واحد اور اجماع اہل مدینہ میں تعارض آجائے تو اہل مدینہ کے اجماع کو ترجیح دی جائے گی۔

۲۶۔ امام ابن کجع فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سرکار دو عالم کی قبر انور کی زیارت کی نذر مانی تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب ہے اور اس میں یہی رائے ہے۔ جو آپ کے علاوہ کسی اور شخص کی قبر کی زیارت کی نذر مانتا ہے اس کے بارے میں دو آراء ہیں۔ امام رافعی وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

۲۷۔ امام مالکؒ اور دیگر علماء فرماتے ہیں جب کوئی مسافر زائر حضور علیہ السلام کی مسجد میں آئے یا وہاں سے نکلے تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔
لیکن اہل مدینہ کے لیے ایسا عمل مکروہ ہے (تاکہ ان کا یہ عمل باہر سے آئے ہوئے زائرین کے لیے باعث پریشانی نہ ہو) ۔ سوائے اس صورت میں جب کوئی اہل

مدینہ میں سے سفر پہ جائے یا سفر سے واپس آئے۔ سلام کرے۔ کیونکہ یہ حق باہر سے آئے ہوئے زائرین کا ہے۔

امام باجیؒ فرماتے ہیں سلام کرنے کے لیے مسافر کو یہ ترجیح اس لیے ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔ جبکہ اہل مدینہ وہاں ہی قیام پذیر ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ کوئی مسافر ہو یا مقیم اس کا آپ کی ذات پر سلام بھیجنا محبوب عمل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام ہر اس شخص کے سلام کو پسند فرماتے ہیں جو آپ پر بھیجتا ہے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، قریبی ہو یا دور۔ آپ کی ظاہری حیات کے بعد ایسے امور کو ملحوظ رکھنا آداب میں سے ہے۔

۲۸۔ اذان کے بعد مسجد نبوی سے نکلنا مکروہ ہے۔ اگرچہ یہ حکم تمام مساجد کے لیے ہے مگر مسجد نبوی کے لیے تاکید وارد ہوئی ہے۔ امام طبرانی معجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا یسمع النداء فی مسجدی	جو شخص میری مسجد میں اذان سن کر
هذا ثم یخرج منه الا لحاجة	بلا حاجت باہر چلا جائے اور واپس لوٹ
ثم لا یرجع الیه الا منافق	کر نہ آئے تو وہ منافق ہے۔

یعنی منافق ہی ایسا عمل کرتا ہے۔

۲۹۔ سرزمین مدینہ میں رہائش پذیر پر لازم ہے کہ وہ اس کی عظمت کو سمجھے اور اس کے ادب و احترام کا خیال رکھے اور بدعات سے بچے۔ اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ جب بھی مدینہ پاک جاتے، مسجد میں داخل ہوتے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا وہ صفوں کے آگے رکھ دیتے۔ اس پر امام مالکؒ نے انہیں بلا کر اس عمل سے منع کیا اور کہا کہ تمہیں معلوم نہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من احدث فيها حدثا و اوٰی	جس نے سرزمین مدینہ میں بدعتی امور
محدثاً فعليه لعنة الله و	کو رواج دیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی
الملائكة والناس اجمعين	اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس
	پر لعنت ۔

ہمیں اس واقعہ پر غور کرنا چاہیئے کہ امام مالک کس طرح ایک معمولی بات کو بھی عموم حدیث میں شامل کر رہے ہیں ۔ اور ایک روایت میں ہے امام مالک سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یہ قول کرتا ہے کہ "خاکِ مدینہ اچھی نہیں" ـــــ فرمایا : اسے درے مارے جائیں ۔

۳۰ ۔ تعلیم و تعلم کے لیے مدینہ طیبہ کا قصد کرنا چاہیے ۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ۔ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

من جاء مسجدی هذا لم	جو کوئی میری مسجد میں تعلم و تعلیم کے
یاته الا لخير يتعلمه او	لیے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے
يعلمه فهو بمنزلة	اللہ کی راہ میں نکلا ہوا مجاہد ۔
المجاهد فی سبیل الله ۔	

جو کوئی اس کے علاوہ میری مسجد کا قصد کرتا ہے وہ ایسے شخص کی مانند ہے جو دوسرے کے سامان کو دیکھتا ہے

۳۱ ۔ صاحبِ مصابیح نے ذکر کیا ہے کہ عطر اور دھونی میں خوشبو اور اسی طرح خوشبو دار سوا جو باقی شہروں میں پائی جاتی ہے سرزمین مدینہ میں اس سے کئی گنا خوشبو ہے اور اس میں عطر وغیرہ نہ بھی ہو تو یہ خود سراپا خوشبو ہے ۔ اللہ اسے جزائے خیر عطا فرمائے جس نے یہ اشعار کہے :

ماذا علی من شم تربة احمد　　الا یشم مدی الزمان غواليا

(جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مٹی سونگھ لی اسے زندگی بھر کسی اور خوشبو کو سونگھنے کی حاجت نہیں)

امام زرکشیؒ نے — اپنی کتاب "اعلام الساجد" میں مدینہ منورہ کے جو خصائص بیان کیے ان کی تلخیص تھی۔

منبر نبوی کی فضیلت

حضور علیہ السلام کے منبر مبارک کی فضیلت پر جو چیزیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے پاس قسم اٹھانا دوسری جگہ قسم اٹھانے سے سخت ہے۔

حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا یحلف احد عند منبری	جو کوئی میرے منبر کے قریب بری قسم
ھذا علی یمین آثمة ولو علی	اٹھاتا ہے اگرچہ وہ قسم سبز مسواک پر
سواک الاخضر الاتبوأ مقعدہ	ہی کیوں نہ ہو۔ وہ یقیناً اپنا ٹھکانہ
من النار۔	جہنم میں بناتا ہے۔

اسے امام مالکؒ، ابو داؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا جبکہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔

اسی طرح ابو امامہ بن ثعلبہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من حلف عند منبری	جس شخص نے میرے منبر کے قریب ایسی
ھذا بیمین کاذبة یستحل	جھوٹی قسم کھائی۔ جس کے ذریعے
بھا حال امری مسلم فعلیہ	اس نے اپنے مسلمان بھائی کے
لعنة اللہ والملائکة و	مال کو ہڑپ کیا تو اس پر اللہ تعالے

الناس اجمعین۔	ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

(فتح الباری، ۵: ۳۸۵)

زیارتِ قبرِ نبوی حنابلہ کے نزدیک مستحب ہے

امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں:

روضہ رسول کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ امام دار قطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زار قبری بعد	جس نے میری ظاہری حیات کے
وفاتی کانما زارنی فی	بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے
حیاتی وفی روایۃ	مجھے ظاہری حیات میں دیکھا۔ دوسری
من زار قبری وجبت	روایت کے الفاظ ہیں جس نے میری قبر کی
لہ شفاعتی۔	زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت
	واجب ہو گئی۔

امام احمد حضرت ابو ہریرۃؓ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من احد یسلم علیّ عند	جب بھی کوئی میری قبر کے نزدیک
قبری الا ردّ اللہ علیّ	مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسی
روحی حتی ارد علیہ	وقت میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں
السلام۔	اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام عتبیؒ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! اور کہنے

لگا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی پڑھا ہے :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

میں آپ کی بارگاہ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ اپنے گناہوں کی معافی مانگوں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے :

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ   فطاب من طیبھن القاع والاکم

(اے ساری مخلوق سے افضل مٹی میں دفن ہوا جس کا جسم پس ان کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے)

نفسی الفداء لقبر أنت ساکنہ   فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

(میری جان فدا ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں اس میں پاکیزگی و سخاوت اور شرافت ہے)

جب وہ دیہاتی چلا گیا تو فوراً مجھے نیند آگئی خواب میں میں نے حضور علیہ السلام کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا اے عتبیؒ اس دیہاتی کے پاس جاؤ۔ اسے یہ خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ، ۳ : ۵۵۷)

زائرین کی سواریوں کی فضیلت

قاضی عیاض الشفاء میں فرماتے ہیں کہ زائرین مدینہ میں سے ایک نے داخلے کے وقت یہ اشعار پڑھے :-

رفع الحجاب لنا فلاح لناظری   قمر تقطع دونہ الاوھام

(پردے اٹھ گئے اور ہماری آنکھوں کے سامنے وہ چاند طلوع ہو گیا)

واذا المطی بنا بلغن محمدا   فظھورھن علی الرجال حرام

(جب سواریوں نے ہمیں ہمارے آقا تک پہنچا دیا تو ان کی پشتیں لوگوں پر حرام ہو گئیں)

قربنا من خير من وطی الثری   فلها علینا حرمة و ذمام

(انہوں نے چل کر ہمیں سب سے افضل ہستی کا قرب دیا پس ان کے لیے ہم پر عہد اور حرمت ہے)

شیخ نبہانیؒ اپنے دیوان جلد نمبر ۶ ص ۸۳ میں فرماتے ہیں کہ آخری دونوں اشعار ابن نواس کے ہیں جو اس نے امین بن ہارون الرشید کی مدح میں کہے تھے۔

لیکن ان اشعار کو قاضی عیاض نے حضور علیہ السلام کی مدح میں ذکر کر کے خوب کیا کیونکہ ان کا اصل مصداق آپ ہی کی ذات ہے۔

زائر روضۂ رسول کے فضائل

علماء نے زیارت قبر نبوی کرنے والے شخص کے بارے میں کہا کہ اسے کم از کم یہ دس فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں:

۱۔ اسے اعلیٰ مراتب عطا کئے جاتے ہیں۔

۲۔ اعلیٰ مطالب کا حصول۔

۳۔ اہم منافع کا حصول۔

۴۔ عظیم عطیات کا حصول۔

۵۔ عظیم مصیبتوں میں امن نصیب ہوتا ہے۔

۶۔ عیوب و نقائص سے تطہیر۔

۷۔ مشکلات آسان ہوتی ہیں۔

۸۔ مشکلات کا ازالہ ہوتا ہے۔

۹۔ انجام اچھا ہوتا ہے۔

۱۰۔ رب کریم کی خصوصی رحمت کا حصول۔

کیا ہی خوب کسی نے کہا:

هنیئاً لمن زار خیر الوریٰ   وحط عن النفس اوزارھا

(مبارک ہو اس شخص کے لیے جس نے سرکار کے روضے کی زیارت کی اور اپنے اوپر گناہوں کا بوجھ ہلکا کر لیا)

فان السعادۃ مضمونۃ   لمن حل طیبۃ او زارھا

(جو شخص سرزمین طیبہ میں قیام —— یا اس کی زیارت کرتا ہے سعادت و بخشش اس کا مقدر بن جاتی ہے)

ریاض الجنۃ اور اس کا حدود اربعہ

ریاض الجنۃ کی ہئیت اور اس کے حدود اربعہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

قول اوّل: وہ حصہ جو منبر اور حجرۂ نبوی کے اطراف میں ہے وہ برابر طور پر شامل ہے پس اس میں حجرۂ انور کے شمالی حصہ کی محاذات شامل ہوگی اگرچہ منبر کے مقابل نہیں اسی طرح منبر کی جہت قبلہ کی محاذات بھی شامل ہوگی اگرچہ وہ آگے ہونے کی وجہ سے حجرۂ انور کے مقابل نہیں تو ریاض الجنۃ مربع کی صورت میں ہوگی۔ یہی وہ حصہ تھا جو حضور علیہ السلام کے ظاہری حیات میں چھتی ہوئی مسجد کی صورت میں تھا

اس صورت میں حجرۂ انور سے متصل صف اوّل کی جگہ اور تمام مصلیٰ اس میں شامل ہوگا۔ یہی مختار ہے۔ علماء کی اکثریت، عامۃ الناس کی یہی رائے ہے سمہودیؒ نے بھی خلاصہ میں اس کا ذکر کیا اور بعد کے علماء نے ان کی اتباع کی ہے۔

ریاض الجنۃ کی علامات

"المنزھۃ" میں ہے کہ اس راجح قول کے مطابق ریاض الجنۃ کی حدود کی علامات کے طور پر اب ستون ہیں جن کے نصف تک سفید اور سرخ سنہری دھاریاں ہیں

اور ان کے اطراف پر چاندی سے ترکی زبان میں بعض قصائد تحریر ہیں اور جہاں دریاں ختم ہوتی ہیں وہاں سنہری خطوط ہیں۔ منقول یہ ہے کہ یہ ستون سلطان سلیم خان مرحوم نے بنوائے تھے۔

مذکورہ بالا قول کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

ما بین بیتی و منبری	میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان
روضۃ من ریاض الجنۃ	جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔

دوسرا قول: وہ جگہ جو فقط حجرۂ انور اور قبر اقدس کے درمیان اور مقابل ہے۔ اب اس کے حدود برابر نہ ہوں گے کیونکہ حجرۂ انور کی طرف سے وہ کشادہ اور منبر کی جانب تنگ ہوگی اب اس کے اضلاع بھی برابر نہ ہوں گے کیونکہ منبر انور جہت قبلہ میں مقدم اور حجرۂ انور جانب شام مؤخر ہے۔ اس کی دلیل وہ گذشتہ حدیث ہے جس میں بین بیتی و منبری کے الفاظ ہیں۔ اس قول کے مطابق حجرۂ انور سے متصل اگلی صف ریاض الجنۃ میں شامل نہ ہوگی۔

۳۔ اس میں وہ تمام مسجد شامل ہے، جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں تھی۔ امام سمعانیؒ وغیرہ نے اسی پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ ریمیؒ نے اسے خطیب بن جملہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور آپ کے ارشاد گرامی "ما بین بیتی" سے استدلال کیا کہ لفظ بیت مفرد مضاف ہے جو مفید عموم ہوتا ہے لہٰذا اس میں تمام بیوت نبوی شامل ہوں گے۔

اگرچہ ان علماء نے درج ذیل روایت سے استدلال نہیں کیا مگر اس سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ امام احمد نے یہ روایت صحیحہ نقل کی ہے۔

ما بین هذه البیوت الی | (میرے ان تمام گھروں سے لے کر

محل منبری۔ میرے منبر تک کا ٹکڑا جنت ہے)

۴۔ اس میں تمام مسجد شامل ہے خواہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی یا نہ تھی علامہ سمہودیؒ نے اس کا رد نقل کیا ہے۔

ان اقوال میں تطبیق

روضہ کا اطلاق ایسے مقامات پر ہو سکتا ہے جو فضیلت کے لحاظ سے متفاوت ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل مقام وہ ہے جو قبر انور اور منبر کے درمیان ہے۔ پھر وہ مقام جو آپ کے تمام حجرات اور منبر کے درمیان ہے پھر آپ کی ظاہری حیات کی مسجد پھر مسجد کا وہ حصہ جو آپ کی ظاہری حیات کے بعد شامل ہوا اس کے بعد وہ مقام جو آپ کی عید گاہ تک ہے (الذخائر القدسیہ شیخ عبدالحمید قدسی ۱۷۲)

ریاض الجنۃ جنت کا ایک باغیچہ ہے

یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد " ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ " کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس جنت سے مراد حقیقی جنت ہے یا مجازی؟

امام مالکؒ پہلے قول کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں یہ جنت کا حصہ ہے اور اسے جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔ دیگر کرۂ ارض کی طرح یہ فنا نہیں ہوگا۔ اس کی تائید علماء کی ایک عظیم جماعت نے بھی کی ہے " ابن الحاجؒ " نے اسی کی تصحیح ہے۔ ابن ابی جمرہؒ بھی فرماتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ ٹکڑا فی نفسہٖ جنت ہو جیسا کہ حجر اسود اور اسے جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں جس جنت کا ذکر ہے مجازی طور پر ہے

یعنی یہ حصہ اتنا بابرکت ہے کہ اس میں عبادت حصولِ جنت کا سبب بنتا ہے ۔ تو یہ مقام نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت کے اعتبار سے خاص طور پر حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں جنت کی طرح ہے

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور دوسرے قول کو یہ کہتے ہوئے محل نظر قرار دیا کہ اس حصے میں عبادت حصولِ جنت کا سبب ٹھہرانے میں کوئی اختصاص نہیں کیونکہ باقی زمین کے حصص میں بھی یہ بات موجود ہے ۔ حالانکہ ارشاد نبوی سے مقصود اس کی دوسروں پر واضح طور پر فوقیت ثابت کرنا ہے ۔

درج ذیل دلائل کے پیشِ نظر پہلا قول ہی راجح ہے کہ یہ حقیقۃً جنت ہی کا حصہ ہے :

۱ ۔ کلام میں مجازی معنیٰ اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی لینا مشکل ہو اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں ۔

۲ ۔ حقیقی معنی حضور علیہ السلام کے مقام کے مناسب ہے ۔ کیونکہ یہ معنیٰ مراد لینے میں حضور علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے درمیان ایک مشابہت ہے ۔ خلیل علیہ السلام کو جنت کا ایک پتھر اور حبیب علیہ السلام کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ عطا کیا گیا ہے ۔

۳ ۔ جس ہستی نے یہ خبر دی کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے پتھر ہیں اسی نے یہ خبر بھی دی کہ ریاض الجنۃ بھی جنت ہے ۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر وہ حقیقۃً جنت ہے تو پھر وہاں بھوک و پیاس کیوں لگتی ہے تو یہ اس لئے کہ اب اسے دارِ دنیا کے اوصاف سے متصف کر دیا گیا ہے جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں جنتی ہیں مگر انہیں اس دنیا کے اوصاف عطا کئے گئے ہیں ۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔ (واللہ خائر القدسیہ)

مسجدِ نبوی ــ اسلام کا اوّلین مدرسہ

مسجد نبوی شریف وہ مقام ہے جو باری تعالیٰ کی وحی کا مہبط بنا۔ اور اسلامی تاریخ کا سرچشمہ۔ اسلامی تہذیب کی صبح یہاں سے پھوٹی۔ اسی میں وہ مدرسہ قائم تھا جس نے نامور رہنما، علماء، مجاہدین اور فاتح قائدین پیدا کئے۔ جن کو حضور علیہ السلام خود تعلیم دیتے ان کی دیکھ بھال اور تربیت فرماتے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لیے چن لیا تھا۔ جن کی خوراک صرف اور صرف قرآن پاک کی تعلیمات کو سمجھنا تھا۔ ان صحابہ کی تربیت معلم اعظم علیہ السلام نے تزکیہ اور سنت کے ذریعے کی اور انکی زندگی کو تقویٰ سے آراستہ کیا۔ اس مدرسے سے وہ افراد تیار ہوئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کر ــ دکھایا۔ ان ہی افراد میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے وعدہ شہادت کی صورت میں پورا کیا اور بعض انتظارِ شہادت میں رہے اور انہوں نے وعدے میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ یہی وہ بطل حریت تھے جنہوں نے اپنے نفوس کو شہواتی خیالات سے الگ کر لیا اور خدا کی زمین پر حق کا فرمانبردار بنانے، توحید کی طرف مائل کرنے اور مکارم اخلاق کی تعلیمات دینے کے لیے جرأت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہی وہ عظیم انسان تھے جو اس امت کی ہدایت کا سبب بنے۔ جنہوں نے ایسی بزرگی، شرافت اور اخلاق کی بنیاد رکھی جو ان کے بعد اپنی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ یہ مسجد نبوی جس کا اپنا رعب و دبدبہ ہے جس میں جمال اور جلال کی دونوں کیفیتیں مضمر

ہیں۔کیا اس میں قرآن کی آواز سنائی دینا ختم ہوگئی ہے ۔ جو کہ قرآن کے نزول کے وقت تھی ۔اور کیا اس میں اللہ کا ذکر بند ہوگیا ہے ۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ مسجد ہمیشہ سے ایمان کی جائے پناہ ۔فضیلت کی علامت ،علم کا مرکز اور دین کا ماخذ و منبع رہی ہے ۔ اس کے دلوں پر یہ اثرات ہیں کہ جب بھی کوئی اس مسجد شریف کی زیارت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو کھو دیتا ہے ۔ اس پر کبھی روتے کبھی ہنسنے کبھی مانوس ہونے اور کبھی خوفزدہ ہونے کی کیفیات طاری ہوتی ہیں ۔کیونکہ اس کے سامنے ذکر و فکر، تاریخ کے عظیم واقعات اور اس کی عظیم یادیں عبرت و نصیحت بن کر گردش کرنے لگتیں ۔یہی وہ مسجد ہے جہاں رحمت دوجہاں علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ ریاض الجنۃ میں تشریف فرما ہوکر اپنے رب کریم کا پیغام دیتے ۔

یہ حضور علیہ السلام کی جائے عبادت بنی جہاں حضور علیہ السلام اپنے رب سے مناجات کے لیے کھڑے ہوتے اور ایسی حالت میں آپ کی آنکھیں تر ہو جاتیں ۔

یہ منبر رسول ہے جس پر آپ صحابہ کرام کو ایسا خطبہ ارشاد فرماتے جس سے دل دہل جاتے ۔آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور جسم لرز اٹھتے اور اسی مسجد شریف میں امہات المومنین کے حجرات تھے جہاں حضور علیہ السلام تشریف لاتے تو امہات المومنین استقبال کرتیں ۔حضور علیہ السلام ان پر آیات قرآنی تلاوت کرتے اور انہیں حکمت سکھاتے اور یہاں ہی حضور علیہ السلام کی وہ جائے تہجد ہے جہاں آپ رات کو عبادت کرتے ۔آپ اللہ تعالیٰ سے مقام محمود، امت کے لیے ہدایت اور غلبہ دین حق کے لیے دعا کرتے ۔آپ اللہ تعالیٰ سے صبح و شام سرًا و جہرًا دعا کرتے ۔

یہاں ہی سیدہ عائشہ رضؓ اور حضرت ابو لبابہ رضؓ کے ستون ہیں ۔ ادھر آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضؓ کا گھر ہے جو کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ٹھکانہ بنا ۔

جہاں ایسے دو نوجوانوں نے تربیت پائی جو جنتی نوجوانوں کے سردار اور دنیا میں

حضور علیہ السلام کے پھول تھے۔

اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا دروازہ ہے۔ انہوں نے اور حضرت فاروق اعظمؓ نے دنیا، عالم برزخ اور آخرت میں آپ کی صحبت و معیت پائی۔

اور یہ شہرِ ایمان کا گھر ہے جس میں صحابہ کرام کی رہائشیں تھیں۔ اور ادھر جنت البقیع ہے جس میں ہزارہا صحابہ کرام مدفون ہیں۔

یہ صاحب ایمان احد پہاڑ ہے جہاں سے نور توحید چمکا تھا اور جس کے قریب حق و باطل کے درمیان معرکہ برپا ہوا۔ اور باطل نیست و نابود ہو گیا اور ایمان ہمیشہ کے لئے قوی اور محفوظ ہو گیا۔

یہاں ہی وہ مبارک وادیٔ عقیق ہے جہاں پر حضور علیہ السلام ٹھہرے اور نماز ادا فرمائی اور اس مسجد کے اعلیٰ اور ارفع ہونے کی واحد علت یہ ہے کہ اسے نبی توحید علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب نے بنایا جو اہل یقین تھے۔

اللہ اکبر ھذا المسجد العطر وھذہ طیبۃ الفیحاء تزدھر

(تمام بڑائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ مسجد خوشبودار ہے۔ یہ بہت پاکیزہ، کشادہ)

وھذہ الروضۃ الغناء قد ظہرت من جنۃ الخلد لاھم ولا کدر

(یہ ریاض الجنۃ ہے جس کا ظہور جنت خلد سے ہوا اس میں کوئی التباس نہیں)

ھذہ العقیق وذا سلع وذا احد یذھو بایمانہ والخلد ینتظر

(یہ وادی عقیق سلع اور احد ہے۔ یہاں سے ایمان کی خوشبو پھوٹی اور خلد جس پر رشک کرتا ہے)

ھذہ الربوع التی کان الحبیب بھا یرعی القلوب وترعاہ فتذکر

(یہی وہ پُر بہار مقامات ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کے حبیب سکونت پذیر تھے اس سے دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے)

میں نے اس شہر مبارک میں چند سال روزے رکھنے کی لذت وسعادت حاصل کی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہی وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم پہ روزے اور زکوٰۃ فرض کی اور یہاں ہی وہ دروازہ ہے جس سے سیدنا جبرئیل حضور علیہ السلام پر وحی لے کر گزرتے اور یہاں ہی انس ومحبت کی خوشبوئیں پھیلیں قرآن اور فرشتے نازل ہوتے۔ یہ میری یادوں کا عظیم سرمایہ ہے۔ یہی وہ وصل وحال کے دن تھے اور یہی میری زندگی کے بہترین ایام تھے۔ میں اہل طیبہ (جو کہ حضور علیہ السلام کے پڑوسی اور اہل صدق و کمال و وفا ہیں) کی میزبانی پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم　　الی القلب عن اجل الحبیب حبیب

(اے سرزمین مدینے کے کوچوں میں بسنے والو لوگو! تم سرکار کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے ہمارے محبوب ہو)

هنا ؤ لکم یا اهل طیبة حقاً　　فبالقرب من خیر الوری السبقا

(اے اہل طیبہ تمہیں خیر الوریٰ کا یہ قرب مبارک ہو اور تم اسی قرب کی وجہ سے ہم سے سبقت لے گئے ہو)

فیا راحلا عنها لامر تریده　　اتطلب ما یفنی وتترک ما یبقی

(اس سرزمین سے کوچ کرنے والے کیا تو اچھی چیز کی تلاش میں ہے جو فنا ہونے والی ہے اور اس چیز کو چھوڑ کر جا رہا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

جب حضور علیہ السلام مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپ مدینے میں جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جاتا وہاں ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر آپ نے خواہش ظاہر کی کہ مسجد کی تعمیر کی جائے۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ لوگوں کو ایک جگہ نماز پڑھاتے تھے جو رافع

بن ابی عمرو کے دو بیٹے سہل اور سہیل کی زمین تھی۔ حضور علیہ السلام نے ابو امامہ کو فرمایا کہ وہ زمین جو دو یتیم بچوں کی ہے اسے وہ ہمیں بیچ دیں۔ حضرت اسعد نے عرض کیا حضور یہ زمین آپ لے لیں۔ میں یتیم بچوں کو آپ کی طرف سے قیمت دے دوں گا۔ حضور علیہ السلام نے وہ زمین یوں لینے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں سے دس دنانیر کے بدلے وہ جگہ خریدی۔ یہ جگہ ویران تھی یہاں پر کھجوروں کے درخت اور کچھ مشرکین کی قبریں تھیں۔

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو حکم دیا ان قبروں کو مٹا دو۔ اس کے نشیب و فراز برابر کر دو اور کھجوروں کے درخت کاٹ لو۔ ان ہی کھجوروں سے بعد میں مسجد نبوی کے ستون بنائے گئے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے کچی اینٹیں بنانے کا حکم دیا جن کے ذریعے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ یوں مسجد نبوی کی بنیاد پتھروں سے رکھی گئی اور اس کی چھت کھجور کے ______ ستونوں سے بنائی گئی۔ جب صحابہ کرام نے گرمی کی شکایت کی اور چھت ٹپکنے لگی تو اس کے بعد گارا لگا دیا گیا۔ اور اس کے درمیان میں خالی جگہ باغیچہ نما کی رکھ دی گئی۔ یقیناً اس مسجد کی تعمیر میں تمام مسلمانوں نے حصہ لیا اور تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے۔ عمار بن یاسر دو دو اینٹیں لاتے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک اینٹ حضور علیہ السلام کی طرف سے۔ خود حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے ساتھ اینٹیں لاتے اور فرماتے

هذا الحمال لا حمال خيبر   هذا ابر ربنا واطهر

(اے اللہ یہ بوجھ بردار خیبر کے بوجھ بردار نہیں۔ یہ سب سے نیک ہے۔ اے اللہ! اسے پاک و صاف بنا دے)

اور یہ بھی منقول ہے:

اللهم ان الاجر اجر الاخرة   فارحم الانصار والمهاجرة

(اے اللہ بے شک اجر و ثواب صرف آخرت کا ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما)

(رواہ البخاری)

جب حضور علیہ السلام اپنی چادر مبارک نیچے رکھ کر سامان لا رہے تھے تو صحابہ عرض کرتے۔

لئن قعدنا والنبی یعمل لذالک منا العمل المضلل!

(اگر ہم آرام کریں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کام کر رہے ہوں تو اس سے بڑھ کر کیا برائی ہوگی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسجد نبوی بدستور اسی صورت میں رہی۔ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرتدین کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اس مسجد میں دار عباس کا اضافہ ہوا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اسے پتھر اور چونے سے بنایا اور اس کے ستونوں کو پتھر سے تعمیر کیا جبکہ اس کی چھت کو منقش کیا۔ اور وادی عقیق کی کنکریاں وہاں لائی گئیں۔

یہ سلسلہ خلفاء اور بادشاہوں کے دور میں جاری رہا۔ مختلف بادشاہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا اہتمام کرتے رہے اور اس کے لئے جانی و مالی دولت خرچ کرتے رہے۔

حضور علیہ السلام کی آمد سرزمین مدینہ پر استقبال و خوشیاں

امام بیہقیؒ دلائل النبوۃ میں براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر مدینے تشریف لائے ان کے بعد حضرت ابن ام کلثوم تشریف لائے۔ یہ دونوں مدینے میں قرآن پڑھاتے اور آپ کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔

ان کے بعد عمار بن یاسر اور بلال رضی اللہ عنہم آئے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب بیس افراد کے ساتھ تشریف لائے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لائے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں جس دن حضور علیہ السلام مدینے میں تشریف لائے

فما رأیت اهل المدینة فرحوا بشئ قط فرحهم به حتی رأیت الولائد والصبیان یسعون فی الطرق و یقولون جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

اس دن اہلِ مدینہ اتنے خوش تھے کہ میں نے کبھی اہلِ مدینہ کو کسی معاملے میں اتنا خوش نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھا وہ راستوں پر بھاگتے جاتے اور اپنی خوشی کا اظہار اس نعرے کے ساتھ کرتے کہ اللہ کے رسول تشریف لائے ہیں۔

نعرۂ تکبیر و رسالت

دوسری روایت میں ہے :

فرح الناس حین	جب سرکار دو عالم مدینے میں تشریف لائے
قدمنا المدینۃ فی الطریق	تو لوگ اپنے گھروں سے نکل کر باہر آگئے
وعلی البیوت والغلمان	جبکہ خادم اور بچے گھروں کی چھتوں پر
والخدم رجاء رسول اللہ	کھڑے ہوگئے اور ہر طرف ایک ہی آواز
جاء محمد اللہ اکبر	گونج رہی تھی وہ تھی نعرۂ تکبیر و
جاء رسول اللہ۔	نعرۂ رسالت۔ آگئے آگئے سرکار آگئے۔

بچوں نے ترانہ پڑھا

امام بخاری و مسلم ابو خلیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عائشہ کو یہ فرماتے سنا۔

لما قدم رسول اللہ صلی	جب سرکار دو عالم مدینے تشریف لائے
اللہ علیہ وسلم المدینۃ جعل	تو عورتوں اور بچوں کی زبان پر یہ اشعار
النساء والصبیان یقلن	تھے

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع   وجب الشکر علینا ، ما دعا للہ داع

(وداع کی پہاڑیوں سے چاند طلوع ہوگیا۔ اس لئے جب تک اللہ کی طرف کوئی دعوت دینے والا موجود ہے اس کا شکر بجالانا بھی ہم پر واجب ہے)

استقبال کا حسین منظر

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ جب بچے کہتے حضور آگئے تو بچوں کی طرف

دوڑتا لیکن میں کچھ نہ پاتا۔ پھر بچّے کہتے حضور آگئے۔ میں بچوں کی طرف بھاگتا لیکن کچھ نہ پاتا یہاں تک کہ حضور اور آپ کے ساتھی ابوبکر تشریف لائے۔ اس وقت ہم مدینے کی ایک دیوار پر چڑھے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک شخص کو مدینے کے مضافاتی علاقوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اعلان کردے کہ حضور تشریف لا چکے ہیں اور ان کا شایانِ شان استقبال کریں۔ پانچ سو انصار کا ایک گروہ یہ کہتے ہوئے حضور کے استقبال کے لیے بڑھا کہ اب تم دونوں آزاد سرزمین پر امن پانے والے ہو اور تمہاری اطاعت کی جائے گی۔ حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر ان کے درمیان ہو گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس وقت اہلِ مدینہ کے بچے، خواتین گھروں کی چھتوں پر کھڑے تھے۔ جب وہ سرکار کو دیکھتے تو محبت کے انداز میں پوچھتے "ان میں سے رسول اللہ کون ہیں؟

حضرت انس مزید فرماتے ہیں میں نے زندگی میں اتنا حسین منظر کبھی نہیں دیکھا۔

دوسرے مقام پر ہے، اس دن جیسا روشن دن اور پھر جب سرکار کا وصال ہوا تو اُس دن جیسا مغموم دن کبھی نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں، جس دن سرکار دوعالم مدینے میں تشریف لے آئے: فلم ار یوماً احسن ولا اضوا منه میں نے کبھی اس دن جیسا حسین اور روشن دن نہیں دیکھا۔

حضرت انس سے ایک روایت ہے۔ جب حضور علیہ السلام مدینے تشریف لائے تو انصار کے مرد اور عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ہر ایک عرض کرنے لگا۔

الینا یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول ہمارے ہاں تشریف لائیے!

فرمایا اونٹنی کو چھوڑ دو یہ مامور من اللہ ہے۔ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ بنو نجار اپنے گھروں سے دف بجاتے اور یہ ترانہ پڑھتے ہوئے استقبال

کے لئے آئے۔

نحن جوار من بنی النجار　　　یا حبذا محمد من جار

(ہم بنو نجار آپ کے پڑوسی ہیں کتنا خوش نصیب ہے وہ جس کے پڑوسی سرکار ہیں)

حضور علیہ السلام ان کی طرف تشریف لے گئے اور پوچھا اے بنو نجار کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم، یا رسول اللہ! ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔

اس پر سرکار دو عالم نے تین مرتبہ فرمایا:

انا واللہ احبکم　　　خدا کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب!

ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ حضور کے شہر کی حاضری نصیب کرے۔ اسے اس پاکیزہ مقام پر آدابِ شرعیہ اور اس مکان کی عظمت کا خیال ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ جب کوئی مسجد نبوی میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سکون و احترام کے ساتھ داخل ہو اسے وہاں اپنی آواز بلند نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسجد میں آواز بلند کرنے سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ جب عام مسجد میں آواز بلند کرنے پر نہی وارد ہوئی ہے تو سرکار کی مسجد میں آواز کا بلند کرنے پر نہی کے اطلاق میں مزید شدت ہو گی۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو مسجد نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا، اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم شہر مدینہ کے ہو تو میں آپ کو سزا دیتا۔

سرکار کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ بعض جاہل لوگ جو ایسی حرکات مثلاً شور کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ نہایت ہی غلط عمل ہے۔

آپ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت خاص الفاظ کے ساتھ سلام کی پابندی نہیں۔ جن الفاظ سے بھی سلام عرض کر لیا جائے جائز ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر الصدیق، السلام علیک یا ابا حفص عمر کہتا ہے، یہ ہی کافی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ آپ جب کبھی بھی مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو عرض کرتے۔

السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابت

اس کے بعد رخصت ہو جاتے۔

شیخ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص حضور علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہوئے یوں کہتا ہے: السلام علیک یارسول اللہ یاخیرۃ اللہ من خلقہ، یا اکرم الخلق علی ربہ، یا امام المتقین ـــــ یہ تمام حضور کی ہی صفات ہیں۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

روضۂ انور کی جالیوں کے سامنے ہر اس عمل سے بچا جائے جو بعض لوگ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں مثلاً جالیوں کو مَس کرنا۔ روضۂ انور کی جالیوں کو نہ تو چوما جائے اور نہ ان کے گرد طواف کیا جائے اور نہ ہی حاضری کے وقت وجد، حال و شوق کی مصنوعی حالت اختیار کی جائے۔ کیونکہ بناوٹی شکل اختیار کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسے کوئی جھوٹا لباس زیب تن کیا ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس مشرف مکان کو ہر ایسے عمل و حرکت سے محفوظ کیا ہے جو توحید کے منافی ہے۔ الحمد للہ امت مسلمہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ یا آپ کی قبر انور کے بارے میں باطل عقیدہ رکھتا ہو۔ یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا اثر ہے۔

اللھم لاتجعل قبری وثناً یعبد۔	اے اللہ میری قبر کو ایسا نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے۔

اور آپ نے یہ اطلاع بھی دی تھی۔

لا یجتمع دینان بجزیرۃ العرب وان الشیطان قد أیس ان	جزیرۃ عرب میں کبھی دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے اور شیطان اس بات سے مایوس

یعبد بالجزیرۃ الھا۔ ہو چکا ہے کہ جزیرۃ عرب میں کبھی بت کی پوجا کی جائے۔

اگر بعض لوگوں سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو ظاہراً توحید کے منافی ہیں تو ان پر بجائے سختی اور فتوے کے انہیں ادب کی تعلیم دی جائے کیونکہ یہ ان کی محض جہالت ہے۔

شیخ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

۱۔ لقد نھانا ان نعبرہ عیداً احذار الشرک بالرحمٰن

(ہمیں اس عمل سے روکا گیا ہے کہ ہم سرکار کی قبر کی عبادت کریں اور اللہ رحمٰن و رحیم کے ساتھ شرک کریں)

۲۔ ودعا بان لا یجعل القبر الذی قد ضمه وثنا من الاوثان

(حضور علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا)

۳۔ فاجاب رب العلمین دعاءہ واحاطه بثلاثة جدران

(اللہ تعالیٰ نے سرکار کی دعا قبول فرمائی اور آپ علیہ السلام کی قبر انور کی تین دیواروں سے حفاظت فرمائی)

۴۔ حتی اغتدت ارجاءہ بدعائه فی عزۃ وحمایة وصیان

(یہاں تک کہ سرکار کی امیدیں پوری ہوگئیں آپ کی عزت حمایت اور بچانے کے بارے میں)

ہر مسلمان کو سرکار کی بارگاہ میں آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔ اور اسے اس چیز کا بھی تصور ہونا چاہیئے کہ سرکار اسے پہچان رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور اس کے موقف کو اچھی طرح سے جان رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ کے آداب ملحوظِ خاطر رکھنا اب بھی ایسے ہی ہیں جیسے آپ کی ظاہری حیات میں تھے۔

شیخ ابنِ قیم نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

۱۔ جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوں تو اولاً دو رکعت نماز ادا کریں۔
۲۔ پھر ہم قبر انور کی زیارت کے ارادے سے سر کے بل حاضر ہوں۔
۳۔ آپ کی قبر کے سامنے اپنے ظاہر و باطن کی تواضع کے ساتھ کھڑے ہوں۔
۴۔ گویا آپ قبر انور میں زندہ اور ناطق ہیں اور ہم سر جھکائے ہوئے در پر کھڑے ہیں۔
۵۔ اس طرح آپ کی ہیبت اور رعب طاری ہو کہ کھڑے ہونیوالے پر کپکپی کا ایک سماں ہو۔
۶۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑیں جو دیر تک خشک نہ ہوں۔
۷۔ ہر مسلمان کو آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرتے وقت صاحب ادب اور صاحبِ ایمان کی طرح باادب ہونا چاہیئے۔
۸۔ آپ کی قبر انور کے پاس آواز ہرگز بلند نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی وہاں سجدہ کیا جائے۔

زائرِ مدینہ کو چاہیئے کہ وہ مسجد نبوی میں نماز باقاعدگی سے ادا کرے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

صلوۃ فی مسجدی ھذا	میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا اس کے
افضل من الف صلوۃ فیما	علاوہ ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل
سواہ الا المسجد الحرام۔	ہے سوائے مسجد حرام کے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے جس فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرائض و نوافل دونوں نمازوں کو شامل ہیں۔

یہ فضیلت نہ صرف اس قدیم مسجد کو حاصل ہے جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں تھی بلکہ اس میں جو اضافہ ہوتا گیا، اسے بھی حاصل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لو بنی ھذا المسجد الی صنعاء	اگر اس مسجد کو صنعاء تک بھی بڑھا دیا

كان مسجدي۔ جائے پھر بھی یہ میری ہی ہے۔

زائر کو چاہیئے کہ وہ ریاض الجنت میں بھی حاضری دے۔

بخاری میں دو مرفوع روایات ہیں:

۱۔ ما بين قبري ومنبري روضة من رياض الجنة — میری قبر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۲۔ ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة — میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

لہٰذا ہر شخص کو ریاض الجنت میں نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے اس عمل سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور مسجد میں لیٹ آنے کے بعد وہاں جانے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ اس سے گردنیں پھلانگنا، صفیں چیرنا اور ذاکرین کے ذکر میں تشویش واضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کے اس عمل سے لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے جس سے بات گالیوں تک چلی جاتی ہے۔ یقیناً ایسا شخص حصول سنت کے لئے حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی خیر کی تلاش میں نکلے لیکن برائی میں پڑ جائے۔

توحید و ایمان کا مرکز

مدینہ منورہ دار طیبہ، دار السنۃ، دار الھجرت، دار الصدق اور دار الایمان ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام طابۃ رکھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کا نام طیبہ رکھا۔ پہلے اسے یثرب کہا جاتا تھا۔ قرآن پاک نے اسے بطور حکایت منافقین یثرب کہا ہے۔ اسے یثرب کہنے سے منع کر دیا گیا کیونکہ یثرب کا مادہ ثرب ہے جس کا معنی "فساد"

ہے یا اس کا مادہ تثریب ہے جس کا معنی توبیخ و ملامت ہے اور حضور علیہ السلام برے نام کو ناپسند کرتے تھے۔

مدینہ کو یثرب کہنا

مسند امام احمد میں براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من سمی المدینۃ بیثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ	جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام سے پکارا اسے چاہیئے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے کیونکہ مدینہ تو طابہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من قال یثرب فکفارتہ ان یقول المدینۃ عشر مرات۔	جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام سے پکارا اس کے لئے کفارہ یہ ہے کہ دس مرتبہ مدینہ کہے۔

تمام مدینہ منورہ مقدس و مشرف اور حرم ہے۔ حالت احرام و عام حالت میں اس کے درختوں اور جھاڑیوں کو کاٹنا حرام ہے۔ یہی جمہور کا موقف ہے۔ صحیح مسلم میں حضور علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ ہے:

إن ابراھیم حرم مکۃ وانی حرمت المدینۃ ما بین لابیتھا حرام لا یقطع عضاھا ولا یصاد صیدھا۔	بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینے اور اس کے گرد و نواح دونوں پہاڑوں کے درمیان جو کچھ ہے، کو حرم بنایا ہے۔ نہ اس کی جھاڑیوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

علماء کے ہاں اگر کوئی مکہ مکرمہ کے جانوروں کا شکار کرتا ہے، یا اس کے درخت کاٹتا ہے تو اس پر تاوان لازم آئے گا۔ برخلاف مدینہ کے کیونکہ اس کے شکار اور درختوں کے کاٹنے سے تاوان کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔

مدینہ منورہ وہ شہر ہے جس کے کھانے اور مشروب میں برکت ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے اہلِ مدینہ کے لیے ان کے صاع۔ مد اور ناپ تول کے پیمانوں میں برکت کی دعا کی تھی۔

مدینہ منورہ وہ سرزمین ہے جہاں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ بخاری و مسلم میں حضور علیہ السلام کی یہ حدیث ہے:

دجال سرزمین مکہ اور مدینہ میں نہیں چل سکتا۔ جب دجال آئے گا تو مدینے کے نواح میں اترے گا اور وہاں سے تین بری خبریں پھیلائے گا۔ پس اس کی دعوت پر صرف کافر اور منافق ہی نکلیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجال ہر شہر میں گھومے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

مدینہ منورہ وہ سرزمین ہے جہاں پر طاعون بیماری نہیں پھیل سکتی کیونکہ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

شہر مدینہ کی چوٹیوں پر ملائکہ متعین ہیں جو طاعون اور دجال کو اس شہر میں داخل نہیں ہونے دیتے۔

انقاب (نقب کی جمع ہے) پہاڑ کی چوٹی پر راستہ اور انقاب مدینہ سے مراد مدینہ کے راستے اور مدینہ کے درّے ہیں۔

طاعون بیماری کے نہ پھیلنے کا راز یہ ہے کہ طاعون طبیبوں کے نزدیک ایک وباء ہے۔ صحیح روایت میں ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے تو وہ بڑی امراض اور شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کے لیے دعا کی پس وہ بیماری ان سے دور ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللّٰھم انقل وباءھا الی خم — اے اللہ اس شہر مدینہ کی وباء کو نکالکر خم کی طرف منتقل کر دے۔

خم مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جحفہ میں رابغ کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ طاعون ایک عام پھیلی ہوئی موت ہے۔ طاعون سے بیماری مراد یہ ہے کہ طاعون بیماری مدینے میں ایسے نہیں پھیلے گی جیساکہ دوسرے شہر میں پھیلتی ہے۔ جیساکہ عمواس کے طاعون میں ہوا تھا۔

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کا قول سچ کر کے دکھایا کیونکہ نہ کسی مؤرخ نے بیان کیا۔ نہ اس کے علاوہ کسی نے یہ قول کیا ہے کہ اس دعا کے بعد شہر مدینہ میں کسی سال طاعون پھیلا ہو۔ یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کی اس برکت کا نتیجہ ہے جب حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللّٰھم صححھا لنا۔ — اے اللہ تو اس شہر مدینہ کو ہمارے لئے بیماریوں سے پاک شہر بنا دے۔

شہر مدینہ وہ سرزمین ہے جو خبیث کو قبول نہیں کرتی بلکہ یہ خباثت کو زائل کرنے میں بھٹی کی مانند ہے جیساکہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک اعرابی نے سرکار کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ جب اسے مدینے کی گرمی پہنچی تو اس نے سرکار سے عرض کیا یا محمد میری بیعت کو ختم کر دو۔ آپ نے بیعت کو ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اعرابی مدینے سے چلا گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

انما المدینۃ کالکیر تنفی خبثھا وینصع طیبھا — سرزمین مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو خباثت کو زائل کرتا ہے اور پاک کی حفاظت اور اسے خالص بناتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے، مدینہ کو یہ جو خاصیت حاصل ہے یہ صرف سرکار کے ظاہری حیات تک خاص ہے۔ جبکہ امام نوویؒ کا موقف یہ ہے، مدینہ کی یہ خاصیت ہر دور کے

لئے ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتی تنفی المدینة شرارها کما ینفی الکیر خبث الحدید۔	قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک مدینہ سے شرار کو ختم نہ کیا جائے جس طرح سے بھٹی لوہے کی میل کو دور کرتی ہے۔

امام زرکشی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

واللہ اعلم زمن الدجال	اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر یہاں دجال کے خروج کا زمانہ مراد ہے۔

مدینہ منورہ کو جو کوئی اعراض کرتے ہوئے چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ مدینے میں اس سے بہتر شخص کو آباد کر دیا کرتا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بھی سرزمین مدینہ سے اعراض کر کے نکلتا ہے وہ یا تو اس سرزمین کے فضل و کرم اور اس میں قیام پذیر ہونے کی فضیلت سے ناواقف ہے یا وہ اس کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں جب کوئی شہر مدینہ چھوڑ کر نکلتا ہے۔ باقیماندہ لوگ جو مدینہ میں ہوتے ہیں۔ وہ اس شخص سے ہر حال میں بہتر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مکہ اور مدینہ اہل علم و فضل و صاحب دین و تقویٰ سے خالی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

مدینہ منورہ میں ہی وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ	وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی۔ رسول اس مسجد میں نماز

تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ پڑھنے کا زیادہ حقدار ہے ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے اس مسجد کے بارے میں پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو آپ نے فرمایا وہ یہ تمہاری مسجد ہے ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مسجد نبوی کا نام لیا ۔

حق بات یہ ہے کہ دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ۔ ترمذی میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے :

الصلاۃ فی مسجد قبا کعمرۃ ۔ مسجد قبا میں نماز عمرہ کی طرح ہے ۔

ابن ماجہؒ نے سند جید کے ساتھ حضرت سہیلؓ سے ایک روایت کی ہے کی حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من تطھر فی بیتہ ثم اتی مسجد قبا فصلی فیہ صلاۃ کان لہ کاجر عمرۃ

جو کوئی اپنے گھر میں وضو کرنے کے بعد مسجد قبا میں آئے ۔ اس میں نماز پڑھے تو اس کے لیے عمرے جتنا ثواب ہے ۔

امام احمد و حاکم نے اسے روایت کر کے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ۔

حضور علیہ السلام ہر ہفتے کے دن مسجد قباء پیدل یا سوار ہو کر جاتے اور کبھی کبھی پیر کو جاتے ۔ اسی طرح سے سترہ رمضان کی صبح آپ مسجد قباء جاتے اور نماز ادا کرتے ۔

حضور علیہ السلام نے سر زمین مدینہ میں سکونت پر ترغیب دی ہے اور وعدہ فرمایا کہ جو شخص شہر مدینہ کی تکالیف پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفیع ہونگا ۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شخص کو ناپسند فرمایا جو شہر مدینہ میں بدعت و برائی

پھیلاتا ہے یا جو گناہ کرتا ہے۔

من احدث فیھا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا۔	جو شخص شہر مدینہ میں بدعت پھیلاتا ہے یا بدعتی کو پناہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی کوئی فرضی و نفلی عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شخص کو بھی ناپسند فرمایا جو اہل مدینہ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یا اُن کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور فرمایا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ میں یوں پگھلائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے یا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

اللھم اکفھم من دھمھم بباس۔	اے اللہ شہر مدینہ کی اکثریت کو تکلیف سے بچا۔

اسے امام بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

محفلِ میلاد کے بارے میں امام ابن جوزیؒ کی رائے

علامہ جرادانیؒ "فتح العلام بشرح مرشد الانام" میں فرماتے ہیں:
ایک عظیم ایجادِ حسنہ بلکہ امورِ خیر میں سے اہم محفلِ میلاد ہے۔ جس میں رحمتِ دوجہاں کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ محتاجوں کے ساتھ تعاون کیا جاتا ہے اور بوقتِ ولادت ظہور پذیر واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں یہ بات نہایت ہی مجرّب ہے کہ محفلِ میلاد کا انعقاد کرنے والا اس کی برکت سے پورا سال امن میں رہتا ہے۔ اور اس میلاد کی برکت سے اپنے مقاصد کو جلد پالیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے آپؐ کی ولادت کی خوشخبری دی تو ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ آپؐ کو دودھ پلائے۔ اسے اس عمل کی یہ جزاء ملی کہ اسے ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہوگئی ــــ یہ حال ہے اس شخص کا جس کی قرآن مذمت کرتا ہے ــــ اگر کوئی مسلمان حضور کی آمد کی خوشی میں حسب توفیق کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس کا عالم کیا ہوگا؟ میں حلفاً کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریں گے۔

بدعتِ حسنہ میں سے ایک اہم عمل ذکرِ میلاد میں آپ کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہونا بھی ہے اور یہ مستحب ہے اور یہ عمل خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے بلکہ بعض علمائے احناف نے فرمایا کہ جب لوگ تعظیماً ایسا کر رہے ہوں اور ایک آدمی (حضور کے ادب کو پسند نہ کرتے ہوئے قیام) نہ کرے تو اس سے کفر لازم آنے کا خطرہ ہے۔ اللہ کی قسم اگر امتی آپ کی آمد پر، اگرچہ ذکرِ میلاد میں ہی آپ کے استقبال کے لئے کھڑا نہیں ہوتا تو اور کس کے لیے کھڑا ہوگا۔

علامہ حلوانی بیان کرتے ہیں، جب خطیب آپ کا ذکر کر رہا ہو یا کھڑا ہونا تشویش کا باعث بنے یا کھڑا ہونے سے سننے میں دقت پیش آتی ہے تو ایسی صورت میں کھڑا نہ ہونا واجب ہے۔

سلام کے لئے بہتر الفاظ

جب بھی کوئی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جائے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ کہے: السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا خیر الرسل! اس کے بعد عرض کرے یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔	اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں اور پھر آپ کی بارگاہ میں توبہ کے لئے آئیں پس انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرے یقیناً اللہ تعالیٰ کو وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

میں بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے آیا ہوں ۔ یارسول اللہ ! اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں ۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ یہ کہے یارسول اللہ میں اپنے گناہوں کی آپ کے رب سے معافی کے لئے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں ۔

یاخیر من دفنت فی القاع اعظمہ   فطاب من طیبھن القاع والاکم

(اے وہ ذات جو تمام سے بہتر ہے جس کی خوشبو سے تمام مقامات معطر ہوئے ہیں ۔)

نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ   فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

(میری جان آپ کے مزار اقدس پر قربان جس میں پاکیزگی اور جود و کرم ہی ہے ۔)

امام شافعیؒ کے استاذ امام محمد عتبی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دیہاتی کو سنا وہ مذکورہ کلمات حضور علیہ السلام کی قبر انور کے پاس کہہ رہا تھا ۔ جب واپس چلا گیا تو میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا، اے عتبی! اس دیہاتی سے مل کر اسے یہ بتادو کہ اللہ تعالٰی نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں ۔

بعض حفاظ محدثین نے شیخ ابو سعید السمعانی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تدفین کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا اور ـــــــ

فرمی نفسہ علی القبر الشریف علی ساکنہ الصلوۃ والسلام وحث ترابہ علی رأسہ وقال یارسول اللہ قلت سمعنا قولک ووعیت عن اللہ تعالی کما وعینا علیک ۔	اور حضور علیہ السلام کی قبر انور کے ساتھ چمٹ گیا اور قبر انور کی مٹی اپنے سر پر ڈالتے ہوئے کہنے لگا، ہم نے آپ کے قول کو سنا اور یاد رکھا جیسے کہ ہم نے اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد گرامی یاد رکھا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی طرف جو کلام نازل ہوا ہے ، اس میں ہے

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

یقیناً میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے ۔ اب میں آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کے لیے حاضر ہوا ہوں ۔

فنودی من القبر الشریف — پس قبر انور سے آواز آئی اے حاضر

انہ قد غفر لک — ہونے والے اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ۔

یہ واقعہ شارح اقناع ، ابن تیمیہ ، ابن قیم ، ابن عساکر اور ابن جوزی نے بیان کیا اور حافظ ابن کثیر نے اسے ثابت رکھا ۔

اس مبارک مقام پر اللہ کے حضور تجدید توبہ کی جائے اور عرض کیا جائے کہ اسے خالص توبہ بنا دے قبولیت کے لئے حضور کی شفاعت کے ساتھ ساتھ مذکورہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے تضرع اور کثرت کے ساتھ استغفار کرے ۔

اس کے بعد یہ کہے ، میں اپنی جان پر ظلم کثیر کر بیٹھا ہوں ۔ میں اپنی جہالت و غفلت کے باعث بہت بڑا گناہ گار ہوں ۔ اور اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی ہی بارگاہ میں پناہ لیتا ہوں ۔ آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے آیا ہوں تاکہ آپ اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں ۔ کیونکہ آپ گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں ۔ آپ کی شفاعت قبول کی جاتی ہے ۔ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا مقام ہے ۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں ۔ آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں اور آپ کی وساطت سے اللہ رب العزت سے سوال کرتا ہوں وہ مجھے بخش دے اور مجھے آپ کی سنت و محبت پر موت دے اور قیامت کے دن مجھے آپ کے گروہ میں شامل کرے ۔ مجھے اور میرے دوستوں کو آپ کے حوض کوثر پر وارد کرے ۔

یارسول اللہ! اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کیجئے۔ اے شفیع المذنبین اب میں صرف آپ کے در کا سوالی ہوں اور اپنے اللہ سے یہ امید لگائے ہوئے ہوں کہ وہ مجھے معاف کر دے اور آئندہ بھی جو کچھ غلطی کروں اسے بھی معاف کرے۔ اور آپ کی برکت سے آئندہ زندگی میں گناہ سے محفوظ رکھے۔ اے خاتم النبیین اور اے گناہگاروں کے سہارا۔

انت الشفیع وآمالی معلقة وقد رجوتک یاذا الفضل تشفع لی

(آپ شفاعت کرنے والے ہیں میری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں' اے صاحب فضل آپ میری شفاعت کریں

ھذا نزیلک اضحی لاملاذ له الاجنابک یا سئولی ویا أملی

(یہ تیرے در کا گدا ہے اس کا آپ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اے میرے پرسان حال اور اے میری امید)

ضیف ضعیف غریب قد اناخ بکم ومستجیر بکم یا سادة العرب

(اے عرب وعجم کے سردار ایک کمزور مسافر آپ کی پناہ لینا چاہتا ہے)

یامکرمی الضیف یاعون الزمان ویا غوث الفقیر ومرمی القصد والطلب

(اے میرے مکرم میزبان اور اے زمانے کی مدد کرنے والے اور اے مقاصد ومطالب کے حصول کی جگہ)۔

ھذا مقام الذی ضاقت مذاھبه وانتم فی الرجاء من اعظم السبب

(یہ وہ جگہ ہے جہاں دنیا کے ہر سہارا کی انتہا ہوتی ہے لیکن آپ کی ذات امید ورجاء کا سب سے بڑا سہارا ہے)

یا اس آیت مبارکہ کے بعد یوں عرض کرے۔ یارسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں زیارت کے لیے آتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اس حق کو پورا کرنے کے لئے

آئے ہیں جو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے۔ اور ہم آپ کی بارگاہ میں آپ کی زیارت سے متبرک ہونے اور آپ کی شفاعت سے متمتع ہونے کے لیے حاضر ہیں۔ کیونکہ گناہوں کے بوجھ نے ہماری پشتوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ ہمارے دل کو سیاہ کر دیا۔ یارسول اللہ آپ کے سوا کوئی ایسا سہارا نہیں جس کی ہم امید لگائیں اور آپ کے در کے علاوہ کوئی در ایسا نہیں جہاں پر فریاد کریں۔

یارسول اللہ ہمارے لیے استغفار کیجیے اور اپنے رب کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کیجیے اور اللہ رب العزت سے عرض کیجیے کہ وہ ہمارے مقاصد پورے کرے۔ اور ہمیں قیامت کے دن اپنے صالح بندوں میں اور باعمل علماء میں شمار کرے۔

حضورؐ کے فضائل قرآن کی روشنی میں

بعض شعراء نے فضائلِ نبوی کو قرآن کے حوالے سے یوں بیان کیا:

الم یرضک الرحمٰن فی سورۃ الضحیٰ — وحاشاک ان ترضیٰ و فینا معذب

(کیا سورۂ ضحیٰ میں اس نے آپ کو راضی کرنے کا وعدہ نہیں کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ راضی ہو جائیں اور امت عذاب میں رہے)

أترضی مع الجاہ المنیع ضیاعنا — ونحن الی اعتاب بابک ننسب

(اتنے بلند مقام پر فائز ہو کر آپ ہماری پریشانی پر کیسے راضی ہوں گے۔ ہم تمام آپ کی بارگاہ اقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں)

أفضھا علینا نفحۃ نبویۃ — تسلم شتات المسلمین و ترأب

(ہمیں سایہ نبوت کے فیضان سے مالا مال کر دو تاکہ امت مسلمہ تفرقہ و اختلاف سے محفوظ ہو جائے)

کسی شاعر نے اسے یوں بیان کیا ہے

قرأنا فی الضحیٰ ولسوف یعطی — فسر قلوبنا ذاک العطاء

(قرآن نے سورہ الضحیٰ میں فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ اس عطا نے ہمارے دلوں کو خوش کر دیا)

وحاشا یا رسول اللہ ترضیٰ وفینا من یعذب اولیاء

(اور یقیناً جب تک ہم میں سے کسی کو عذاب ہو رہا ہوگا، آپ راضی نہیں ہوں گے)

یہ اشعار بھی خوب ہیں ؎

کیف السبیل الی تقصی مدح من قال الالہ لہ وحسبک جاھا

(اس ذات کی مدح کما حقہ کیسے کی جا سکتی ہے جس کی تعریف و مدح میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا)

ان الذین یبایعونک انما فیما یقول یبایعون اللہ

(جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی بیعت کی)

مصر کے مشہور ادیب شیخ قلقشندی فرماتے ہیں ؎

انی أومل ما أرجو بطلعتہ نوجھہ المنیر المامون ماموول

(میں آپ کے اس چہرہ اقدس کے دیدار کا طالب ہوں جو روشن و تاباں ہے جسے دیکھنے سے سکون و حلاوت اور تمام امیدیں بر آتی ہیں)

ما ذا أقول و مافی زخرف الشعرا من بعد ما فصلت حم تنزیل

(میں آپ کی شان میں کیا کہہ سکتا ہوں اور شعراء کے پاس وہ الفاظ کہاں، جبکہ آپ کی شان اقدس میں تفصیلی کتاب قرآن نازل ہوا ہے)

بعثت سے قبل عبادت

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا حضور علیہ السلام بعثت سے قبل شرع کے تحت عبادت کرتے تھے یا نہیں؟

جمہور کا خیال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کسی شرع کے تحت عبادت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نقل کیا جاتا اور ایسے معاملات کو چھپانے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس شریعت والے اس پر فخر کرتے اور اس سے آپ کے خلاف استدلال کرتے۔ جب ایسا نہیں ہوا تو ہم نے جان لیا حضور علیہ السلام بعثت سے قبل کسی نبی کی شرع کی پیروی نہیں کرتے تھے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ عقلاً یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بعید از قیاس ہے کہ آپ تابع ہوں حالانکہ آپ متبوع ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس بارے میں کوئی موقف اختیار کرنے سے خاموشی سے کام لیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ یہاں جانبین میں سے کسی طرف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں۔ امام الحرمین کا بھی یہی موقف ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بعثت سے قبل کی شرع کی اتباع کرتے تھے۔ پھر خود ان لوگوں میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے اس نازک مسئلے کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور کچھ نے اپنا واضح موقف اختیار کرنے کی جسارت بھی کی۔

تعیین کرنے والوں میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام کس نبی کی شریعت کی پیروی کرتے تھے؟ بعض نے کہا نوح علیہ السلام کی۔ بعض نے کہا ابراہیم علیہ السلام بعض نے موسیٰ علیہ السلام بعض نے عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے آدم علیہ السلام کہا۔

اس مسئلے پر مشہور یہی مذکورہ بالا مذاہب ہیں لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ قرین قیاس جمہور کا موقف ہے اور سب سے بعید از قیاس تعیین کرنے والوں کا موقف ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور نقل ہوتا۔ چونکہ نقل نہیں ہوا لہٰذا ایسا نہیں ہوا۔

بعض سطحی مطالعہ رکھنے والے حضرات جن کے پاس نہ کوئی تحقیق ہے اور نہ

ہی قرآن و سنت کی روح کا کوئی علم ۔ ان کا موقف ہے کہ سرکارؐ حضرت ابراہیم کی شریعت پہ تھے اور آپ کی کوئی الگ شریعت ہے ہی نہیں اور سرکار کی بعثت کا مقصود الگ شریعت نہیں بلکہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنا تھا ۔ ان کم فہم حضرات کا ماخذ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کا ظاہر ہے ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا ۔ (ہم نے آپ کی طرف حکم نازل فرمایا کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں)

ان کا یہ خیال غلط بلکہ خرافات میں سے ہے ۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے اس طرح کی گفتگو و استدلال صرف وہی شخص کرتا ہے جو عقل کے لحاظ سے کمزور اور طبیعت کے لحاظ سے کثیف و بدہو ۔ باقی اس آیۂ کریمہ میں تو جس اتباع کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اس سے مراد توحید خالص کی تعلیمات ہیں جو کہ مقام خلت جو مقام ابراہیم ہی ہے کے مناسب ہیں قرآن کریم میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ (حنیفا و ما کان من المشرکین) کیونکہ حضرت ابراہیم نے اپنا معاملہ کاملاً اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا ۔

جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپکو کسی مدد کی ضرورت ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ اگر یہ مدد تمہاری طرف سے ہے تو مجھے ایسی مدد کی ضرورت نہیں ۔ اس مقام تفویض پر حضرت ابراہیم سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا ۔ لیکن سرکار کے تفویض و سپردگی کا حال تو اس سے بھی بلند ہے کیونکہ آپ کو جو قرب حاصل ہوا وہ نہ تو حضور سے قبل کسی کو حاصل ہوا اور نہ بعد میں ۔ اس مقام تفویض کو تو آپ کا خالق ہی جانتا ہے اور وہی جانتا ہے جس نے آپ کو وہ انعامات دیئے جو کسی کو نصیب نہیں ہو سکتے ۔

یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر شفاعت کی درخواست کرتے ہوئے کہیں گے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا دوست

بنایا ہے جبکہ کسی دوسرے نبی کو (خلیل) نہیں کہا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میں اگرچہ اللہ کا خلیل ہوں مگر اس مقام سے نیچے ہوں جو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔

سابقہ آیت ہی کی طرح قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے:

اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده۔

یہاں اقتداء سے مراد فروعات میں اتباع نہیں بلکہ حضور کے شایان شان مقامِ توحید، اس کے متعلقات اور مقاماتِ عالیہ کا حصول ہے کیونکہ اس آیت میں جن ذوات کی طرف اشارہ ہے ان میں سے بعض رسول ہی نہیں مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایک قول یہی ہے کہ وہ رسول نہ تھے اور باقی اگرچہ رسول ہیں مگر ان کی فروعاتِ شرائع میں اختلاف ہے۔ لہٰذا ان تمام کی فروعات کی اقتداء کا حکم دینا ہی محال ہے۔

شیخ الاسلام سراج بلقینیؒ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں کوئی ایسی حدیث وارد نہیں ہوئی جس سے واضح ہو کہ آپ نے بعثت سے قبل کس طرح کی عبادت کی لیکن ابن اسحاق اور دیگر لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر سال میں تقریباً ایک مہینہ ضرور غارِ حرا میں جاتے تھے اور وہاں جا کر غور و فکر — اور عبادت کرتے۔

جاہلیت کے زمانے میں کفار قریش کے پاس جب کوئی مسکین آتا تو اسے کھانا کھلاتے جب تک وہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر لیتا اور وہ اس عمل کو اپنی عبادت خیال کرتے تھے۔ اور ان میں سے جب کوئی سفر پر جاتا تو واپسی پر گھر داخل ہونے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتا۔

بعض لوگوں نے غارِ حرا میں حضور علیہ السلام کی عبادت کو صرف غور و فکر پر محمول کیا ہے۔ میرے نزدیک حضور علیہ السلام کی عبادت مختلف انواع پر مشتمل تھی۔ ان میں ایک

لوگوں سے قطع تعلق کر کے اپنے رب کی طرف رجوع تھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا تھا۔ کیونکہ کشادگی اور خوشحالی کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اس عبادت میں غور و فکر بھی شامل ہے۔ اسی لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غار حرا میں آپ کی عبادت صرف غور و فکر ہی تھی۔

اس موضوع پر فتاویٰ ابن حجر ہیتمی کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔

زیارتِ نبوی کے لئے منقول صلوٰۃ وسلام

امام غزالیؒ احیاء علوم الدین میں، امام مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے ہر روز (دن ورات) میں پانچ سو مرتبہ درج ذیل صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ وہ مرنے سے قبل حضور علیہ السلام کو عالمِ بیداری میں ضرور دیکھے گا۔

اللهم صل علی سیدنا محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

من صل علی یوم الجمعۃ	جس شخص نے جمعے کے روز مجھ
الف مرۃ بھذہ الصلوٰۃ	پر ہزار مرتبہ یہ سلام پڑھا، اے اللہ
وھی اللھم صل علی	حضور علیہ السلام پر رحمت نازل
سیدنا محمد النبی	فرما تو وہ شخص اس رات ضرور اپنے
الامی فانہ یری ربہ فی	رب یا نبی کا دیدار کرے گا۔ یا جنت
لیلتہ او نبیہ او منزلتہ	میں اپنا گھر دیکھے گا، اگر وہ شخص نہ
فی الجنۃ فان لم یر	دیکھے تو یہ کام دو، تین یا پانچ جمعوں
فلیفعل ذلک فی جمعۃ ثان او	تک جاری رکھے۔

ثلاث او خمس وفی روایۃ زیادۃ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔	ایک اور روایت میں "علی آلہٖ وصحبہٖ وسلم کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

کتاب "الغنیہ" میں قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت اعرج کے حوالے سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

من صلی لیلۃ الجمعۃ رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتب وآیۃ الکرسی مرۃ وخمس عشرۃ مرۃ قل ھو اللہ احد۔ ویقول فی آخر صلاتہ الف مرۃ اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی فانہ یرانی فی المنام ولا تتم لہ الجمعۃ الاخری الا وقد رانی ومن رانی فلہ الجنۃ وغفرلہ ماتقدم من ذنبہ وما تأخر	جس نے جمعرات کو دو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھی، قل ھو اللہ احد پندرہ مرتبہ پڑھی اور پھر اس نے اپنی نماز کے آخر میں ہزار مرتبہ یہ صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی۔ بے شک وہ خواب میں مجھے دیکھے گا۔ اگلا جمعہ آنے سے قبل۔ اور جس شخص نے مجھے دیکھا جنت اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مقامِ عبودیت ہی حضور کا بلند ترین مقام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام
الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من
آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعبدہٖ فرمایا۔ بنبیہٖ یا برسولہٖ
نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ وصفِ عبودیت ہی دراصل تمام
اوصاف سے اخص واشرف ہے۔ کیونکہ جس بندے کی نسبتِ عبدیت اپنے رب کے
لیے اس طرح خالص ہو جاتی ہے کہ وہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں گردانتا تو
وہ حقیقۃً کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے دیگر اہم مقامات پر بھی آپ کی صفتِ عبدیت
کا ہی ذکر کیا۔ مثلاً مقام وحی میں فرمایا: فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ اسی
طرح مقامِ دعوت میں فرمایا: وانہٗ لما قام عبد اللہ یدعوہ۔
اسی لیے قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

وممّا زادنی شرفا و تیھا　　وکدت باخمصی أطا الثرایا
(اے اللہ تو نے میرے شرف و مرتبہ کو اتنا بلند فرمایا کہ ستارے میرے قدموں کے نیچے ہیں)
دخولی تحت قولک یا عبادی　　وأن صیرت احمد لی نبیا
(کیونکہ میں تیرے ارشاد "یا عبادی" میں داخل ہوں اور تو نے احمد جیسا نبی مجھے
عطا فرمایا)

عبدیت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح سرکار کی امت آپ کے مقامات دیکھ
کر کہیں بھٹک نہ جائے جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت بھٹک گئی اور انہوں نے
ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔
"بعبدہٖ" یعنی وہ جسم و روح کے ساتھ اپنے بندے کو لے گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

کے ارشاد - انہ ھو السمیع البصیر - مشہور یہی ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ وہ ذات اقوال کو سننے والا اور احوال و افعال کو دیکھنے والا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ رہا معاملہ سمیع و بصیر کہنے کا تو یہ دونوں وصف اس لئے لائے گئے تاکہ ان اوصاف کے ساتھ سرکار کی تعریف کیجائے۔ اس لحاظ سے کہ آپ نے وہ کچھ مشاہدہ کیا جو کرنا تھا وہ سنا جو سننا تھا۔ نہ آپ کی آنکھ جھپکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ اسی اعلیٰ مقام کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ کیا۔ ما زاغ البصر وما طغی۔

الغرض حضور علیہ السلام کو وصف سمیع و بصیر کے ساتھ متصف کر دیا گیا۔

درود فاتح کی تشریح

اللھم صل وسلم و بارک علی سیدنا محمد الفاتح لما اغلق والخاتم لما سبق والناصر الحق بالحق۔

آپ فاتح و خاتم ہیں

آپ کی ذات کی برکت سے اس کائنات پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہوا اور اس کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔

(الفاتح لما اغلق) حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وہ سب خزانے کھول دیے جو سابقہ شریعتوں میں بند تھے کیونکہ حضور علیہ السلام کی بعثت زمانہ فترت کے بعد ہوئی یوں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذریعے دنیاوی و اخروی نعمتوں کے دروازے کھول دیے۔ پس تمام نعمتوں کی تقسیم آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حدیث مبارک میں موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اوتیت مفاتیح خزائن السموات والارض۔	اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کے خزائن کی چابیاں مجھے دے دی ہیں۔

انہی خزائن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے بھی فرمایا: لہ مقالید السموات والارض۔ یہاں مقالید سے مراد چابیاں ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ اسی امر کی طرف یہ حدیث پاک بھی اشارہ کرتی ہے۔

اللہ معط وانا القاسم	اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنیوالا ہوں۔

وَالْخَاتِمْ لِمَا سَبَقْ کا معنی

حضور علیہ السلام کی نبوت ماقبل نبوت و رسالت کے لئے خاتم ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو وہ بھی جب آسمان سے واپس زمین پر اتریں گے تو حضور کا امتی بن کر آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ جس طرح سے حضرت خضر و الیاس حضور علیہ السلام کی امت بن کر آپ کی شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

وَالنَّاصِرُ الْحَقَّ بِالْحَقِّ کا معنی

یعنی حضور علیہ السلام اس دین کی مدد کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ	جو دین اسلام چھوڑ کر غیر اسلام کی تلاش

دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۔ میں ہے اُس کی کوئی نہیں سنی جاتی ۔

یعنی حضور علیہ السلام نے دینِ حق کو دلائل کے ساتھ ثابت کر کے اُس کو پختہ بنا دیا ۔ اور اسی خاطر آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق جہاد کیا ۔ دوسرے حق سے مُراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک "حق" بھی ہے ۔ پس اب معنی یوں بنے گا ۔ یعنی وہ ذات جسے اپنے رب کی تائید حاصل ہے ۔ وما النصر الا من عند اللہ اور وہ آپ کے صراطِ مستقیم پہ چلنے کے لیے ہماری راہنمائی کرتا ہے ۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ

(اے حبیب میرا پیغام پہنچایئے)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ۔	اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا اسے آگے لوگوں تک پہنچا دیجئے ۔ اگر یہ فریضہ آپ نے انجام نہ دیا تو آپ نے اپنا منصب رسالت کما حقہ پورا نہ کیا ۔ یقیناً اللہ ہی لوگوں سے آپ کی حفاظت کرنیوالا ہے ۔

واضح رہنا چاہیئے حضور علیہ السلام پر جو کچھ وحی کی صورت میں اترا ، اُس کی تین اقسام ہیں ۔

۱ ۔ قرآن پاک اور وہ احکام جو عالم خلق سے متعلق ہیں ۔ ان کو حضور علیہ السلام نے آگے لوگوں تک پہنچا دیا ۔ ان احکام و قرآن کو پہنچانے میں حضور علیہ السلام نے نہ کمی کی اور نہ زیادتی کی ۔ اگر بالفرض حضور علیہ السلام ان آیات میں سے کسی آیت کو چھپاتے تو ان آیات کو چھپاتے جو بطور عتاب تلطف آپ پر نازل ہوئیں ۔ جیسے عبس وتولی ۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ ۔ تبت یدا ابی لھب ۔ یا مختلف سورتوں کے اوائل سے قل کو چھپاتے مثلاً : قل یاایھا الکافرون ۔ قل ھو اللہ احد ۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ۔ وغیرہ ۔

خود اللہ رب العزت نے حضور علیہ السلام کے وصال کے قبل اس حقیقت کی شہادت دی کہ میرے نبی نے میرا تمام پیغام پہنچا دیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب عزرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کی روح انور قبض کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

اقبض فقد بلغت۔	اے عزرائیل اب میری روح قبض کرو یقیناً میں نے اپنا فریضۂ تبلیغ مکمل کر لیا۔

۲۔ بعض امور ایسے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخفی رکھنے کا حکم دیا وہ آپ نے مخفی رکھے اور اس کے بارے میں ایک حرف آگے نہیں بتایا۔ یہ تمام وہ اسرار و رموز ہیں جو امت کو بتانے کے لیے نہیں تھے۔

۳۔ بعض وہ امور تھے جن میں بتانے اور چھپانے دونوں کا اختیار تھا اسی لیے آپ نے بعض کو بتا دیئے اور بعض سے چھپا لیے۔

اور وہ اسرار و رموز تھے جو عام امت کے مناسب نہ تھے۔

اسی لیے ابوہریرہ سے ایک روایت ہے۔

اعطانی حبیبی جرابین	میرے حبیب نے مجھے علم کی دو تھیلیاں
من العلم لو شئت لکم	عطاء کی ہیں اگر میں ان میں سے ایک
احدھما لقطع منی ھذا	کو تمہارے سامنے واضح کر دوں تو میرا
الحلقوم۔	گلا کاٹ دیا جائے۔

زیارتِ نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار نے فرمایا:

من رآنی فقد رآنی نان	جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے

الشیطان لا یتمثل بی ۔	یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں متمثل نہیں ہو سکتا ۔

امام احمد ، بخاری اور ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے ۔

ایک اور حدیث میں فرمایا :

من رءانی فقد رأی الحق فان	جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً حق کو دیکھا ۔
الشیطان لا یتزایابی ۔	بے شک شیطان میرے نزدیک نہیں آسکتا ۔

اسے امام احمد ، بخاری ، مسلم نے روایت کیا ہے ۔

ایک اور حدیث مبارک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من رأنی فقد رای الحق فان	جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا بیشک
الشیطان لا یتکوننی ۔	شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ۔

اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ۔

سرکار مظاہر حق میں کامل مظہر ہیں جو کچھ آپ سے سنا جاتا ہے وہ حق کی طرف سے ہے ۔

ایک اور مقام پر سرکار نے فرمایا :

من رأنی فانی انا ھو فانہ لیس	جس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ
للشیطان ان یتمثل بی ۔	شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ۔

اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے :

ایک روایت میں ہے :

من رأنی فی المنام فقد	جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے
رأنی اِنّہٗ لا ینبغی للشیطان	دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں متمثل نہیں
ان یتمثل فی صورتی ۔	ہو سکتا ۔

اسے امام احمد ۔ مسلم اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظہ ولا یتمثل الشیطان بی ۔	جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے حالت بیداری میں دیکھے گا ۔ بیشک شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا ۔

اسے امام بخاری ، مسلم ۔ ابوداؤد نے نقل کیا ہے ۔

مذکورہ بالا تمام کی تمام احادیث صحیح ہیں اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس حدیث پر امام بخاری و مسلم اتفاق کر لیں وہ متواتر کی مانند ہو جاتی ہے ۔ مذکورہ بالا احادیث کو ان دونوں ائمہ کے ساتھ ساتھ امام احمد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے یوں یہ احادیث مبارکہ صحت کے درجے سے ترقی کر کے متواتر کے مقام پر فائز ہو گئیں ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم نے فرمایا :

من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی ورؤیا المومن جزء من ستة واربعین جزءً من النبوة ۔	جس شخص نے مجھے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ۔ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے ۔

شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا ۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے احادیث میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ مختلف ہیں : ان شیطان لا یتمثل بی ، لا یتکوننی لا یتخیل بی ۔ تمثیل کے لیے جتنے الفاظ مستعمل تھے ان میں سے کوئی باقی نہیں چھوڑا ۔ لہذا شیطان کے عدم مماثلت کے بارے میں کوئی شک اور شبہ نہ رہا ۔ نہ بیداری میں اور نہ خواب میں ۔

علامہ ابن باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا احادیث کا معنی یہ ہوا کہ آپ کی زیارت خواب میں صحیح ہے وہ محض وہم نہیں اور نہ شیطان کا کرشمہ ہے ۔ دیگر علماء نے

کہا اس میں کوئی مانع نہیں کہ جس نے سرکار کی زیارت کی اس نے حقیقۃً آپ کو ہی دیکھا۔ اور عقل اسے محال بھی تصور نہیں کرتی بعض اوقات سرکار دو عالم اصل حالت میں نظر نہیں آتے یا بیک وقت دو یا زیادہ مقامات پر دیکھے جاتے ہیں تو یہ خود دیکھنے کے خیال میں اختلاط ہے۔ ورنہ ایسا ہونا سرکار کی صفات میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم کی ذات دکھائی دی جانے والی حضور ہی کی ذات ہوگی۔ اس میں ادراک شرط نہیں اور نہ قرب مسافت نہ یہ شرط ہے کہ وہ مدفون ہو یا زمین کے اوپر ہو البتہ موجود ہونا ضروری ہے۔

اور سرکار کے جسم اطہر کے فنا ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بہت سی احادیث صحیحہ میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ نہ صرف سرکار دو عالم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جسم باقی اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور ان کے نیک اعمال ان کی ظاہری زندگی کی طرح جاری رہتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب کے بارے میں منقول ہے کہ جب حرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں نماز متروک ہوگئی تو یہ حجرہ انور سے اذان کی آواز سے پہچان لیتے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہو اور اسی طرح اس کے جو نیک اور صالح بندے ہیں۔

علماء امت نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل زمین کے لیے ایک ہی رات میں حضور کا دیدار ممکن ہے۔ کیونکہ تمام عالم آئینہ کی مانند ہیں اور حضور علیہ السلام کی حیثیت ایک سورج کی طرح ہے۔ اور جب یہ سورج چمکتا ہے تو ہر ایک آئینے کی مقدار کے مطابق اس سورج کی صورت نظر آتی ہے۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا۔ صاف ہے یا گندا۔ لطیف ہے یا کثیف۔ پس جس طرح کا شیشہ ہوگا سورج بھی اسی لحاظ سے اس میں چمکے گا۔ اب اگر شیشہ گندا یا چھوٹا ہو تو اس میں سورج صاف نظر نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں قصور شیشے کا ہوگا نا کہ سورج کا۔

اب جو شخص بھی سرکار کا دیدار کرتا ہے وہ دراصل اپنے نفس و دل کے آئینہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ اگر وہ سرکار کو صفتِ کمال پر دیکھتا ہے تو یہ کمال خود دیکھنے والے کا ہے یا اگر وہ سرکار کا دیدار کسی نامناسب حالت میں کرتا ہے تو یہ نقص خود دیکھنے والے میں ہے

آپ کا ارشاد ہے کہ من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ کے بارے میں علماء کا خیال ہے۔ بیداری میں دیدار دنیا میں ہی ہوگا اگرچہ موت کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

جن لوگوں نے بیداری کے دیدار کو آخرت کے دیدار سے تعبیر کیا ہے ان کا علماء نے رد کرتے ہوئے کہا۔ قیامت کے دن تو ہر مومن سرکار کا دیدار کرے گا۔ چاہے اس نے عالم دنیا میں دیدار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بلکہ کفار و منافق بھی قیامت کے دن سرکار کو دیکھیں گے اور آپ کے مقام اور مرتبے کو تسلیم کریں گے۔

دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کو بصیرت جیسے کمال سے نواز دیتا ہے اور ان کے دل کو صاف و شفاف بنا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

کمشکاۃ فیھا مصباح المصباح	مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں
فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا	چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں
کوکب دری یوقد من شجرۃ	ہے۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔
مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ	موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے۔ برکت والے
ولاغربیۃ یکاد زیتھا یضئ	پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا۔ قریب
ولولم تمسہ نار نور علی نور۔	ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے۔ اگرچہ اسے
	آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے۔

یہ تمثیل ہے ان لوگوں کی جن کے دلوں کو اللہ نے نورِ ایمان کے علاوہ علوم و معارف

سے بھی منور کر دیا ہے۔ اور یہ تمثیل ہے عارف کے دل اور اس کے معارف کی۔ جو کوئی اس طرح کے دل کا مالک ہو وہ در حقیقت حالتِ بیداری میں بھی سرکار کے دیدار کا اہل ہے اور اسی طرح دوسرے غیوب کا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو یہودیوں کی سازش سے محفوظ رکھا

یہود نے کئی مرتبہ حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش کی جن میں سے دو کا ذکر حسب ذیل ہے:

۱۔ پہلی مرتبہ یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی ناپاک جسارت اُس وقت کی جب حضور علیہ السلام یہودیوں کے ایک قبیلے بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔ اس معاہدے کے بارے میں جو انہوں نے توڑ دیا تھا۔ اور ان سے اپنے دو نمائندوں کے قتل کی دیت طلب کی جائے جن کو عمرو بن آمیہ الضمری نے شہید کیا تھا۔ اس کام کے لئے حضور علیہ السلام اکیلے تشریف لے گئے۔ جب یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے آپ کا بڑا شاندار استقبال کیا۔ لیکن ان کے اس استقبال میں بھی خباثت چھپی ہوئی تھی جس سے غداری کی بو آرہی تھی۔ حضور علیہ السلام یہودیوں سے ملنے کے بعد ان ہی کے درمیان ایک دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ آپ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضور علیہ السلام کے عقب سے سرگوشیاں سنائی دینے لگیں اور یہودی ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ملے گا کیونکہ اس وقت حضور علیہ السلام ہمارے قریب بھی ہیں اور اکیلے بھی۔ کون ہے جو گھر کی چھت پر چڑھ کر ان کی پشت پر کوئی چیز گرا کر توڑ دے۔ ہم اسے اس کے بدلے انعام دینگے۔

تمام یہودیوں کی نظریں عمرو بن جحاش بن کعب کی طرف تھی کیونکہ یہ ان میں سے قوی اور حسین ترین آدمی تھا۔ یہودیوں نے اس شخص کو بتایا اگر یہ کام کر دو تو اس کے بدلے

تمہارا خون نہیں بہایا جائے گا۔ اور جب محمد ہی نہیں رہیں گے تو بعد میں خون و دیت کا مطالبہ کرنے والا کون رہے گا؟

مزید برآں یہ کہ اس عمل سے مسلمانوں کی قوت منہدم ہو جائے گی۔ اس عمل سے وہ مسلمانوں اور اسلام پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔

عمرو نامی شخص جب اس ناپاک سازش کا ارتکاب کرنے کے لیے مکان کی چھت پر چڑھا جس کے سہارے حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ ادھر اس نے ایک بڑا سا پتھر نیچے گرایا ادھر عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو خبر دیدی پس حضور علیہ السلام نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور پتھر آپ کی نشست گاہ پر آکر گرا۔

اسی اثنا میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ادھر آنکلا کیونکہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ سرکار بنو نضیر کی طرف اکیلے تشریف لے گئے ہیں وہ بھاگ کر آپ کی طرف پہنچ گئے۔ جونہی وہ سرکار کی بارگاہ میں پہنچے تو انہیں سارے واقعہ کا علم ہوا۔ اور وہ سازشیوں کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی لیکن یہودیوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا اور مدینہ اور مضافات مدینہ کے چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

ادھر رب العزت نے بھی قرآن پاک میں یہودیوں کی اس سازش کا ذکر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا	اے ایمان والو! اللہ کی ان نعمتوں
اذکروا نعمت اللہ علیکم	کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیں جب ایک
اذھم قوم ان یبسطوا الیکم	قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانا چاہا
ایدیھم فکف ایدیھم عنکم	تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم
واتقوا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل	تک پہنچنے سے روک دیا۔ پس تم اللہ

المؤمنون۔ ہی سے ڈرو اور مومن صرف اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔

۲۔ دوسری مرتبہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب یہود نے خیبر میں مسلمانوں کی جاہ و حشمت دیکھی تو اب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کیوں نہ ہم نبی اکرم کو کھانے میں زہر ملا کر کھلادیں۔ تاکہ ہمارا وہ وقار جو ان کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے بحال ہو جائے۔ اور وہ ان امیدوں کو پورا کریں جن کا وہ ایک عرصے سے انتظار کر رہے ہیں۔ یوں اس کام کے انجام پاتے ہی دنیا میں ان کی شان و شوکت کا ڈنکا بجے گا۔ پھر ہمارے مقابلہ میں مسیحی رہ جائیں گے جن کو ہم بعد میں ٹارگٹ بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے ختم ہو جانے کے بعد مسیحی وہ قوم ہے جس کے اندر نظم و ضبط موجود ہے۔ چنانچہ اس ناپاک عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے ایک میٹنگ بلائی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ زینب بنت حارث کے ذریعے اس کام کو پورا کیا جائے کیونکہ زینب بنت حارث حضرت صفیہ کی سہیلی تھی جو کہ حضور علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ یہود نے زینب بنت حارث کو کہلا بھیجا وہ حضرت صفیہ سے معلوم کریں کہ حضور علیہ السلام کس کھانے کو زیادہ پسند کرتے ہیں ——— معلوم ہوا حضور علیہ السلام بھنی ہوئی بکری کی دستی کا گوشت زیادہ پسند فرماتے ہیں۔

چنانچہ زینب بھنی ہوئی بکری کی دستی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ وہ ہدیۃً پیش کرے۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ بشر بن براء ابن معرور بھی تھے۔ حضور علیہ السلام نے ابھی وہ کھانا چکھا ہی تھا کہ واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

واللہ ما أظن الا انہ السم۔ خدا کی قسم مجھے یہ زہر لگتا ہے۔

چنانچہ سرکار نے اس بھنی ہوئی بکری کو کھانے سے گریز فرمایا لیکن بشر نے کھانا جاری رکھا حتیٰ کہ حضور نے انہیں کھانے سے روکا۔ چونکہ اس کھانے میں زہر زیادہ تھا وہ ان کے خون میں سرایت کر گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کے حکم پر زینب بنت حارث کو بلوایا گیا اور واقعہ کے متعلق پوچھا گیا۔ زینب نے اعتراف جرم کر لیا۔ اور اس جرم کے ارتکاب کی وجہ بھی بتائی کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں لڑتے ہوئے اس کے خاندان کی ایک بہت بڑی جماعت ماری گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے ذریعے ان کی قوم کو ذلیل کیا اور ان کی شان و شوکت کو ختم کیا اور روئے زمین پر اُن کا اب کوئی مرتبہ نہ تھا۔ یہ کام میں نے اس کے انتقام میں کیا ہے۔ اس پر نبی اکرم نے اس عورت کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو محفوظ رکھا لیکن زہر کا اثر حضور علیہ السلام کی آنتوں میں سرائت کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مرض وصال میں سردرد کے ساتھ ساتھ معدے میں زہر کے اثرات بھی محسوس فرمائے۔

مروان بن عثمان بن ابو سعید بن معلیٰ بیان کرتے ہیں کہ مرض وصال میں جب حضرت بشر کی ہمشیرہ عیادت کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا:

ان ھذا الاوان وجدت	اس وقت وہ زہر میرے جگر کو کاٹ
فیہ انقطاع أبھری من	رہا ہے جو لقمہ کی صورت میں مقام خیبر
الاکلۃ التی اکلتہ مع	پر تیرے بھائی کے ساتھ کھایا تھا۔
اخیک بخیبر۔	

ان دونوں واقعات کو کتب صحاح اور کتب سیر نے نقل کیا ہے۔

حضور کی بارگاہ میں اعمال کا پیش ہونا

شیخ ابن قیم اپنے مشہور قصیدہ نونیہ میں فرماتے ہیں:

هذا واما عرض اعمال العبا ۔ د علیه فهو الحق ذو امکان

(بندوں کے اعمال کا بارگاہِ نبوی میں پیش ہونا حق اور ممکن ہے)

واتی به اثر فان الحدیث ۔ به فحق لیس ذا نکران

(اس پر احادیث ہیں۔ یہ جب احادیث سے ثابت ہے تو اس پر تعجب کیوں؟)

لکن هذا لیس مختصاً به ۔ ایضا بآثار بروین حسان

(لیکن یہ بات آپ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ اس پر بھی حسن احادیث ہیں)

تعلی ابی الانسان یعرض سعیه ۔ وعلی اقاربه مع الاخوان

(انسان کے اعمال اس کے والدین، بھائی اور دیگر رشتہ داروں پر بھی پیش کئے جاتے ہیں).

ان کان سعیا سیئاً حزنوا وقا ۔ لوا رب راجعه الی الاحسان

(اگر اس کے اعمال بد ہوں تو وہ غمگین ہو جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اسے نیکی کی توفیق نصیب ہو).

ولذا استعاذ من الصحابة من روی ۔ هذا الحدیث عقیبه بلسان

(اسی لیے صحابہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد دعا کرتے ہیں)

یا رب انی عائذ من خزیة ۔ اخزی بها عند القریب الدان

(اے اللہ مجھے ہر اس ذلت سے محفوظ فرما جس کی وجہ سے کسی قریبی کے سامنے شرمندگی ہو).

ذاک الشهید المرتضی ابن رواحه ۔ المحبوب بالغفران والرضوان

(اور یہ دعا کرنے والے ابن رواحہ ہیں جو بخشش و رضوان کے محبوب ہیں)

لکن هذا ذو اختصاص والذی ۔ للمصطفی ما یعمل الثقلان

(یاد رہے والدین پر صرف اپنے عزیزوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں مگر حضور کی خدمت میں تمام جن و انس کے اعمال پیش ہوتے ہیں)

(قصیدہ نونیہ، ۱۲۴)

حضرت عمرؓ اور حضورؐ کے نصب کردہ پرنالے کا ادب

امام ابن قدامہ "المغنی" میں فرماتے ہیں گھر کے پرنالے کا رخ راستے کی طرف نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی بغیر اجازت کسی دوسرے کے گھر کی طرف۔

امام اعظم، امام مالک و امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ بڑے راستے کی طرف بھی پرنالہ لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ، حضرت عباس کے گھر کے پاس سے گزرے تو ان کا پرنالہ راستے کی طرف نصب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عباس نے انہیں بتایا

تقلعه وقد نصبه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده۔

اے عمر تم نے تو اس پرنالے کو اکھاڑ دیا ہے حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے نصب کیا تھا۔

جب حضرت عمر فاروق کو اس حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عباس سے یہ کہا:

والله لانصبته الا على ظهري وانحنى حتى صعد على ظهره فنصبه۔

اے عباس اللہ کی قسم اب تم میری پشت پر پاؤں رکھ کر اسے دوبارہ وہیں نصب کرو۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جھک گئے اور حضرت عباس نے آپ کی پیٹھ پر چڑھ کر پرنالہ دوبارہ پہلی جگہ پر نصب کر دیا۔

(المغنی لابن قدامہ ۴: ۵۵۴)

حضور کی اونٹنی اور کجاوہ کے ادب میں صحابہ کا معمول

حضور کا ایک خادم اسلع تھا جو حضور کی سواری کی دیکھ بھال کرتا، اس کا کجاوہ کستا اور اتارتا تھا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جُنبی ہو گیا اور رات کو سردی اتنی زیادہ تھی کہ انہوں نے غسل نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو سرکار نے حکم دیا کہ وہ سواری کو تیار کرے۔ کیونکہ اس دن کسی کام کی خاطر باہر جانا تھا۔ اس صحابی نے یہ جرأت نہ کی کہ وہ اپنا کام کرے جیسا کہ وہ حسب معمول کرتا تھا کیونکہ وہ جُنبی تھا۔

لہٰذا اس صحابی رسول نے سرکار کی سواری کو حالت جنابت میں مس کرنا پسند نہ کیا اور اس کام کی تکمیل کے لیے اس نے دوسرے صحابی سے گزارش کہ وہ یہ کام کرے۔

خود حضرت اسلع کی زبانی سنیئے!

كنت ارحل ناقة النبي صلى	میں سرکار دو عالم کی سواری کو تیار کیا
الله عليه وآله وسلم فاصابتني	کرتا تھا۔ ایک سرد رات میں جنبی ہو گیا۔
جنابة في ليلة باردة واراد	میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں حالتِ جنابت
رسول الله الرحلة فكرهت	میں سرکار کی اونٹنی کو چھوؤں۔ لہٰذا میں
ان ارحل ناقته وانا على	میں نے پانی منگوایا۔ غسل کیا اور پھر
جنابة فاسخنت ماء	رسول اللہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ شامل
فاغتسلت ثم لحقت رسول	ہو گیا۔ سرکار دو عالم نے فرمایا اے اسلع
الله واصحابه فقال يا اسلع	میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آج تمہاری سواری
مالي اری راحلتك تغيرت	کی حالت تبدیل سی لگتی ہے۔ میں نے عرض
فقلت يا رسول الله لم	کیا یا رسول اللہ آج میں نے سواری کو تیار
ارحلها رحلها رجل من	نہیں کیا بلکہ ایک انصاری صحابی نے یہ

الانصار وقال ولم؟ — کام سرانجام دیا ہے۔ آپ نے پوچھا تم
قلت اصابتنی جنابة — نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا
فامرته یرحلها — یارسول اللہ میں حالت جنابت میں تھا۔ اس
لئے دوسرے صحابی کی خدمات حاصل کی ہیں۔

قصیدہ بانت سعاد

مشہور ادیب شیخ ابو جعفر اندلسی اس قصیدے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اتنے اعلیٰ شرف کا مالک ہے کہ آج تک اس کا کوئی بدل نہیں۔ اس قصیدے کو حضرت کعب نے مسجد نبوی میں حضور اور صحابہ کرام کے درمیان پڑھا۔ اور انہوں نے اس قصیدے کو اپنی معافی کا ذریعہ بنایا آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور پوشاک عطا کی۔ ان کی اور ان کے خاندان کی ضروریات کو پورا کیا حالانکہ وہ مباح الدم قرار دیئے جا چکے تھے۔ اس قصیدے نے ان کے تمام گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے عیوب کو چھپا لیا۔

اگر یہ قصیدہ نہ ہوتا تو مدح و غزل کا اجراء نہ ہوتا۔ اور شعراء کو اپنا کلام کہنے کے جواز کے لیے کوئی چیز نہ ملتی جس کے وہ درپے ہیں۔

ہمارے بعض مشائخ اسکندریہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء تو اس قصیدے کے بغیر اپنی مجلسوں کا آغاز تک نہیں کرتے تھے۔ جب ایک شخص سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں سرکار کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ قصیدہ کعب نے آپ کی بارگاہ میں پڑھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا، میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس شخص کو بھی جو اس قصیدے کو پسند کرتا ہے۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ میں اسے ہر روز پڑھوں گا۔

حافظ کتانی فرماتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک شعراء حضرات اس کے وزن

پر کلام کہتے ہیں اور وہ اس قصیدے کے کلمات سے برکت حاصل کرتے ہیں جیسا کہ امام قاضی محی الدین عبد الظاہر نے سرکار کی مدح میں بانت سعاد کے وزن پر ہی کہا ہے۔

لقد قال کعب فی النبی قصیدۃ وقلنا عسی فی مدحہ نتشارک

(یقیناً کعب نے ایک قصیدہ سرکار کی مدح میں کہا ہے۔ ہم نے چاہا کہ ہم بھی اس مدح میں شریک ہو جائیں)

بان شملتنا بالجوائز رحمۃ کرحمۃ کعب فھو کعب مبارک

(یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات ورحمت ہی ہے جو کہ کعب پر ہوئیں اور یہ نہایت ہی بلند و بابرکت مقام ہے)

معمارِ منبرِ نبوی

اس بارے میں اختلاف ہے کہ معمارِ منبرِ نبوی کون ہے۔ آٹھ ناموں کا ذکر مختلف کتب میں آتا ہے۔

١- میمون ٢- باقوق ٣- باقوم ٤- صباح
٥- قبیعۃ ٦- کلاب مولی الباس ٧- تمیم داری
٨- بیناء

اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ منبر سات ہجری میں بنایا آٹھ کو۔

محدث شام شیخ عبد الباقی نے اپنے استاد شیخ نجم الدین کو جو خط لکھا اس میں بھی ان آٹھ ناموں کا ذکر کر کے میمون نامی صحابی رسول کو ترجیح دی ہے۔ وہ اشعار کی صورت میں عرض کرتے ہیں:

صانع منبر المدینۃ الذی کان علیہ یخطب النبی

(مدینہ منورہ میں سرکار کا وہ منبر جس پہ آپ ہمیشہ خطبہ دیتے تھے اس کو بنانے والا)

صلی وسلم وعلیہ دائما   الاھنا المھیمن العلی

(آپ کی ذات پہ رحمتوں کا نزول ہو اس نے نہایت ہی عظیم کام سرانجام دیا۔)

قیل اسمہ میمون او باقول   او باقون او تمیم الداری

(بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا نام میمون تھا بعض کے نزدیک باقول بعض کے نزدیک باقون اور بعض کے نزدیک تمیم داری تھا)

قیل ابراھیم او قبیعہ   والقول الاول ھو القوی

(بعض کے نزدیک ابراہیم، بعض کے نزدیک اس کا نام قبیعہ ہے لیکن پہلا قول سب سے قوی ہے)

شیخ عبدالباقی نے اس پہ مزید اضافہ کرتے ہوئے اور معمار کو زیادہ واضح انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مینا صباح قیصر ھم   کلاھم مینا ھو القوی

(مینا، صباح، قیصر اور باقوم کے بارے میں اقوال ہیں مگر سب سے قوی قول کے مطابق مینا ہے)

حافظ ناصر الدین دمشقی نے اس موضوع پہ ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "عرف العنبر فی وصف المنبر" ہے۔

حضورؐ سے شفاعت طلب کرنے کا جواز

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔ میں نے سرکار سے عرض کیا یارسول اللہ قیامت کے دن میری بھی شفاعت فرمانا۔ نبی اکرم نے فرمایا: انا فاعل (میں ضرور کروں گا) حضرت انس فرماتے ہیں میں نے مزید عرض کیا۔ ہم قیامت کے دن آپ کو کہاں تلاش کریں۔ فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا۔ عرض کیا اگر میں

وہاں آپ سے نہ مل سکا تو پھر کہاں جاؤں ؟ فرمایا : پھر مجھے میزان اور اعمال پڑھوتے دیکھنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں پر بھی میں آپ سے نہ مل سکا تو پھر ؟ فرمایا : پھر مجھے حوضِ کوثر پر ملنا۔ مجھے یہ تین جگہیں کبھی نہیں بھولیں گی۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث مبارکہ کو "باب ما جاء فی شان الصراط" میں نقل کیا ہے۔

یہاں پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث اور حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں تطبیق کیسے ممکن ہے جس میں جب حضرت عائشہ نے نبی اکرمؐ سے پوچھا کیا آپ قیامت کے دن اہلِ بیت کو یاد کریں گے۔ فرمایا : جہاں تک ان تین مقامات کا تعلق ہے یہاں کوئی شخص کسی دوسرے کو یاد نہیں کرے گا۔ خیال یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ جواب اس لیے دیا تھا کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں جبکہ حضرت انس کو یہ جواب اس لیے دیا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں ہوگی ——

ان دونوں کے مختلف معانی میں استعمال ہونے کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ حضرت انس حضور علیہ السلام کے غلام تھے۔ اور واقعی بھروسے کا محل تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مایوس ہو جاتے۔ پس یوں کہا جائے گا۔ پہلی حدیث مبارکہ کو ان لوگوں پر محمول کیا جائے گا جو غائب تھے یعنی کوئی بھی شخص کسی دوسرے غائب شخص کو یاد نہیں کرے گا۔ جبکہ دوسری حدیث مبارکہ کو ان افراد پر محمول کیا جائے گا جو نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود ہوں گے۔

سواد بن قارب کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا

حضرت سواد بن قارب الدوسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں ایک قصیدہ پڑھا جس میں آپ سے شفاعت کی درخواست کی۔

أتانی نجی بعد ھدء ورقدۃ ولم یک فیما قد بلوت بکاذب

سونے کے بعد میرے ہاں سرگوشی کرنے والے آیا اور وہ معاملے میں جھوٹ بولنے والا نہیں تھا۔

ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ أتاک نجی من لؤی بن غالب

ہر رات اس کا قول یہ ہوتا تھا کہ میں لوئی بن غالب کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں۔

فرفعت أذیال الازار وشمرت بی الفرس الوجناء حول السباسب

پس میں نے اپنی چادر اور تہبند کو کس لیا اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

فأشھد ان اللہ لارب غیرہ وأنت مامون علی کل غائب!

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ ہر غائب کے امین ہیں)

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

(آپ بارگاہ خداوندی میں سب سے اقرب وسیلہ ہیں آپ نہایت ہی معزز و پاکیزہ خاندان سے ہیں)

فمرنا بما یاتیک من وحی ربنا وان کان فیما جئت شیب الذوائب

(رب کی طرف سے آپ پر جو پیغام آیا اس سے ہمیں آگاہ فرمائیے اگرچہ میں بڑھاپے میں آیا ہوں)

وکن لی شفیعاً یوم لاذو شفاعۃ بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

(اس دن میری شفاعت فرمائیے جس دن کوئی صاحب شفاعت سواد بن قارب سے ایک چھلکے کی مانند بھی تکلیف دور نہیں کر سکے گا)

مزید تفصیل کے لئے امام ابن عبدالبر کی کتاب " الاستیعاب " کے حرف عین کی طرف رجوع کیا جائے۔

غیر نبی سے توسّل

حضور کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم کا اظہار آپ کے چچا حضرت عباس کے ذریعے کیا جب ان کو وسیلہ بنا کر بارش کے لیے دعا کی گئی۔ اس وقت لوگ خشک سالی کا شکار تھے۔ اس موقع پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اللّٰھم انا نتقرب الیک بعمّ نبیک و بقیۃ آباءہ و کبیر رجالہ فاحفظ اللّٰھم نبیک فی عمہ فقد دلونا بہ الیک مستغفرین۔	اے اللہ ہم تجھے تیرے نبی کے چچا کا واسطہ دیتے ہیں جو کہ دنیا میں حضور کے آخری چچا اور سب سے بزرگ ہیں۔ اے اللہ اپنے نبی کی ان کے چچا کے حوالے سے لاج رکھ۔ ہم تیری بارگاہ میں ان کے واسطے سے معافی مانگنے والے ہیں۔

اس موقع پر حضرت عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ عرض کر رہے تھے:

"اے اللہ تو ہی ہمارا کارساز ہے تو نے یہ بھول کر قحط نہیں کیا۔ اے اللہ بچے لاغر اور کمزور ہو چکے ہیں، بڑوں نے پتے کھانا شروع کر دیے ہر طرف ہر شخص کے منہ پر شکوہ ہے تو ظاہر و باطن کا بہتر علم رکھتا ہے۔
اے اللہ اپنی رحمت خاص سے بارش برسا دے۔ قبل اس کے کہ لوگ مایوسی کے عالم میں ہلاک ہو کر رہ جائیں کیونکہ ہم تیری رحمت سے مایوس نہیں۔
تیری رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتا ہے۔"

حضرت عباس نے جونہی یہ دعا ختم کی آسمان پر بادل چھا گئے اور موسلا دھار

بارش شروع ہوگئی۔ لوگوں نے حضرت عباس کے جسم کو چوم کر یہ کہنا شروع کر دیا اے ساقی حرمین تمہیں مبارک ہو۔ حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا :

سال الامام وقد تتابع جدبنا　　فسقی الغمام بغرة العباس

(امام یعنی حضرت عمرؓ اور دوسرے خشک سالی سے متاثرین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پس حضرت عباس کے وسیلے سے خوب بارش ہوئی)

عم النبی وصنو والده الذی　　ورث النبی بذاک دون الناس

(حضرت نہ صرف یہ کہ حضور کے چچا ہیں بلکہ وہ حضور کے والد کے سگے بھائی بھی ہیں جن کے وارث اعلیٰ نبی علیہ السلام ہیں)

احیا الاله به البلاد فاصبحت　　مخضرة الاجناب بعد الیاس

(اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس کے صدقے بنجر علاقوں کو دوبارہ زندہ کیا پس خشک علاقے سرسبز و شاداب ہو گئے)

فضل بن عباس نے اس خوشی کے موقع پر فخر کرتے ہوئے فرمایا :

بعمی سقی اللہ الحجاز واھله　　عشیة یستسقی بشیبة عمر

(میرے چچا کے وسیلے سے حجاز اور اہل حجاز کو اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جب حضرت عمرؓ نے ان کے وسیلے سے بارش مانگی)

توجه العباس فی الجدب راغبا　　فما کر حتی جاد بالدیمة المطر

(حضرت عمرؓ قحط سالی میں حضرت عباس کی طرف گئے پس وہ نہیں لوٹے حتیٰ کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی)

اللہ تعالیٰ نے سرکار کو ہمیشہ خیر سے نوازا

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جیش عسرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ہم موسم گرما میں حضور کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے اور راستے میں ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ جہاں پر ہمیں سخت پیاس محسوس ہوئی۔ ہمیں یہ خوف محسوس ہونے لگا کہ شاید پیاس کی وجہ سے ہماری گردنیں جسم سے جدا ہو جائیں۔ ہم میں سے ایک آدمی پانی کی تلاش میں نکلا۔ وہ کافی دیر تک پانی ڈھونڈتا رہا اور واپس نہ آیا۔ ہم نے گمان کیا شاید وہ پیاس کی وجہ سے مر چکا ہو۔ ہم میں سے ہی ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کیا اور اس کی اوجھری کو نچوڑ کر پیا اور جو باقی بچا اسے سینہ پر مل لیا۔

اس موقعہ پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکار سے عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کی بات ٹالی نہیں ہے۔

اس پر سرکار نے کہا کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں دعا کروں عرض کیا، جی ہاں۔

سرکار نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے۔ ابھی آپ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل چھا گئے اور برسنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ صحابہ نے سیراب ہونے کے بعد اپنے پاس موجود برتنوں کو بھی بھر لیا۔ اس کے بعد ہم دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ لیکن وہ بادل

ابھی تک برس رہے تھے۔ (اعلام النبوۃ للماوردی)

آپ کی بارگاہ کے علاوہ ہماری کوئی جائے پناہ نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول! نہ تو ہمارے پاس اونٹ ہیں کہ جس کو اور جائیں اور نہ ہی ہمارے قدم اس قدر مضبوط ہیں کہ پیدل چل کر جائیں اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

اتیناک والعذراء یدمی لبانها وقد شغلت ام الصبی عن الطفل

ہم آئے ہیں آپ کے پاس حالانکہ اونٹنیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اور ماں اپنے بچے سے اعراض کر چکی ہے۔

والقی بکفیه الصبی استکانة من الجوع ضعفاً ما یمر ولا یحلی

اور بچے بھوک کی وجہ سے اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ وہ نہ چل سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے دکھ کا اظہار کر سکتے ہیں

ولا شئ مما یاکل الناس عندنا سوی الحنظل العامی والعاهز السفلی

(ہمارے پاس) سوائے حنظل کے (تمے کے) جو نہایت کڑوا ہوتا ہے کھانے کو کچھ نہیں،

ولیس لنا الا الیك فرارنا واین فرار الناس الا الی الرسل

(اور ہماری جائے پناہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں اور لوگوں کی جائے پناہ اللہ کے رسولوں کے علاوہ ہے کہاں)

اس کے بعد حضور کھڑے ہوئے اور چادر کو سمیٹتے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد دعا کی،

"اے اللہ ہم پر ایسی رحمت کی بارش فرما جس سے ہماری زمینوں میں سبزہ

اُگ آئے اور تھنوں میں دودھ دوبارہ آجائے اور زمین دوبارہ تروتازہ ہوجائے"۔

آپ نے ابھی دعا ختم نہیں کی تھی کہ آسمان پر بادل چھاگئے (اور بارش شروع ہوگئی)۔

اس کے بعد اہل لطانہ حاضر ہوئے اور شکایت کرنے لگے یا رسول اللہ! بارش سے سب کچھ تباہ ہوگیا۔ اس پر سرکار دو عالم نے دعا کی "اے اللہ سرزمین مدینہ کے علاوہ بارش فرما"۔ بادل اسی وقت سرزمین مدینہ سے ہٹ گئے۔ اور سرکار مسکرائے۔ یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ اور فرمایا، اللہ ابو طالب کے ساتھ بھلائی کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ اس شعر کے پڑھنے سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ میرے والد کے اس قول کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔

ابیض یستقی الغمام لوجهه   ثمال الیتامیٰ عصمة لارامل

(اس سفید خوبصورت چہرہ کی برکت سے بارش برستی ہے یہ یتامیٰ کا سہارا اور بیوگان کا محافظ ہے)

یعود به الهلاک من آل هاشم   فهم عنده فی نعمة و فواضل

(انکی برکت سے بنی ہاشم ہلاکت سے بچ گئے۔ آپ کی ذات ان کے لئے نہایت ہی کامل نعمت ہے

کذبتم وبیت الله نبزی محمدًا   ولما نقاتل دونه ونفاضل

(بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگ کے حوالے کردیں گے۔ ہم تو ان کی خاطر ہر طرح کی جنگ کے لیے تیار ہیں)

ونسلمه حتی نصرع حوله   ونذهل عن أبنائنا والحلائل

(اور ان کے اردگرد ان کی حفاظت کریں گے۔ اگرچہ ہمیں اپنی اولادوں سے ہاتھ

دھونے پڑیں)

اس پر کنانہ قبیلہ سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے۔

لک الحمد والحمد ممن شکر سقینا بوجہ النبی المطر

(اے اللہ تیرے لیئے حمد ہے۔ ہر اس شخص کی طرف سے جس نے تیرا شکر ادا کیا۔ ہمیں سرور عالم کے چہرے کی برکت سے بارش عطا فرما۔)

دعا اللہ خالقہ دعوۃ واشخص نعھا الیہ البصر

(اس نے اپنے اللہ سے دعا کی اور اس کے ساتھ آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا۔)

فلم یک الا کلفاء الردی واسرع متی رأینا الدر

(ابھی اس نے ہاتھ واپس نہیں کیئے تھے کہ ہم نے بارش کے قطروں کو دیکھا)



(

کان کما قالہ عمہ ابوطالب أبیض ذو غرر

(اور آپ کی ذات اسی طرح ہے جس طرح آپ کے چچا ابوطالب نے کہا تھا کہ یہ سفید چہرے والے ہیں۔)

بہ اللہ یسقی صوب عمہ وھذا العیان بذاک الخبر

(جس کی برکت سے اللہ بارش دیتا ہے چچا نے سچ کہا یہ اس خبر کا مشاہدہ ہے۔)

اس پر سرکار نے فرمایا جس نے یہ شعر کہے ہیں اُس نے بہت اچھے کہے ہیں۔

(اعلام النبوۃ للماوردی، ۱۰۹)

رد اللہ علی روحی کا مفہوم

ابو داود نے حضرت ابوہریرۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی الا	جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ
رد اللہ علی روحی حتی ارد	تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے اور
علیہ السلام	میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے اور ابن حجر کہتے ہیں اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

اور رد اللہ علی روحی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا نطق مجھ پر دوبارہ لوٹا دیتے ہیں جس کے ذریعے میں جواب دیتا ہوں یہ نہیں کہ مجھے زندہ کیا جاتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام ہمیشہ زندہ ہیں اور آپ کی روح کبھی بھی آپ سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

" حتی ارد علیہ السلام " یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ کیونکہ کبھی ایسا وقت آتا ہی نہیں جب آپ کی ذات پر سلام نہ بھیجا جا رہا ہو۔

اور اگر کوئی اس بات کا قائل ہے کہ حضور کی روح صرف اس وقت لوٹائی جاتی ہے جب کوئی زیارت کرتا ہے تو اس پر دلیل لانا اس کا فرض ہے۔

ابن ملقن اور دیگر محدثین کی رائے ہے کہ روح سے نطق مجاز کے طور پر مراد لیا گیا ہے کیونکہ یہ اس کے لوازم میں سے ہے خواہ بالفعل ہو یا بالقوہ۔ آپ احوال ملکوت اور مشاہدات میں مستغرق ہونے کی وجہ سے نطق کی طرف متوجہ نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نطق کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ روح سے مراد حضورِ فکر لیا جائے جیسا کہ یغان علی قلبی میں لیا گیا ہے۔

سرکارِ دوعالَم حوضِ کوثر پر اپنی اُمّت کا انتظار فرمائیں گے

بخاری و مسلم حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سرکار دوعالم مدینے سے باہر تشریف لے گئے اور شہداء احد پر نماز پڑھی۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

انی فرط لکم انا شہید	میں قیامت کے دن تمہارے لئے
علیکم وانی واللہ لانظر	بندوبست کرنے اور شہادت دینے
الی حوضی الان وانی قد	والا ہوں گا۔ خدا کی قسم اس وقت
اعطیت خزائن الارض او	میں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور
مفاتیح الارض وانی واللہ	مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا
مااخاف علیکم ان تشرکوا	کی گئی ہیں۔ مجھے اپنے بعد تمہارے
بعدی ولکن اخاف علیکم	مشرک ہونے کا خطرہ اتنا نہیں جتنا
ان تتنافسوا فیھا۔	کہ تمہارے آپس میں لڑنے کا خوف ہے۔

مسلم کے الفاظ ہیں:

انی فرطکم علی الحوض	میں حوض کوثر پر تمہارے لئے بندوبست کرنے والا ہوں گا۔

مسلم کے نزدیک جندب والی روایت میں ہے کہ میں حوض کوثر پر اپنی امت کا انتظار و انتظام کرنے والا ہوں گا۔

حضرت ابن اسید غفاریؓ سے روایت ہے کہ جب سرکار دوعالم حجۃ الوداع سے واپس مدینے تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا:

یآ یھا الناس انما فرطکم	اے لوگو میں قیامت کے دن حوض

علی الحوض و انکم واردون علی حوضی عرضه ما بین بصری و صنعاء فیه آنیة عدد النجوم۔

کوثر پر تمہارا بندوبست کرنے والا ہونگا اور تم اس دن حوض کوثر پہ آؤ گے۔ ایسا حوض کوثر جتنی مسافت بصریٰ و صنعاء شہر کے درمیان ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

انا اخذ بحجزکم عن النار اقول ایاکم و جهنم و ایاکم والحدود فاذامت و انا فرطکم و موعدکم الحوض فمن ورد أفلح۔

میں تمہیں پکڑ پکڑ کر جہنم سے دور کر رہا ہوں۔ میں آج تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اے لوگو جہنم اور حدود سے بچو اور جب میں اس ظاہری حیات سے پردہ فرما جاؤں تو میں پھر بھی تمہارا بندوبست کرنے والا ہوں گا اور حوض کوثر پر رہوں گا اور جو امتی بھی حوض پہ آیا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں اہل لغت کے ہاں الفرط و الفارط اس شخص کو کہتے ہیں جسے قافلے والے اس لیے آگے بھیجتے ہیں کہ وہ آگے جا کر ان کے پانی پینے کی ضروریات مثلاً ڈول اور رسی کا بندوبست کرے۔ پس اب حضور علیہ السلام کے اس ارشاد فرطکم علی الحوض کا معنی ہوگا کہ آپ حوض کوثر پر اپنی امت کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ جو آپ کی اطاعت کے صدقے وہاں جائیں گے۔ حضور علیہ السلام ان کا استقبال کریں گے۔ اور انہیں حوض کوثر کا پانی پلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک وجود اور جاہ کے صدقہ میں ہمیں بھی حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھ سے آب کوثر پلائیں تاکہ ہم آپ کے واسطے سے ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہو جائیں اور پیاس نام کی کوئی چیز ہمارے قریب تک نہ آئے۔

حوضِ کوثر کے متعلق وارد ہونے والی احادیث حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں لہٰذا حوضِ کوثر کے وجود کو قطعی طور پر ماننا واجب ہے۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ عبید اللہ بن زیادہ نے ابوبرزہ اسلمی سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تم سے پوچھوں کیا تم نے سرکارِ دوعالم سے حوضِ کوثر کے متعلق کچھ سن رکھا ہے ؟ اس پر ابوبرزہ نے کہا ضرور میں نے سنا ہے اور میں نے کوئی ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ یا چار یا پانچ مرتبہ نہیں سنا بلکہ بارہا مواقع پر سنا ہے۔ پس اب جو شخص حوضِ کوثر کو جھٹلاتا ہے اللہ اسے قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

ایسی ہی وہ دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ دوعالم نے اپنے صحابہ کو حوضِ کوثر کے اوصاف کے متعلق بتایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حوضِ کوثر کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے پھر علمائے توحید نے انہیں عقائدِ ایمانیہ کے زمرے میں لکھا۔

علامہ لقانیؒ فرماتے ہیں :

ایماننا بحوض خیر الرسل	حتم کما قد جاءنا فی النقل
ینال شربا منه اقوام وفوا	بعهدهم وقل یزاد من طغوا

ان اشعار کا معنی یہ ہے کہ ایسے لوگ حوضِ کوثر سے پئیں گے اور کوئی ان کو رد کرے گا نہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کیا ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس نے بغاوت یا سرکشی کی۔ یقیناً ایسے شخص کو حوضِ کوثر سے روکا جائے گا۔

امام بخاری ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا۔ ایک جماعت وہاں آئے گی۔ میں ان کو پہچان رہا ہوں گا۔ اسی اثنا میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں وہاں آئے گا اور اس جماعت کو کہے گا۔ ادھر آؤ۔ میں اس فرشتے سے پوچھوں گا تم ان کو کہاں لے جا رہے ہو۔ وہ فرشتہ عرض کرے گا یا رسول اللہ، جہنم کی

طرف۔ میں کہوں گا ان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہے گا ان لوگوں نے آپ کے بعد اسلام چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح ایک اور جماعت آئے گی۔ پھر فرشتہ میرے اور اس جماعت کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ اور اس جماعت کو جہنم کی طرف دعوت دے گا۔ پھر میں کہوں گا ان کا کیا معاملہ ہے! وہ فرشتہ کہے گا۔ انہوں نے آپ کے بعد اسلام چھوڑ کر پچھلے قدم پر اپنے پرانے مذہب کو اختیار کر لیا تھا۔ میں اس جماعت میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتا کہ وہ خلاصی پائے مگر ھمل النعم کے۔

حافظ منذریؒ فرماتے ہیں ھمل النعم کا معنی ہے کہ وہاں سے بچنے والے کم ہوں گے۔

حضرت ابن ابی ملیکہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ ہم تمہاری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم دوبارہ مرتد ہو جائیں اپنے دین میں فتنے کا باعث بنیں۔

اس موضوع پر شیخ عبداللہ سراج الدین کی کتاب "الایمان بعوالم الاخرہ" نہایت ہی اہم اور جامع ہے۔

لوائے حمد (حمد وثنا کا جھنڈا)

یہ بات احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے قیامت کے دن ایک ایسا جھنڈا ہو گا جو شرف اور کرامت کے لحاظ سے باقی تمام جھنڈوں سے اعلیٰ اور وہ اتنا وسیع ہو گا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے تمام متبعین اس کے نیچے ہوں گے۔ اسے حمد وثناء کا جھنڈا کہتے ہیں اور یہ منصب وسیادت کی تمام انواع کی جامع شخصیت کے ہاتھ میں ہو گا۔

امام ترمذیؒ، ابن ماجہ اور بہت سے دوسرے ائمہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

أنا سید ولد آدم یوم — قیامت کے دن میں اولاد آدم

القیامة ولا فخر و بیدی	کا سردار ہوں گا مگر مجھے اس پر فخر نہیں
لواء الحمد ولا فخر وما من	میرے ہاتھ حمد وثنا کا جھنڈا ہوگا مگر
بنی آدم فمن سواہ الا	مجھے اس پر فخر نہیں اور قیامت کے
تحت لوائی وانا اول من	دن اولاد آدم اور اس کے علاوہ ہر
تنشق عنہ الارض ولا فخر	کوئی میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

سب سے پہلے زمین سے میں نمودار ہوں گا مگر فخر نہیں۔

ترمذیؒ اور دارمیؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
ایک دن صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ سرکار دوعالم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کرام کی اس گفتگو کو سنا۔ بعض صحابہ کرام اس بات پر تعجب محسوس کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا اور کچھ موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے ساتھ کلام کرنے پر تعجب محسوس کر رہے تھے اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ و روح اللہ کے منصب پر تعجب کر رہے تھے اور بعض حضرت آدم علیہ السلام کے اس مقام پر تعجب کر رہے تھے کہ اللہ نے انہیں اپنی مخلوق میں سے خلافت کے لئے چنا۔

اسی اثناء میں سرکار دوعالم تشریف لائے اور فرمایا:

سمعت کلامکم وعجبکم	میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارے تعجب
ان ابراھیم خلیل اللہ وھو	کو سن لیا ہے بے شک حضرت ابراہیم
کذالک وموسیٰ نجی اللہ و	علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور وہ اس
ھو کذالک وعیسیٰ روح	منصب کے لائق تھے اور موسیٰ نجی اللہ ہیں
اللہ وکلمتہ وھو کذالک	اور وہ اس منصب کے لائق تھے اور عیسیٰ
وآدم اصطفاء اللہ وھو	روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور وہ اس منصب

كذالك قال صلى الله عليه و آله وسلم الا و أنا حبيب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر و انا اول شافع واول مشفع يوم القيامة ولا فخر وانا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لى فيدخلنيها ومعى فقراء المؤمنين و لا فخر و أنا اكرم الاولين والاخرين على الله ولا فخر

کے لائق تھے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے لئے چنا اور وہ اس منصب کے لائق تھے۔ اس کے بعد سرکار نے فرمایا: سنو میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن مجھے کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن حمد وثناء کا جھنڈا اٹھانے والا میں ہوں گا لیکن مجھے کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا مگر مجھے کوئی فخر نہیں میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازے کو حرکت دوں گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے کھولدیں گے اور مجھے اس میں داخل کریں گے۔ میرے ساتھ مومن فقراء داخل ہوں گے لیکن کوئی فخر نہیں میں اولین و آخرین میں سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں مگر مجھے کوئی فخر نہیں۔

لا فخر کا معنی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد " ولا فخر " کا معنی ہے یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ بطور فخر یا کبر نہیں کہہ رہا۔ بلکہ یہ سب کچھ بطور تحدیث نعمت کہہ رہا ہوں۔

اور شکرانے کے طور پر کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔

واما بنعمة ربك فحدث	اے رسول اپنے رب کی نعمتوں کو خوب بیان کر۔

ابو نعیم اور ابنِ عساکر حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے سرکار دو عالم سے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ آپ کو کون سا منصب عطا کیا گیا؟ اس پر سرکار دو عالم نے فرمایا:

ولد آدم کلھم تحت	تمام اولادِ آدم قیامت کے دن میرے
یوم القیامة وانا اول من	جھنڈے تلے ہوگی اور میں وہ پہلا شخص
تفتح لہ ابواب الجنة۔	ہوں گا جس کے لئے جنت کے دروازے
	کھولے جائیں گے۔

امام ترمذیؒ، دارمیؒ و ابو یعلیٰؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

	جب برزخ سے لوگوں کو نکالا جائیگا تو
أنا اوّل الناس خروجا اذ	میں لوگوں میں سے سب سے پہلے اٹھوں گا۔
بعثوا وانا قائدھم اذ وفدوا	اور جب وہ اکٹھے ہو جائیں گے تو میں ان
وانا خطیبھم اذا انصتوا	کا قائد ہوں گا اور جب وہ خاموش ہو
وانا شافعھم اذا حبسوا	جائیں گے، تو میں خطاب کرونگا
وانا مبشرھم اذا أیسوا	اور جب وہ پھنس جائیں گے تو میں ان کی
الکرامة والمفاتیح یومئذٍ	شفاعت کروں گا اور جب وہ مایوس
بیدی ولواء الحمد بیدی۔	ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں
وأنا اکرم ولد آدم علی ربی	گا۔ تمام عزت اور چابیاں میرے ہاتھ
ولا فخر یطوف علی الف	میں ہوں گی علم حمد میرے ہاتھ میں ہوگا

خادم کا نعم اللؤلؤ المکنون هذا اللفظ الذامی

اور اولادِ آدم میں سے سب سے زیادہ عزت والا میں ہوں گا لیکن مجھے کوئی فخر نہیں قیامت کے دن ایک ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے جیسے جڑے ہوئے موتی۔

لوائے حمد کی وجہ تسمیہ

امام حافظ زرقانی فرماتے ہیں کہ جھنڈے کی نسبت حمد کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حمد اللہ کی ثنا کو کہا جاتا ہے جو اس کے شایانِ شان ہو اور ایسی حمد کرنے کا منصب حضور ہی کو حاصل ہے۔ اور وہ مقامِ محمود ہے جو صرف سرکارِ دو عالم کے ساتھ مختص ہے۔ اور عرفِ عام میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جھنڈا ہمیشہ قوم کے سردار کے پاس ہوتا ہے تاکہ اس کے مقام و مرتبہ کا علم ہو سکے۔ کیونکہ جھنڈے کی وضع ہی رئیس کی شہرت کے لئے ہے۔

ہمارے استاد شیخ عبداللہ سراج الدین اپنی کتاب " الایمان لعوالم الآخرۃ " میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدینؒ (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اہل اللہ کو ان سے فائدہ پہنچائے) نے لواء الحمد اور اس کی وجہ تسمیہ پر گفتگو کی ہے کہ وہ ایسا جھنڈا ہے جو تمام محامد الٰہیہ کو اس طرح جامع ہے کہ اس کے دائرہ کار سے کوئی حمد باہر نہیں اور ہر حامد اسی حمد سے خوشہ چینی کر کے اللہ رب العزت کی حمد کرے گا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کی حمد اس کے اسماء کے ذریعے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے خود انہیں کے ساتھ اپنی حمد کی ہے۔ وہ تمام اسماء الٰہیہ حسن کے ساتھ حمد و ثنا کرنے والے اپنے رب کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو حضور کے لواء میں جمع فرما دیا ہے۔ اب تمام کے تمام اس کے تلے پناہ لیں گے اور

اسی سے الفاظ اخذ کریں گے۔

..یہی وجہ ہے کہ آپ کے جھنڈے کا سایہ تمام حمد کرنے والوں کو محیط ہو گا جیساکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من بنی آدم فمن دونه الا تحت لوائی	اولادِ آدم اس کے علاوہ مخلوق قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہو گی۔

پس انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں حضور علیہ السلام کے جھنڈے تلے ہوں گے جس میں تمام محامد جمع ہوں گے۔ اور یہیں سے تمام محامد حمد لیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے تمام حامدین سے افضل حامد حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور حسنِ ثنا کے وہ کلمات عطا کیے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئے۔

جیساکہ سابقہ احادیثِ شفاعت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فیفتح الله تعالیٰ علیٰ ای یوم القیامة حین یقیمه الله فی المقام المحمود فیفتح الله تعالیٰ علی محامده و حسن الثناء علیه ما لم یفتحه علی احد قبلی	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ پر وہ حمد کا دروازہ کھول دے گا جب وہ مجھے مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثنا عطا کرے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی۔
وقال فاحمده بمحامده لا اعلمها الان یلهمنیها الله تعالیٰ۔	فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی کروں گا جس کا مجھے ابھی علم نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ القاء فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے غلاموں میں ہم کو جمع کرے اور ہمیں آپ کے علم الحمد اور آپ کی بزرگی کے سایے تلے جمع کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم

کے جمیع فیوض و برکات سے مستفیض کرے۔ آمین!

سرکارِ دو عالم اور عفو و درگذر

حضور علیہ السلام نے فرمایا جسے بھی کعب بن زہیر مل جائے وہ اسے قتل کر دے اس کے بھائی نے زہیر کی طرف لکھا کہ اب نجات اسلام قبول کرنے میں ہی ہے۔

جب کعب کو یہ خط ملا تو اس کے لئے زمین تنگ ہو گئی اور اپنے نفس پر حریص ہو گیا۔ اور جو کوئی بھی اس کی مجلس میں ہوتا اسے اپنا دشمن سمجھ کر بھاگ جاتا اور کہتا وہ میرا قاتل ہے۔ جب اس نے امن کے لئے کوئی چارہ نہ پایا تو اس نے ایک قصیدہ لکھا جس کے ذریعے اس نے سرکارِ دو عالم کی مدح کی اور اس میں اپنے خوف اور دشمن سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جو تدبیریں اس نے کی تھیں ان کا ذکر کیا۔ پھر ایک دن مدینے آ گیا اور ایک ایسے آدمی کے پاس ٹھہرا جس سے قریبی تعلقات تھے۔ وہ کعب کو لے کر سرکار کی بارگاہ میں پہنچا اور کہنے لگا۔ یہ رسول اللہ ہیں، کھڑا ہو اور آپ سے امن طلب کر تو وہ حضور علیہ السلام کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ سرکار کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضور علیہ السلام اسے نہیں جانتے تھے کہ یہ واقعی کعب ہے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ! اگر کعب بن زہیر آپ کی بارگاہ میں آئے اور تائب و مسلم ہو کر امن طلب کرے تو کیا آپ اسے قبول کریں گے؟ فرمایا بالکل قبول کروں گا۔ اس پر عرض کیا آقا میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔

ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھے بتایا کہ ایک انصاری شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! اللہ کے دشمن کو میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں۔ فرمایا، اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ تائب و مسلمان ہو کر آیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کعب نے مہاجرین کی تعریف اور انصار کی ہجو کی کیونکہ مذکورہ شخص

انصار میں سے تھا، جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ؛ متیم اثرھا لم یفد مکبول

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں:

(مجھے بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن حضور سے عفو و درگذر کی ہی توقع ہے)

(مجھ پر نرمی کیجئے، وہ ذات آپ کو مزید برکت عطا کرے جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ دیا ہے)

(مجھے چغل خوروں کی باتوں کی وجہ سے نہ پکڑیئے کیونکہ میں نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا)

(اللہ کے رسول نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے بے نیام تلوار ہیں)

(آپ قریش کے کریم النفس لوگوں میں مبعوث ہوئے جب لوگ اسلام لائے تو ہجرت کا اعلان ہو گیا)

(وہ سفید اونٹوں کی چال چلتے ہیں، ان کو شمشیر زنی اس وقت بچاتی ہے جب فارق منہ موڑ لیتے ہیں)

ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں جب کعب قصیدہ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا:

ان الرسول لنور یستضاء بہ ؛ مھند من سیوف اللہ مسلول

تو سرکار نے انہیں اپنی چادر مبارک عنایت کی حضرت معاویہؓ نے انہیں چادر کے عوض دس ہزار درہم پیش کئے مگر وہ نہ مانے اور کہنے لگے:

ما کنت لاوثر رسول اللہ ؛ میں رسول اللہ پر کسی شے کو ترجیح نہیں
صلی اللہ علیہ وسلم احداً ؛ دے سکتا۔

جب کعب بن زہیر کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ نے ان کے ورثا کی طرف ایک شخص کو بیس ہزار درہم دے کر بھیجا اور وہ چادر حاصل کی۔ یہ وہی چادر ہے جو آج تک بادشاہوں کے پاس چلی آرہی ہے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ جب کعب نے اپنے قصیدے میں "اذا

عرد السود التنابیل "کہا تو اس سے انصار کی ہجو مقصود تھی۔ پھر اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے انصار کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں کہا :

(جو شخص سخاوت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ انصار میں رہے)

(انصار پشت در پشت مکارم اخلاق پر فائز ہیں یہ ہی بہتر نہیں ان کے بڑے بھی بہتر تھے)

کعب بن زہیر عظیم شعراء میں سے تھے کیونکہ اس کا باپ، بیٹا عقبہ اور عوام بن عقبہ شاعر تھے۔

(المواہب اللدنیہ، ۱۷۲)

سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے فوائد!

سیدی عارف باللہ شیخ عبدالوہاب شعرانی "لواقع الانوار القدسیہ" میں فرماتے ہیں یہ چیز میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ میں تمہارے لئے صلوٰۃ وسلام کے بعض فوائد کا ذکر کروں تاکہ تمہیں اس کا شوق ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں سرکارِ دوعالم کی خالص محبت عطا فرمائے اور تمہارا اکثر وقت اس کام کی تکمیل میں بسر ہو۔ اور تم اپنے جملہ اعمال کے ثواب کو حضور کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کرنے لگو۔

جیسا کہ ابی ابن کعب کی حدیث بتاتی ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم سے عرض کیا "انی اجعل لک ثواب جمیع اعمالی" (میں اپنے تمام اعمال کا ثواب آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں) اس پہ سرکارِ دوعالم نے فرمایا:

اذاً یکفیک اللہ تعالیٰ ھم دنیاک و آخرتک۔	اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے تمہارے تمام معاملات میں مددگار ہوگا۔

اس میں اہم ترین بات یہ ہے کہ جو شخص سرکارِ دوعالم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے اس پہ اللہ تعالیٰ رسل عظام ملائکہ سلام بھیجتے ہیں۔

فوائد صلوٰۃ وسلام

۱۔ خطاؤں کا معاف ہونا۔ تزکیہ اعمال اور رفع درجات نصیب ہوتے ہیں۔

۲ ۔ گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے ۔ خود صلاۃ و سلام اپنے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے ۔

۳ ۔ صلوٰۃ و سلام کے بدلے احد پہاڑ کے برابر ایک قیراط اجر لکھا جاتا ہے ۔

۴ ۔ جو شخص سرکار پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اور اس کا ثواب بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دے اس کے دنیوی و اخروی معاملات اللہ تعالیٰ حل فرما دیتا ہے ۔

۵ ۔ خطاؤں کو مٹایا جاتا ہے اور اس کا ثواب غلام کی آزادی سے بڑھ کر ہے ۔

۶ تمام ہولناکیوں سے نجات ' قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور شفاعت واجب ہو جاتی ہے ۔

۷ ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت نصیب ہوتی ہے اور اس کے عذاب سے امن ملتا ہے ۔ عرش کے سایہ تلے داخلہ نصیب ہوتا ہے ۔

۸ ۔ اس سے آخرت میں میزان وزنی ہوگا اور حوض کوثر سے جام اور پیاس سے امن ہوگا ۔

۹ ۔ صلاۃ و سلام کے صدقے جہنم سے آزادی ملے گی اور پل صراط سے اتنا تیز انسان گزرے گا جیسے تیز ترین بجلی ۔ اور مرنے سے قبل انسان کو جنت میں اس کا مکان دکھایا جاتا ہے ۔

۱۰ ۔ صلوٰۃ و سلام کے صدقے جنت میں ازواج کی کثرت ہوگی اور مقام کریم نصیب ہوگا ۔

۱۱ ۔ یہ زکوٰۃ و طہارت ہے جس کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے ۔

۱۲ ۔ ہر صلوٰۃ و سلام کے صدقے میں پڑھنے والے کی ایک سو بلکہ اس سے بھی زائد حاجات پوری کی جاتی ہیں ۔

۱۳ ۔ یہ ایک عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل ہے ۔

۱۴ ۔ صلوٰۃ و سلام اس چیز کی علامت ہے کہ پڑھنے والا شخص اہل سنت وجماعت ہے ۔

۱۵ ۔ جب تک کوئی شخص سرکار کی بارگاہ میں درود بھیجتا رہتا ہے ملائکہ اس پر درود

بھیجتے ہیں ۔

۱۶ ۔ درود سے مجالس کو مزین کرنا فقر اور تنگ دستی کو دور کرتا ہے ۔

۱۷ ۔ اسی کے ذریعے نیکی طلب کی جائے گی ۔

۱۸ ۔ درود بھیجنے والا شخص قیامت کے دن سرکار کے سب سے نزدیک ہوگا ۔

۱۹ ۔ اس کے ثواب سے پڑھنے والے، اس کی اولاد اور ہر اس شخص کو نفع ہوگا جس کو ایصال ثواب کیا ہوگا ۔

۲۰ ۔ درود پاک اللہ اور اس کے رسول کے تقرب کا ذریعہ بنتا ہے ۔

۲۱ ۔ درود پاک اپنے پڑھنے والے کے لئے قبر، یوم حشر اور پل صراط پر نور بن کر سامنے آئے گا ۔

۲۲ ۔ درود پاک دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے ، دل کو نفاق و گندگی سے پاک کرتا ہے ۔

۲۳ درود پاک پڑھنے والا مؤمنین کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے ۔ اسے صرف منافق ہی ناپسند کرتے ہیں ۔

۲۴ ۔ درود پاک کے صدقے میں خواب میں سرکار کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور اکثر اوقات حالتِ بیداری میں بھی ۔

۲۵ ۔ درود پاک اعمال میں متبرک و افضل ترین ہے اور دنیا و آخرت میں زیادہ نفع بخش ہے ۔

اس کے علاوہ بھی ایسے اثر و ثواب کا باعث بنتا ہے جس کا احاطہ مشکل ہے ۔

علامہ فاسی شرح دلائل میں مصنف کے قول کہ "جو کوئی انسان رب العزت کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ ایک اہم چیز ہے ۔" کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حوالے سے صلوٰۃ وسلام کی اہمیت چند وجوہ کی بنا پر ہے ۔

۱ ۔ اس میں اللہ رب العزت کے حبیب و مصطفیٰ کا توسل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے بھی

فرمایا ہے :

وابتغوا الیہ الوسیلۃ   تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں ہے ۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صلوٰۃ وسلام کا حکم دے کر اس کا شوق دلایا ہے ۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے محض نبی اکرم کے شرف تکریم ۔ اور تعظیم کے لئے کیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے اچھے انجام کا وعدہ کیا ہے جو یہ عمل کرتا ہے اور بہترین ثواب کی صورت میں اس کی کامیابی کی ضمانت دی ہے ۔

پس اعمال کا قبول ہونا ، اقوال کا راجح ہونا ، احوال کا پاک صاف ہونا ، قربات کا حاصل ہونا اور برکات کا عام ہونا درود پاک کی برکت سے ہے اسی کے ذریعے اللہ غفور رحمان کی رضا حاصل کیجائے ۔ اسی کے ذریعے سعادت وخوشنودی حاصل ہوتی ہے ۔ اسی کے ذریعے برکات کا ظہور ہوتا اور دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔ اسی کے ذریعے درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے ۔ اور اسی کے ذریعے زنگ آلود دلوں کو درست وصاف کیا جاتا ہے ۔ اور اسی کے ذریعے بڑے بڑے گناہوں سے معافی ہوجاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی

یا موسیٰ أترید أن اکون	اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے
اقرب الیک من کلامک الی	کلام سے قریب ہوکر تیری زبان ہوجاؤں
لسانک ومن وسواس	اور جو کچھ میں تیرے دل پہ القاء کرتا
قلبک الی قلبک ومن روحک	ہوں اس سے تیرے دل کی طرف
الی بدنک ومن نور بصرک	اور تیری روح سے تیرے بدن کی
الی عینک قال نعم یارب	طرف اور تیرے نورِ بصر سے تیری

قال فاکثروا الصلوۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آنکھ کی طرف موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ہاں میرے رب۔ اللہ رب العزت نے فرمایا پس تم حضور علیہ السلام پر صلوۃ کی کثرت کرو۔

۳۔ مزید برآں یہ کہ سرکارِ دو عالم اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ کیونکہ خود رب العزت اور ملائکہ آپ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ آپ کی ذات پر صلوۃ وسلام بھیجیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کی محبت و تعظیم محبوب کی محبت کا تقاضا کرتی ہے اور اسی طرح اللہ اور اس کے ملائکہ کی اقتداء بھی ہے۔

۴۔ درود پاک کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے لئے عظیم اجر کا وعدہ ہے۔ اسی طرح ان کے ذکر کے بلند کرنے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے کامیابی اور دنیا و آخرت کی ضروریات کے پورے کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ و واسطہ حضور کی ذاتِ اقدس ہے خواہ وہ نعمت سابقہ ہے یا لاحقہ، خواہ وہ دنیوی ہے یا اُخروی اور یہ صلوۃ وسلام آپ کے شکریے کا اعلیٰ ذریعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو یہ کام تم ہرگز نہیں کر سکتے

پس حضور علیہ السلام کا ہم پر حق ہے اور ہم پر اس نعمتِ کبریٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے۔ پس ہمیں ہر سانس اندر باہر لینے کے وقت سرکارِ دو عالم پر سلام بھیجنے میں کوتاہی اور سستی نہیں کرنی چاہیے۔

۶۔ درود پاک کا ایک مجرب فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کے اندھیروں میں روشنی اور بلند ہمتی نصیب ہوتی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ درود پاک شیخ طریقت کے قائم مقام ہے۔

۷۔ درود پاک جامع اعتدال اور کمال عبد کی نشانی ہے۔ پس درود پاک میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول کے ذکر میں درود پاک نہیں ہوتا۔

ابن فرحون قرطبی اپنی کتاب میں سرکار دو عالم پر درود پاک بھیجنے کی ان کرامات کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ مالک و جبار کا درود ہے۔

۲۔ اس کے ذریعے نبی اکرم کی شفاعت نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ درود پاک پڑھنے میں بزرگ ملائکہ کی اقتداء ہے۔

۴۔ اس کے ذریعے کفار و منافقین کی مخالفت ہوتی ہے۔

۵۔ درود پاک خطاؤں اور گناہوں کو مٹاتا ہے۔

۶۔ مختلف حاجتوں کے پورا کرنے میں مددگار ہے۔

۷۔ ظاہری و باطنی نور کا سبب ہے۔

۸۔ اس کے ذریعے جہنم سے نجات ملتی ہے۔

۹۔ جنت میں داخلہ ملتا ہے۔

۱۰۔ اللہ غفار و رحیم کی طرف سے سلامتی ملتی ہے۔

کتاب "حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار" میں پانچواں باب ان ثمرات کے بارے میں ہے جن کو ایک بندہ صلوٰۃ وسلام کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ پس وہ فوائد جن کو ایک بندہ صلوٰۃ وسلام کے ذریعے حاصل کرتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی پیروی ہوتی ہے۔

۲۔ درود پاک پڑھنے سے خود رب العزّت کی موافقت نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ درود پاک کے پڑھنے سے ملائکہ کی موافقت نصیب ہوتی ہے۔

۴۔ جب بندہ نبی اکرمؐ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔

۵۔ بندے کے دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

۶۔ پڑھنے والے کے اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

۷۔ دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

۸۔ درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۹۔ درود پاک سرکار دو عالم کی شفاعت کو حاصل کرنے کا سبب ہے۔

۱۰۔ درود پاک گناہوں سے معافی اور عیبوں پر پردہ کا سبب ہے۔

۱۱۔ درود پاک پڑھنے والے کے حصولِ مقاصد کا ذریعہ ہے۔

۱۲۔ درود پاک بندے کا نبی علیہ السلام کے قریب ہونے کا سبب ہے۔

۱۳۔ درود پاک صدقے کے قائم مقام ہے۔

۱۴۔ حاجتوں کے پورا کرنے کا سبب درود پاک ہے۔

۱۵۔ درود پاک اس امر کا سبب بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ درود پاک پڑھنے والے پر درود بھیجے۔

۱۶۔ درود پاک پڑھنے کے لئے ظاہری و باطنی صفائی کا سبب ہے۔

۱۷۔ درود پاک اس چیز کا بھی سبب بنتا ہے کہ بندے کو مرنے سے قبل ہی جنت کی بشارت دیجائے۔

۱۸۔ قیامت کی سختیوں سے نجات کا سبب بھی درود پاک ہے۔

۱۹۔ یہ اس چیز کا سبب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درود کے جواب کی صورت میں پڑھنے والے پر سلام فرماتے ہیں۔

۲۰۔ یہ یادداشت کا سبب بھی بنتا ہے۔

۲۱۔ یہ زینتِ مجلس ہے اور ایسی مجلس والے روزِ قیامت افسوس نہیں کریں گے۔

۲۲۔ یہ فقر کو دور کرتا ہے۔

۲۳ یہ بخل کو دور کرتا ہے۔

۲۴۔ حضور کی اس بددعا سے بچ جاتا ہے جو درود نہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمائی ہے۔

۲۵۔ درود پاک جنت کے راستے کی راہنمائی کرتا ہے جبکہ نہ پڑھنے والا راستہ بھول جائے گا۔

۲۶۔ ایسی مجلس جہاں پر اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہ کیا جائے تو جو فتنے فساد برپا ہوتے ہیں یہ ان کو دفع کرتا ہے۔

۲۷۔ یہ سبب ہے اس کلام کو پورا کرنے کا جس کا آغاز حمد وصلوٰۃ سے ہوا ہو۔

۲۸۔ یہ پل صراط پر بندے کی کامیابی کا سبب ہے۔

۲۹۔ یہ حضور کے ساتھ جفا سے محفوظ کرتا ہے۔

۳۰۔ یہ اس چیز کا سبب ہے کہ باری تعالیٰ اس بندے کی آسمان وزمین میں خوب تعریف کرتا ہے۔

۳۱۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمت کا سبب ہے۔

۳۲۔ یہ برکت کا سبب ہے۔

۳۳۔ یہ سرکارِ دوعالم کی محبت کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ جو کہ ایمان ۔ کے ستونوں میں سے ہے اور یہ کام اس کے بغیر نہیں ہو سکتا

۳۴۔ یہ درود پاک اس امر کا بھی باعث ہے کہ سرکارِ دو عالم اس غلام سے محبت کریں۔

۳۵۔ یہ ہدایت اور بندے کے دل کے زندہ ہونے کا بھی سبب ہے۔

۳۶۔ درود پاک پڑھنے والے کا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور مذکور ہونے کا باعث بھی ہے۔

۳۷۔ پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث ہے۔

۳۸۔ سرکار کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام بھیجنا آپ کا جو ہم پر حق ہے اس کی ادائیگی کی کم سے کم صورت ہے اور اس نعمت کا شکر ہے جو اللہ نے ہم پر کی ہے۔

۳۹۔ صلوٰۃ وسلام اللہ تعالیٰ کے ذکر۔ شکر اور اس کے احسان کی معرفت کو بھی شامل ہے۔

۴۰۔ سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجنا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک سوال و دعا ہے کیونکہ بندہ کبھی اپنے آپ کے لئے دعا کرتا ہے اور کبھی نبی اکرم کے لئے۔ اس میں بندے پر جو فیضان ہوتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

۴۱۔ سب فوائد سے افضل و اعظم فائدہ یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے ذریعے سرکار کا تصور مبارک دل میں اتر جاتا ہے۔

۴۲۔ صلوٰۃ وسلام کی کثرت بندے کو شیخ طریقت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دیدارِ مصطفےٰ کی تمنا

قصیدہ ہمزیہ میں ہے:

لیتہ خصنی برؤیۃ وجہ   زال عنہ کل من رآء العناء

(کاش مجھے آپ کی زیارت کا شرف مل جائے جس سے ہر دیکھنے والے کی ہر تکلیف دور ہو جاتی ہے)

ہے جو حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا :

ولیاتین علی احدکم زمان لان یرانی أحب الیہ من ان یکون لہ مثل اھلہ و مالہ۔

یقیناً تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم میں سے ایک آدمی کو میرا دیکھنا اسے اپنی اولاد اور مال سے زیادہ عزیز ہوگا۔

اسے امام بخاری نے کتاب المناقب میں علاماتِ نبوت کے تحت نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ، ۶ : ۶۰۴)

شہرِ حبیب میں قناعت

میں نے اپنے والد ماجد کی یادداشتوں میں یہ تحریر بھی پائی :

لخبز شعیر ناکل غیر مالم بغیر ادام والذی یعلم النجوی

(جو کی روٹی بغیر چٹنی کے میرے لئے کافی ہے۔ اس ذات کی قسم جو دل کے رازوں سے آگاہ ہے)

مع الفقر فی دار الحبیب محمد الذ علی قلبی من المن والسلوی

(فقر و غربت کے ساتھ دیارِ حبیب میں رہنا مجھے من و سلویٰ سے بھی زیادہ عزیز ہے)

علی أننی فیھا علی کل حالۃ بتیسیر مولانا الکریم کما اھوی

(میرے لئے ہر وہ حالت محبوب ہے جس پر میرا کریم مولیٰ رکھے) (شیخ مدنی حضرمی)

امام بوصیری کی غیرت

امام بوصیریؒ نے سرکارِ دو عالم کی بارگاہ کی شان اور اس کے بارے میں اپنی غیرت کا اظہار کیا ہے۔

اِن لی غیرۃ و قد زاحمتنی فی معانی مدیحک الشعراء

(میرے لئے غیرت ہے میرے ساتھ آپ کی مدح کرنے والوں نے مزاحمت کی ہے)

امام نبہانی نے اپنے مجموعہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ مقام غیرت کا تقاضا نہیں کرتا۔

لم یزاحم مداحک البعض بعضا أنت بحر والمادحون دلاء

(آپ کی مدح کرنے والے ایک دوسرے سے مزاحم نہیں آپ کی ذات سمندر اور مدح کرنے والے ڈھول کی مانند ہیں)

امام نبہانی اور ابن علبید اللہ کے درمیان گفتگو

میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ امام نبہانی نے حضور کے نعلین شریفین کے بارے میں فرمایا

علی راس ھذا الکون نعل محمد سمت فجمیع الخلق تحت ظلاله

(اس کائنات کے سر پر آپ کی نعلین ہے اور تمام مخلوق اس کے سایے میں ہے ـــ)

لدی العرش موسیٰ نودی اخلع واحمد الی العرش لم یؤمر بخلع نعاله

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس کہا گیا کہ اپنے جوتے اتار دو لیکن سرکار کو عرش پر بھی جوتے اتارنے کا حکم نہیں دیا گیا)

جب یہ اشعار سید عبدالرحمٰن بن علبید اللہ السقاف مفتی حضرموت نے سنے تو پسند نہ آئے لہٰذا رد میں کہا:

علماء بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات سرکار دو عالم کو عرش پر جوتے اتارنے کا حکم نہیں دیا گیا مگر ہمارے نزدیک یہ محال ہے کیونکہ سرور عالم بارگاہِ خداوندی میں سب سے زیادہ ادب و تواضع بجا لانے والے ہیں۔

پھر سقاف نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ "باب الصلوٰۃ فی النعال"

(پاک جوتے پہن کر نماز ادا کرنا) کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ جب سقافؒ بیدار ہوئے تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی ہے کہ نمازی کی حالت اللہ تعالیٰ سے مناجات والی ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے جوتوں سمیت اپنے رب سے مناجات کر سکتا ہے تو حضور علیہ السلام کا نعلین کے ساتھ مناجات کرنا محال کیسے ہو گیا۔ حالانکہ معاملہ ایک ہی ہے۔

فانت باب اللہ ای امری اتاہ من غیرک لا یدخل

آپ اللہ کا دروازہ ہیں!

قطب کبیر سیدنا محمد بن ابی حسن البکری المصری نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے بارے میں مجرب ہے کہ حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے آخر لیل نماز تہجد کے بعد حسب توفیق پڑھا جائے اور یہ شعر تہتر دفعہ دہرایا جائے

(رحمٰن نے جو رحمت نازل فرمائی یا نازل فرمائے گا)
(اپنی تمام سلطنت میں، خواہ وہ مخصوص ہے یا عام)
(یاد رکھو طٰہٰ لقب والے جو اس کے منتخب اور برگزیدہ رسول ہیں)
(وہ ان تمام رحمتوں میں واسطہ اور ان کی اصل ہیں اور یہ بات ہر ذی عقل جانتا ہے)
(آپ ہر تکلیف میں جائے پناہ اور دائماً مقبول شفیع ہیں)۔
(آپ ہر امید کے بر آنے کا ذریعہ ہیں کیونکہ آپ ہی جائے امن و سرچشمہ شعور ہیں)
(امیدواروں کے تمام بوجھ یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ جائے رجوع وحصول ہیں)
(اگر مشکلات اپنے پنجے مستحکم انداز میں گاڑ دیں تو آپ کو اس طرح پکارو)
(اے اپنے رب کے ہاں ساری مخلوق سے بہتر اور ان ذوات سے بہتر جن کے بارے میں سوال ہوتا ہے)
(اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مخصوص مقام دیا ہے جس کے سامنے ہر بلندی پست ہے)
(میری پریشانی کا ازالہ جلد کیجئے اگر آپ نے توقف فرمایا تو میں کس سے عرض کروں گا)

(میرا ہر حیلہ جواب دے گیا میرا صبر ختم، اب مجھے سمجھ نہیں آرہی کیا کروں)
(مجھ سے بڑھ کر کوئی عاجز نہیں۔ میں اس سختی و مصیبت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا)
(آپ اللہ کا دروازہ ہیں جو آپ کو چھوڑ دے وہ داخل نہیں ہو سکتا)
(آپ پر اللہ کی طرف سے صلوٰۃ ہو جب تک شمالی ہواؤں سے پھولوں کی ملاقات ہے)
(آپ پر اللہ کا سلام ہو لبصورت خوشبو جس سے ہر پتی اور کلی میں مہک ہوتی ہے)

احتراماً و تعظیماً ہاتھوں کا چومنا

فضیلۃ الشیخ محمد نور سیف ہاتھوں کو چومنے کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں:

و وفد عبد القیس منہ قبلوا — یدیہ مع رجلیہ حین اُقبلوا
(وفد عبد القیس جب سرکار کی بارگاہ میں آیا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے۔)

کذا الیہودیان لما قدما — علیہ قبلا ھما و اسلما
(اسی طرح دو یہودی جب آپ کی بارگاہ میں آئے تو انہوں نے ہاتھوں کو چوما اور مسلمان ہو گئے)

صلی علیہ ربنا و سلما — و الآل و الصحب و من لہ انتمی
(آپ پر ہمارے رب نے صلوٰۃ و سلام پڑھا اور آپ کی آل، اصحاب اور آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والے پر بھی)

و لم یزل ذلک من فعل السلف — یرویہ عنھو جماھیر الخلف
(ہاتھوں کو چومنے کا یہ سلسلہ ہمارے اسلاف میں تھا جس کو ایک جم غفیر راویوں نے روایت کیا ہے)

کائنات پر روضہ انور کی فضیلت

جزم الجمیع بان خیر الارض ما — قد حاط ذات المصطفیٰ و حواھا
(اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ کائنات کا وہ ٹکڑا جو سرکار کے روضے کے ساتھ ہے وہ سب

سے افضل ہے)

ونعم لقد صدقوا بساکنہا علت   کالنفس حین ذکت زکی ماؤاھا

(ان لوگوں نے سچ کہا یہ ٹکڑا اپنے مکیں کی وجہ سے اعلیٰ و افضل ہے جیسے کوئی نفس تزکیہ کے ذریعے مبارک جگہ حاصل کر لیتا ہے۔)

قاضی عیاضؒ نے شرح مسلم میں نقل کیا کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور زمین کے ہر جز سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبے سے بھی۔

میلاد النبیؐ کی خوشی

بخاری شریف میں ہے۔ ابولھب کو ہر سوموار حضور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنے کی خوشی میں تخفیف عذاب ہوتا۔ (البخاری، کتاب النکاح)

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر دمشقیؒ فرماتے ہیں:

اذا کان ھذا کافرا جاء ذمہ   تبت یداہ فی الجحیم مخلدا

(جب ایک کافر جس کی مذمت قرآن نے تبت یداہ کے تحت بیان کی اور جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا جب اس کا یہ عالم ہے)

اتی انہ فی یوم الاثنین دائما   یخفف عنہ للسرور باحمدا

(کہ ہر سوموار کو حضور کے میلاد کی خوشی کرنے کے سبب اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔)

فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ   باحمد مسرورا و مات موحدا

(تو کیا حال ہوگا اس غلام کا جس نے اپنی عمر سرکار کی غلامی میں اور حالت سرور میں بسر کی اور مرا بھی توحید پر حضور ہی کی غلامی میں)

حسین یادیں

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے حضور علیہ السلام کی شان میں یہ مرثیہ لکھا:

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا　　وکنت بنا براً ولم تک جافیا

(یارسول اللہ آپ ہماری امید ہیں اور آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ بھلائی کرنیوالے)

وکنت رحیماً ھادیاً ومعلماً　　لیبک علیک الیوم من کان باکیا

(آپ رحیم، ہادی اور معلم تھے۔ آج ہر رونے والے کو آپ پر رونا چاہیئے)

صدقت وبلغت الرسالۃ صادقا　　ومت صلیب العود أبلج صافیا

(آپ سچے ہیں، آپ نے رسالت کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا۔

فدی لرسول اللہ امی وخالتی　　وعمی وآبائی ونفسی ومالیا

(اے اللہ کے رسول آپ پر والدہ، خالہ، چچا، آباء و اجداد، میری ذات اور میرا مال فدا ہو)

لعمرک ما أبکی النبی لفقدہ　　ولکن لما اخشی من الھرج آتیا

(صرف حضور کے وصال کی وجہ سے ہی نہیں رو رہی بلکہ مستقبل کے مصائب سے بھی خوفزدہ ہوں)

کان علی قلبی لذکر محمد　　وما خفت من بعد النبی مطاویا

(میرے دل میں یاد رسول اس طرح ہے کہ میں آپ کے وصال کے بعد پہلو کے بل نہیں سوئی)

فلو ان رب الناس ابقی نبینا　　سعدنا ولکن أمرہ کان ماضیا

(کاش ہمارا رب ہمارے آقا کی ظاہری حیات قائم رکھتا تاکہ ہم سعادت مند رہتے مگر اس کی تقدیر کے ازلی فیصلے ہیں۔)

علیک من اللہ السلام تحیۃ　　وأدخلت جنات من العدن راضیاً

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور آپ جنت عدن میں خوش رہیں۔)

(استیعاب، طبقات)

صاحب عرش محمود اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :

اغر علیہ للنبوۃ خاتم　　من اللہ مشہود یلوح ویشہد

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو روشن اور واضح ختم نبوت کی مہر حاصل تھی)

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ　　اذا قال فی الخمس المؤذن أشہد

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ اس طرح متصل کر دیا ہے کہ مؤذن پانچوں وقت اس کی شہادت دیتا ہے)

وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　فذوالعرش محمود وھذا محمد

(آپ کی قدر و منزلت کے لئے اپنے نام سے آپ کا نام مشتق فرمایا۔ عرش والا محمود اور آپ محمد ہیں)

نبی أتانا بعد یأس وفترۃ　　من الرسل والاوثان فی الارض تعبد

(آپ کی تشریف آوری زمانہ فترت کے بعد ہوئی اس وقت ہوئی جب زمین پر ہر طرف بتوں کی عبادت کی جاتی تھی)

فامسی سراجا مستنیرا وھادیا　　یلوح کما لاح الصیقل المھند

(آپ اس طرح روشن آفتاب اور ہادی ٹھہرے جس طرح ہندی تلوار چمکدار ہے)

فانذرنا نارًا وبشر جنۃ　　وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

(آپ نے ہمیں دوزخ سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، ہمیں اسلام کی تعلیم دی۔ اس پر ہم اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں)

آپ ہی کی ذات ہمارا سہارا، ماویٰ و ملجا ہے

حضرت حسان بن ثابتؓ عرض کرتے ہیں :

یا رکن معتمد وعصمۃ لائذ ومَلاذ منتجع وجار مجاور

(آپ کی ذات ہر بے سہارا کی سہارا اور ہر بے آسرا کی ملجا، و ماویٰ ہے)

یا من تخیرہ الالہ لخلقہ فحباہ بالخلق المزکی الطاھر

(اے وہ ذات جسے اللہ نے اپنے لئے چنا اور آپ کو پاکیزہ خلق کے ساتھ مزین کیا)

أنت النبی وخیر عصبۃ آدم یا من یجود کفیض بحر زاخر

(آپ اللہ کے نبی اور اولاد آدم سے بہتر، آپ کی سخاوت و جود ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے)

میکال معک وجبرائیل کلاھما مدد لنصرک من عزیز قادر

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے میکائیل و جبرائیل آپ کی مدد کے لیۓ حاضر رہتے ہیں)

(الاصابہ، روض الانف)

سرکار دو عالم کے ہاتھ میں کھانے کا تسبیح کرنا

مولد البرزنجی میں روایت ہے کہ کھانا اور کنکریاں آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرتی تھیں۔
بعض لوگ اس پر تنقید کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اس سے بڑھ کر کہنا چاہیئے۔
تسبیح پڑھنا تو ایک طرف طعام اور کنکریوں کی سرکار کے ہاتھ میں تسبیح سنی جاتی تھی۔
جہاں تک صرف تسبیح پڑھنے کا تعلق ہے وہ اتنا عظیم کام نہیں جتنا سنائی دینا۔ اور یہ بات عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔

لقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل

ہم اس کھانے کی تسبیح سنتے جس کو سرکار تناول فرماتے۔

(البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ)

توسّل

عارف باللہ شیخ عمر الیافی الخلوتی ۱۲۳۳ھ نے اس قصیدہ کی صورت میں توسّل کیا:

(اے نبی ہم آپ کی عظیم پناہ میں آئے ہیں۔ آپ تمام انبیاء کے سربراہ ہیں)

(ہم آپ کی پناہ میں بڑی عاجزی سے متوجہ ہیں اور اس کی طرف سواریاں لائے ہیں)

(ہم نے مقام عزیز پر کجاوے اتارے ہیں اور بہتر جگہ پر بوجھ رکھے ہیں)

(اے تمام مخلوق کی پناہ گاہ اور ہر ایک سے بہتر اور ہر قریب و بعید کی امید)

(آپ کی طرف میرا چہرہ ہے اے سفید چہرے والے جس کی طرف ہر ولی کا چہرہ ہے)

(خدا کی قسم اس مقام عالی کے بعد میں کسی طرف توجہ نہیں کر سکتا)

(میں حسنِ ظن اور اس صحیح راہ پر چل کر آپ کی حفاظت میں آیا ہوں)

(میں اپنا مقصد کیسے نہ پاؤں گا؟ آپ تو کامل عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہیں)

(جب میں لوٹ کر جاؤں گا تو لوگوں کے اس سوال کا کیا جواب دوں گا؟ کہ تو اپنے نبی کی بارگاہ سے کیا لایا ہے)۔

(اے منتخب ذات کیا میرا یہاں سے خالی ہاتھ لوٹنا آپ کو پسند ہو گا؟)

(آپ کی بارگاہ میں صاحب تقیٰ و نقیٰ صدیق کو وسیلہ بناتا ہوں)

(پہلو میں لیٹنے والے فاروق کا واسطہ دیتا ہوں جن کے عدل سے آپ راضی ہیں)

(صاحبِ حیا عثمان کا واسطہ جو ہر اعلیٰ وصف سے مزین ہیں)۔

(آپ کے معاون علی کا واسطہ جنہوں نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا)

نبی اکرمؐ کی ظاہری زندگی میں اذان کہاں دیجاتی تھی؟

اس بارے میں مختلف مرویات ہیں کہ آیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات میں اذان آپ کے سامنے دی جاتی تھی یا کسی بلند جگہ پہ چڑھ کر۔ اصحاب مالکیہ کا خیال ہے کہ اذان منار پہ چڑھ کر دی جاتی تھی۔ جیسے عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے مجموعے میں نقل کیا ہے اور مرقاۃ میں بھی ابنِ قاسم مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار کے ظاہری حیات میں اذان منارہ پر ہوتی تھی۔

مدخل ابوعبداللہ بن حاج میں موجود ہے:

السنة فی اذان الجمعة اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی منار کذالک فی عهد رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم وابی بکر و عمر الخ۔	اذان جمعہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن منارہ پر ہو۔ یہی طریقہ سرکار دو عالم کی ظاہری حیات میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور میں جاری رہا۔

سرکار کے عصاء مبارک سے تبرک حاصل کرنا

جمع الجوامع میں امام بیہقی اور ابنِ عساکر امام محمد بن سیرین سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضور کا ایک عصا مبارک تھا۔ جب حضرت انس بن مالک فوت ہو گئے تو اس عصا مبارک کو ان کے پہلو میں کفن کے درمیان دفن کیا گیا۔ (کنز العمال ۷، ۱۰۷)

شقِ صدر کی حکمتیں اور فوائد

پہلا فائدہ ۔ علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شقِ صدر ہونے اور آپ کا اس پر صبر کرنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں حضرت اسماعیل کو قربانی کے ساتھ آزمایا گیا تھا بلکہ یہ اس سے زیادہ اہم مشقت والا واقعہ ہے کیونکہ وہ تو ایک پرتو تھا جبکہ شقِ صدر ایک حقیقت ہے ۔

مزید برآں یہ کہ سرکار دو عالم کا شق صدر متعدد دفعہ ہوا ۔ اور اس وقت بھی ہوا جبکہ آپ ابھی چھوٹے اور اپنے خاندان سے دور تھے ۔

دوسرا فائدہ ۔ شیخ الاسلام ابوالحسن سبکیؒ سے کسی نے پوچھا ۔

شق صدر کے موقعہ پر ایک خون کا لتھڑا نکالتے ہوتے فرشتے نے کہا تھا ۔ "یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا" اس کا کیا مفہوم ہے ؟ انہوں نے جواب دیا یہ ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے ہر بشر کے دل میں پیدا کیا اور اس میں شیطان اپنے وسوسے ڈال سکتا ہے ۔ پس سرکار دو عالم سے اس چیز کو نکال دیا گیا ۔ تاکہ وہ مکان وجگہ ہی نہ رہے جس میں شیطان کوئی وسوسہ ڈال سکے ۔

ایک حدیث کا معنی جس میں فرمایا گیا کہ "سرکار دو عالم کے دل میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں" یہی ہے اور جہاں تک فرشتے کی نفی کا تعلق ہے وہ اس لئے تاکہ جبلت بشریہ پوری ہو جائے ۔ پس اس صلاحیت کو ختم کیا گیا تاکہ وہ چیز ہی نہ رہے جس کے ذریعے سے دل میں وسوسہ کا اندیشہ ہو ۔ امام ابوحسن سبکی سے پوچھا گیا اگر نکالنا ہی تھا تو اللہ باریتعالیٰ نے

اس چیز کو سرکار کی ذات میں پیدا ہی کس لئے کیا تھا ؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو پیدا نہ کرنے پر بھی قادر ہے ۔ امام نے جواب دیا چونکہ اس کا تعلق جملہ اجزاءِ انسانی سے تھا اس لئے اس کو پیدا کیا گیا تاکہ آپ کا نفسِ انسانی کامل ہو ۔ اور اللہ رب العزت نے اپنے عظیم کرم سے اس کو نکال دیا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اگر سرکارِ دو عالم کو اس لوتھڑے کے بغیر پیدا کیا جاتا تو اولادِ آدم کو اس حقیقت سے آگاہی نہ ہوتی ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس حصے کو تخلیق کیا ۔ اور جبرئیل امین کے ذریعے شق صدر کروایا تاکہ تمام انسانیت کو سرکار دو عالم کے کمال باطن کے بارے میں بھی آگاہی ہو جائے جس طرح وہ کمال ظاہر کے متعلق جانتے ہیں۔

تیسرا فائدہ : شیخ ابو محمد بن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شق صدر کے بغیر بھی آپ کے دل کو ایمان و حکمت سے بھر سکتا ہے اس کے باوجود شق صدر ہونے میں حکمت یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے حالت بیداری میں شق کر کے آپ کی قوت یقین میں اضافہ فرمایا تاکہ آیندہ کسی خلافِ عادت عمل سے آپ پریشان نہ ہوں ۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار تمام حال و مقال کے لحاظ سے سب سے شجاع ہیں اور اسی وصف کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے مازاغ البصر وماطغیٰ ۔

چوتھا فائدہ : شق صدر کے تکرار کی حکمت کیا ہے ؟ حافظ ابن حجر پہلی ، تیسری اور چوتھی دفعہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں : کہ

پہلی دفعہ شق صدر بچپن میں ہوا تاکہ آپ کی پرورش کامل صورت میں ہو اور شیطان حملہ آور نہ ہو سکے۔

تیسری مرتبہ شق صدر اعلانِ نبوت کے وقت ہوا تاکہ آپ کے دل میں وہ چیز ڈال

دی جائے جو ہمیشہ قوی و پاک دلوں میں ڈالی جاتی ہے اور ـــــ

چوتھی مرتبہ یہ شقِ صدر اس وقت ہوا جب آپ معراج پر تشریف لے گئے تاکہ آپ ذات باری سے مناجات اور ملاقات کے لیے تیار ہو جائیں۔

حافظ شامیؒ فرماتے ہیں مجھ سے دوسری بار شقِ صدر کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کی کیا حکمت تھی؟ ایک جواب تو وہی ہے جو کتاب التوحید میں وہاں دیا گیا۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ آٹھویں سال کو شقِ صدر اس لیے ہوا کہ یہ سن شعور و تمیز کی عمر ہے تاکہ آپ ان تمام عیوب سے محفوظ رہیں جو بالغ لوگوں میں ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد قلب اطہر کا غسل بھی ہو سکتا ہے اور تین دفعہ ہوا تاکہ طہارت و نظافت میں کمال حاصل ہو جائے جیسا کہ آپ نے تین دفعہ دھونے کا طریقہ جاری فرمایا۔

شیخ ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں آپ کے قلب اطہر کو غسل دیا گیا حالانکہ پہلے ہی آپ کی ذات مقدس اس لائق تھی کہ اس میں خیر عطا کی جا سکے۔ آپ کو پہلے غسل دیا گیا تھا جبکہ آپ ابھی چھوٹی عمر میں تھے اور اس وقت آپ کے دل سے ایک لوتھڑا نکالا گیا تھا یہ تمام اس بات کی تیاری تھی کہ آپ معراج کی رات کامل طور پر استفادہ کر سکیں۔

ایسی حکمت اس جیسے دوسرے مقامات پر بھی ہوتی ہے۔ مثلاً باوضو شخص کا نماز کے لیے وضو کرنا۔ یہ اللہ کے حضور حاضری اور مناجات کے لیے خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ اب اگرچہ ایک دفعہ پانی بہانا کافی تھا مگر اہتماماً تین دفعہ بہایا جاتا ہے۔ جس طرح یہ ظاہری معاملہ ہے اسی طرح یہاں پر حضور علیہ السلام کے باطن کو بھی بار بار صاف و ستھرا کیا جانا خصوصی اہتمام کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا	اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے۔
من تقوی القلوب۔	یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔

پس سرکار دوعالم کے قلب اطہر کو غسل دینا اسی قبیل سے ہے اور بالفعل تکمیل کر کے امت کے لیے شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

شیخ برہان نعمانیؒ فرماتے ہیں جب حرم شریف میں داخل ہونے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔ حرم شریف چونکہ ظاہری کائنات سے ہے تو اس کے لیے ظاہری جسم کے غسل کا حکم دیا گیا ہے جب کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ عالم ملکوت کی ہے جو کہ باطنی کائنات ہے۔ پس اس صورت میں باطنِ بدن کا غسل کرنا حقیقتِ غسل ہے۔ آپ کو بلندی پر لے جایا گیا تاکہ آپ کو نماز عطا کی جائے اور آسمانی ملائکہ سے مل کر نماز ادا کریں تو نماز کے لیے طہارت ضروری ہے لہٰذا آپ کو ظاہری اور باطنی کامل تقدس عطا کیا گیا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیدا کیا نور سے، جو انبیاء میں منتقل ہوتا رہا تو نور کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ ظاہری صفائی و طہارت کا محتاج نہیں ہوتا ــــ پھر حلویان بھی لیں تو پہلی دفعہ شقِ صدر کے ذریعے جو صفائی و طہارت دی گئی وہ باطنی صفائی کے لیے کافی نہ تھی کہ اس کو نبوت کے (اعلان کے) بعد دوبارہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور میں کوئی ایسی شے تھی جو بار بار دھونے کی محتاج تھی حالانکہ سرکار دوعالم کی ذات بشری میل کچیل سے پاک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ شقِ صدر علم الیقین، دوسری مرتبہ عین الیقین جبکہ تیسری مرتبہ حق الیقین کے فائدہ کے لیے تھا۔

پانچواں فائدہ : امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ شقِ صدر کے وقت سونے کا استعمال حصولِ مقصود کے لیے مناسب تھا کیونکہ اگر ذہب کو دیکھیں تو یہ ذہاب کے مطابق ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ سرکار کی ذات سے رجس کو دور کر دے اور آپ کو بالکل پاک صاف بنا دے۔

الذھب کے معنی (سونا) کی طرف دیکھیں تو وہ سب سے صاف ستھرا اور پاکیزہ ہوتا ہے۔

چھٹا فائدہ : چونکہ سرکارِ دوعالم کے قلبِ اطہر کو غسل ماءِ زمزم سے دیا گیا لہٰذا یہ باقی تمام پانیوں سے افضل ہے۔ امام بلقینی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

شیخ ابنِ ابی جمرہؒ فرماتے ہیں کہ قلبِ اطہر کو غسل 'جنت کے پانی سے اس لیے نہیں دیا گیا کہ زمزم اصلاً جنتی ہی ہے اگرچہ اب اس دنیا میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے زمین میں اس کی برکت باقی رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے کہا چونکہ زمزم اصلاً اسماعیل علیہ السلام کے عطیات اور انعامات میں سے ہے کیونکہ آپ نے اسی پانی کے ذریعے پرورش پائی۔ اسی سے آپ کے دل اور جسم کی پرورش ہوئی۔ پس وہ آپ کا اور آپ کے شہر والوں کا ساتھی بن گیا۔ اب آپ کے صادق و مصدوق بیٹے کے بھی یہی مناسب تھا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ یہ آپ کی ملکیت میں آئے گا۔ لہٰذا فتح مکہ کے بعد آپ نے اس کا حضرت عباس اور ان کے بیٹے کو متولی بنا دیا —— جیسا کہ عثمان بن ابی شیبہ اور ان کے خاندان کو تاقیامت کعبہ کا دربان مقرر فرمایا۔

ساتواں فائدہ : سرکارِ دوعالم کے سینۂ انور کو برف اور ٹھنڈے پانی سے دھونے میں حکمت یہ تھی کہ حصولِ شفا اور عدمِ تکدّر گدلاپن نہ ہو جو کہ زمینی پانی کی صورت میں حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سرکارِ دوعالم اور آپ کی اُمت کے لیے چن لیا گیا اور آپ کی شریعتِ مطہرہ اور سنت کے لیے پسند کیا۔ باقی سرکارِ دوعالم کے سینے کو کھولنے سے اس مدد کی طرف اشارہ تھا جو آپ کو اپنے دشمنوں پر حاصل ہونی تھی۔ اور آپ کے دل کو ٹھنڈے پانی سے دھونا اشارہ تھا آپ کے اطمینانِ قلب کی طرف جو آپ کو اُمت کی بخشش —— اور ان کی خطاؤں کی معافی کی صورت میں حاصل ہوگا۔

ابنِ دحیہؒ لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم کے دل کو برف سے دھویا گیا تاکہ آپ کے دل کو کامل الیقین کی ٹھنڈک حاصل ہو جائے کیونکہ سرکارِ دو عالم تکبیر و قرأت کے دوران عرض کیا کرتے تھے:

اللّٰھم اغسلنی من خطایای	اے اللہ میری خطاؤں کو برف سے
بالثلج والبرد۔	دھو دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کے دل کو اُس پانی سے دھویا جائے جو سونے کے طشت میں جنت سے لایا گیا اور وہ ایمان و حکمت سے مملو تھا تاکہ آپ کا دل جنت کی خوشبو اور اس کی حلاوت کو پالے اور آپ دنیا سے سب سے زیادہ اعراض کرنے والے اور مخلوق کو جنت کی طرف دعوت دینے والے ہو جائیں اور یہ بھی حکمت تھی کہ حضور کے دشمن آپ کو جھوٹا اور افترا پرداز کہتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کی طبیعتِ بشریہ سے تنگی اور ملال دور کر دیا جائے۔ اور دل میں وسعت اور انشراح پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

ولقد نعلم انک یضیق	ہم جانتے ہیں کہ اِن کی باتیں آپ کو
صدرک بما یقولون۔	ملال میں ڈالتی ہیں۔

اس لیے آپ کے دل کو متعدد مرتبہ دھویا گیا۔ اب یہ دل ایسا بن گیا کہ اگر اس کو تکلیف پہنچائی جاتی یا آپ کے سر کو لہو لہان کر دیا گیا یا جنگِ اُحد میں دانتوں کو شہید کیا گیا تو حضور کی زبان سے یہی کلمات نکلے۔

اللّٰھم اغفر لقومی فانھم	اے اللہ میری قوم کو بخش دے، یہ
لا یعلمون۔	مجھے نہیں جانتے۔

آٹھواں فائدہ: حکمت کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حکمت ایک ایسا علم ہے جو اللہ کی معرفت، بصیرت و تہذیب نفس اور حق پر عمل کرنے میں

پختہ یقین اور حق کے خلاف سے باز رہنے کا نام ہے۔ جس میں یہ چیزیں پائی جائیں اُسے حکیم کہتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اقوالِ کثیرہ سے یہی معنی سامنے آتا ہے۔

حکمت کا اطلاق قرآن پر بھی ہوتا ہے۔ یقیناً تمام قرآن حکمت ہی ہے۔ اسی طرح نبوت پر بھی حکمت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کبھی صرف علم اور کبھی صرف معرفت پر بھی حکمت کا اطلاق ہوتا ہے۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں حکمت کی تعریف یہ بہتر ہے کہ حکمت دراصل چیز کو اس کے محل میں رکھنے کو کہتے ہیں یا وہ فہم جو قرآن پاک سے حاصل ہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کبھی حکمت بغیر ایمان کے بھی پائی جاتی ہے اور کبھی ایمان کے ساتھ بھی۔ پہلی تفسیر پر حکمت و ایمان آپس میں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اس صورت میں حکمت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔

سرکارِ دوعالم کے وصال پر عمر فاروق رض کی حالتِ زار

مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رض روتے ہوئے کہہ رہے تھے ۔ یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ایک درخت کا تنا تھا جس کے ساتھ آپ لوگوں کو وعظ کرتے تھے لیکن جب لوگ زیادہ ہوگئے تو آپ نے ایک منبر بنوایا تاکہ آپ اپنی بات لوگوں تک پہنچا سکیں۔ آپ کے فراق میں اس تنے نے چیخ و پکار شروع کردی اور جب آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ خاموش ہوگیا۔ یارسول اللہ آپ کی امت آپ کی جدائی پر اس تنے سے بھی زیادہ درد و الم کی حالت میں ہے ۔ یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو ہی اپنی اطاعت قرار دیا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام یہ ہے کہ وہ آپ کو ذنب پر مطلع کرنے سے پہلے عفو کی خبر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

عفا اللہ عنک لم أذنت لھم اللہ آپ سے درگذر کرتا ہے اور آپ نے انہیں کیوں اجازت دی ۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کا ہی مقام ہے کہ آپ کی بعثت تمام انبیاء کے آخر میں جبکہ آپ کا ذکر سب سے پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

واذا اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم۔	یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تمام انبیاء سے آپ سے۔ نوح اور ابراہیم علیہم السلام سے وعدہ لیا

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی جو فضیلت ہے ہمیں اس کا علم یوں ہے کہ جہنمی یہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم نے آپ کی اطاعت کی ہوتی اور وہ مختلف طبقات میں ہوں گے اور وہ کہیں گے:

یا لیتنا أطعنا اللہ و اطعنا الرسول۔	کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

یارسول اللہ میرے باپ آپ پر قربان، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پتھر عطا کیا جس سے نہریں جاری ہوتی تھیں لیکن آپ کا تو مقام ہی اسقدر بلند ہے کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ صلی اللہ علیک۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان اگر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی کہ وہ صبح و شام ایک ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی لیکن آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے براق عطا کیا جو آپ کو معراج کی رات ساتویں آسمان کی طرف لے گیا اور پھر ابطح مقام پہ ہی آکر صبح کی نماز پڑھی۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اگر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت عطا کی تھی کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن آپ سے تو ایک بھُنی ہوئی اور زہر آلود بکری کے بازو نے گفتگو کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے مت کھائیے کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بد دعا کی لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (یا اللہ! زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ) اگر آپ ہمارے لیے بد دعا کرتے تو ہم تمام ہلاک ہو جاتے۔ لیکن آپ کی پشت کو زخمی کیا گیا، آپ کے چہرۂ مبارک کو زخمی کیا گیا، آپ کے دانت شہید کر دیے گئے اس وقت بھی آپ کی زبان سے اُن کے لیے کلماتِ خیر ہی نکلے اور فرمایا:

اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون — اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتے۔

یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان یقیناً آپ کے قلیل عرصہ اور قلیل عمر میں جتنی لوگوں نے آپ کی اتباع کی حضرت نوح کی لمبی عمر کے باوجود اتنی تعداد میں اتباع نہیں کی گئی۔ یقیناً آپ پر پوری قوم ایمان لائی جبکہ ان پر بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔

یارسول اللہ آپ پر میرے والدین صدقے، آپ نے یہاں رشتہ داریاں کیں۔ نکاح کیا۔ کھانا کھایا — یہ سب غلاموں کی خاطر تھا۔ آپ نے صوف پہنا، حمار پر سواری کی، اپنے ساتھ غلاموں کو سوار کیا، کھانا زمین پر ہی رکھ کر کھایا، کھانے کے بعد آپ انگلیاں چاٹ لیتے — آقا یہ آپ کی تواضع کا عالم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس خطبے کو امام غزالی اور ابن حاج نے بھی مدخل میں ذکر کیا ہے۔

انتم اعلم بامور دنیاکم کا معنی!

شیخ ابن مبارک ابریز میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام عبدالعزیز دباغؒ سے پوچھا تابیر النخل کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے قریب سے گزرے جو کھجور کے درختوں کو پیوند لگا رہے تھے تو سرکار دو عالمؐ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اس طرح ہم پیداوار بڑھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا کام نہ کرو تو پھر بھی پیداوار بڑھے گی۔ پس صحابہ نے پیوندکاری ترک کر دی۔ پس فصل سے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوئے۔ جب سرکار دو عالم نے دیکھا تو فرمایا کھجوروں کا یہ کیا معاملہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم سے جو کہا تھا ہم نے وہ کیا۔ اس پر سرکار دو عالم نے فرمایا:

انتم اعلم بامور دنیاکم — تم دنیاوی امور میں زیادہ علم رکھتے ہو

امام عبدالعزیز دباغؒ نے کہا آپ کا یہ ارشاد لولم تفعلوا لصلحت (اگر تم ایسا نہ کرتے تو یہ بہتر ہوتیں) حق اور سچا ہے — اور یہ اس لیے فرمایا کہ آپ کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور آپ کے اس جزم کی بنیاد اس مشاہدہ پر ہے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ تمام ممکنات میں بلا واسطہ اور بلا سبب مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ اس کائنات کے ہر ذرّے کی حرکت و سکون، ہر دل کی دھڑکن، ہر رگ کی پھڑک، ہر آنکھ کا جھپکنا اور ہر کسی کے اشارہ میں براہِ راست اللہ تعالیٰ فاعل ہے۔

یہ ہے وہ معاملہ جس کا حضور کو اسی طرح مشاہدہ تھا جیسا کہ کوئی دوسرا عام محسوسات کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ مشاہدہ آپ کی آنکھوں سے کبھی غائب نہیں ہوتا تھا۔ عالم بیداری ہو یا عالم خواب کیونکہ سرکار کا دل ایسا نہیں جو اس مشاہدے میں غرق نہ ہو۔

بلا شبہ ایسے مشاہدے کے مالک شخص کی نظر اسباب سے بالاتر ہوتی ہے۔

اور وہ ایمان بالغیب سے ترقی کر کے ایمان بالشہود کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔

پس ایسی شخصیت کے ہاں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

واللہ خلقکم وما تعملون اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

کا اس طرح دائمی مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے جو ایک لمحہ بھی اس سے غائب نہیں ہوتا اور اس مشاہدے کے مطابق اس آیت کے معنی پر یوں یقین حاصل ہوتا ہے کہ ایک کیڑی کے پر کی مقدار بھی کسی فعل وعمل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنے کا تصور نہیں ہو سکتا۔

بلا شبہ جب جزم اس مقام پر ہو تو اس سے افعال عادیہ کا خرق لازم آتا ہے اور اشیاء بروئے کار آتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کے ساتھ کوئی واسطہ یا سبب نہیں پس ایسے مقام کی مالک ذات جب اسباب کو ساقط کر کے فعل کی نسبت رب الارباب کی طرف کرتی ہے تو یہ سراسر حق اور سچ ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو ایمان بالغیب کے منصب پر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی واللہ خلقکم وما تعملون کے مصداق کا مشاہدہ حاصل نہیں تو وہ افعال کی نسبت ان اسباب کی طرف ہی دیکھتا ہے۔ جو اس کے ظہور کا ذریعہ ہے اور وہ اس آیتِ قرآنی کی طرف نہیں آتا۔ کسی فعل کی نسبت فقط اللہ کی طرف کرنا اللہ کی طرف سے عطا شدہ ایمان کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پس بندے میں دو جاذب ہیں ایک یہ کہ یہ فعل اللہ کی طرف سے ہے۔ یہی ایمان ہے اور یہ اسے حق کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا یہ فعل فلاں غیر کی وجہ سے ہوا ہے یہ

باطل ہے۔ پس بندہ ہمیشہ انہی دو معاملوں کے درمیان رہتا ہے۔ کبھی جاذب ایمانی طاقتور ہونے کی وجہ سے ایک یا دو گھڑیاں مذکورہ آیت کے معنی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کبھی جاذب طبعی کی وجہ سے متعدد ایام اس کے معنی سے غافل رہتا ہے۔

پس غفلت کے اوقات میں وہ یقین ختم ہو جاتا ہے جو عادت کے خلاف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرف حضور نے اشارہ فرمایا تھا وہ وقوع پذیر نہ ہوا کیونکہ وہ یقین جو حضور کے باطن میں تھا اور آپ کا کلام حق اور سچ تھا اس سے صحابہ کا باطن خالی تھا۔ جب سرورِ عالم عدم وقوع کی علت سے آگاہ ہو گئے اور جان لیا کہ اس علت کا زوال ان کی استطاعت میں نہیں تو انہیں ان کی اسی حالت پہ چھوڑتے ہوئے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم۔

اس کلام کے بعد ابن مبارک رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علماء اصول پہ یہ اعتراض وارد ہوتا رہا مگر مذکورہ جواب کسی نے سنا ہوگا اور نہ ہی پڑھا ہوگا۔

وہ بچے جنہوں نے حضور کی گود میں پیشاب کیا

سرکار دو عالم کی گود میں بعض بچوں نے پیشاب کیا۔ کسی شاعر نے اسے نظم میں بیان کیا:

قد بال فی حجر النبی اطفال حسن وحسین ابن زبیر بالوا

(سرکار کی گود میں چند بچوں نے پیشاب کیا ان میں حسن وحسین اور ابن زبیر ہیں)

کذا سلیمان بنی ھشام وابن ام قیس جاء فی الختام

(اسی طرح سلیمان جو کہ بنو ہشام سے تھے اور آخری ابن ام قیس ہیں)

(موہبتہ ذی الفضل، باب النجاستہ)

سرکار دوعالم نے کتنی مرتبہ سجدۂ سہو کیا؟

حضور نے پانچ مرتبہ سجدۂ سہو فرمایا:

ایک مرتبہ تعداد رکوع میں شک ہوگیا۔ دوسری دفعہ پانچویں میں شروع ہوئے تیسری دفعہ دو رکعات پہ سلام پھیر دیا۔ چوتھی دفعہ تین پر۔ پانچویں دفعہ دو رکعات کے بعد تشہد چھوڑ کر تیسری رکعت کا قیام کیا۔

(بجیرمی علی الخطیب ۲ : ۱۰۰)

کیا نبی پر سجدۂ سہو ہو سکتا ہے؟

یاسائلی عن رسول اللہ کیف سہا   والسہو من کل قلب غافل لاھی

رسول اللہ کے بارے میں سہو کا سوال کیا جاتا ہے واضح رہے جسے سہو ہو وہ اس کے دل کی غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن

قدغاب عن کل شئی سرہ فیھا   عمّا سوی اللہ فالتعظیم للہ

نبی کا معاملہ ایسا نہیں۔ نبی اللہ کے سوا ہر شی سے منقطع ہوجاتا ہے، یہی اس کے سہو میں راز ہے۔ پس تعظیم اللہ کے لئے ہے۔

(بجیرمی علی الخطیب، ۲ : ۱۰۰)

افضل پانی

افضل پانی وہ ہے جو سرکار کی انگلیوں سے چشمہ کی صورت میں نکلتا تھا۔ پھر زم زم کا پانی اور اس کے بعد آب کوثر۔ پھر مصر کا دریائے نیل اور پھر اس کے ساتھ جو دریا ملے ہوئے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کا پانی کیوں افضل ہے ؟ اس کی دو وجوہ ہیں :

۱۔ سرکار دو عالمؐ مطلقاً تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہیں۔ پس جو کچھ آپ سے خارج ہوگا وہ بھی فضیلت میں آپ کے تابع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار کے فضلات (بول و براز) کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا۔

۲۔ یہ پانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تر و تازہ نعمت کی صورت میں تھا۔ اور حضور کا معمول تھا جب بارش ہوتی تو آپ سرِ اقدس ننگا فرما لیتے اور فرماتے میں اس تر و تازہ پانی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ علاوہ ازیں اس پر اجماع ہے کہ یہ پانی افضل ترین ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ سرکار کے ہاتھ سے پانی کا جاری ہونا تو یہ بطور معجزہ تھا۔ اسی لئے کہا گیا:
اگرچہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو پتھر سے پانی پلاتے تھے لیکن جو چیز ہاتھ میں ہے وہ پتھر میں کہاں ؟

باقی زمزم کا آبِ کوثر سے افضل ہونا ـــــ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے حبیب کے دل کو غسل دینے کے لیے زمزم کا پانی پسند کیا۔ آبِ کوثر نہیں۔

(از ملفوظاتِ والد گرامی)

جنّوں کا قرأتِ رسولؐ کو بغور سننا

وہ جنات جنہوں نے سرکار دو عالمؐ کی قرأت کو غور سے سُنا انہیں محمد بن عبد الرحمٰن الاہدل المروعی نے نظم کی صورت میں بیان کیا ہے :

ان جنات کی تعداد جنہوں نے سرکار کی قرأت کو اکٹھے سُنا ، سات ہے جن کے نام یہ ہیں :

یاذاکر ۔ حس ۔ مرشاص ۔ ناصر ۔ ردان ۔ الادوس ۔ الارجب ۔

انہیں فتح میں امام نے حکایت کیا ہے۔

وہ پانچ افراد جنہوں نے عہد نامے کو پھاڑ دیا

وہ پانچ افراد جنہوں نے صحیفہ پھاڑ دیا وہ زہیر، ہشام عامری، مطعم، زمعہ اور ابوالبختری ہیں۔

قریش نے اکٹھے ہو کر ایک صحیفہ (عہد نامہ) لکھا۔ تاکہ بنو ہاشم سے مقاطعہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ سرکار کو نعوذ باللہ شہید کرنے کے لیے انہیں دیدیں۔ اس کے بعد بنو ہاشم گھاٹی میں چلے گئے۔ اُن کے ساتھ بنو مطلب بھی تھے اور قریش نے ان کا محاصرہ کر لیا ان میں سے مذکورہ پانچ عقل مند افراد جمع ہوئے۔ انہوں نے اس عہد نامے کو پھاڑ دیا۔ واضح رہے جنہوں نے یہ عہد نامہ لکھا تھا وہ بھی پانچ اور جنہوں نے اس عہد نامے کو پھاڑا وہ بھی پانچ تھے۔

(یہ گفتگو والد گرامی نے اپنے شیخ محمد العربی البتانی کے حوالے سے کی)

حبیبِ کبریا کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کے بارے میں اہم امور

میں نے یہاں اُن مواقع کا مع اُن کی تقسیم و ترتیب ذکر کیا ہے جہاں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے ۔

۱ ۔ مقامات

مسجد سے گزرتے وقت ۔ مساجد کو دیکھتے وقت ۔ مساجد میں داخل ہوتے وقت ۔ اور نکلتے وقت ۔ کعبہ کو دیکھنے ، صفاء و مروہ پر چڑھنے کے بعد ۔ حجرِ اسود کو چومنے کے بعد ۔ مقامِ ملتزم پر ۔ مسجدِ خیف میں ۔ مدینہ منورہ کو دیکھنے کے وقت ۔ آپ کی قبرِ انور کی زیارت کے وقت اور روضۂ رسول سے الوداع ہوتے وقت ۔ آپ کے آثار راستوں اور ٹھہرنے کی جگہوں کو دیکھتے وقت جیسا کہ مقامِ بدر ۔ اسی طرح سفر، سواری پر سوار ہوتے وقت ۔ بازار کی طرف جاتے وقت ۔ گھر میں داخل ہوتے وقت ۔

۲ ۔ عبادات

وضوء اور تیمّم کے بعد ۔ غسلِ جنابت و حیض کے بعد ۔ نماز میں اور اس کے بعد ۔ تشہد اور قنوت کے وقت ۔ نمازِ تہجد کے وقت ۔ مؤذن کو جواب دینے کے بعد ۔ خطبۂ جمعہ ، عیدین ۔ استسقاء ۔ نمازِ کسوف و خسوف کے خطبے کے بعد ۔

تکبیراتِ عیدین کے بعد۔ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ دعا کے اول و آخر اور وسط میں۔ قرآن کو ختم کرنے اور اس کو حفظ کرنے کے بعد۔ ہر محفلِ ذکر میں اور گناہ سے توبہ کرتے وقت۔

۳۔ عادات

مجلس سے کھڑے ہوتے وقت۔ بھائیوں سے ملتے وقت۔ مجلس سے جدا ہوتے وقت۔ پاؤں سُن ہو جانے کے وقت۔ چھینک کے وقت۔ نسیان کے وقت۔ کسی شے کو اچھا جاننے کے وقت۔ مولی کھاتے وقت۔ گدھے کے ہینگنے کے وقت۔ ذبح۔ بیع اور وصیت لکھتے وقت۔ خطبۂ نکاح کے وقت۔ سوتے وقت۔ کان کے سُن ہونے پر۔ تدریسِ علم کے وقت۔ حدیث پڑھتے وقت۔ فتویٰ دیتے وقت۔ کوئی چیز دیتے وقت۔ ابتدائے کلام کے وقت۔

۴۔ احوال مصیبت

طاعون۔ ڈوبتے وقت۔ فقر۔ مشکلات و مصائب میں۔ جنازے کے وقت۔ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت۔

۵۔ اوقات

شب و روزِ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ شعبان کا مہینہ۔ عرفہ کی رات۔ ہر صبح و شام اور جب بھی آپ کا ذکر ہو۔

(ملخصاً من القول البدیع ۱۲۰)

اللہ تعالےٰ کا اپنے نبی کو عتاب کرنے کے بارے میں اہم گفتگو

شیخ ابنِ مبارک نے اپنے شیخ عبد العزیز دباغ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے بارے میں:

وتخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ۔ تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالےٰ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کو عتاب کرنے کی حکمت کیا تھی؟ حالانکہ آپ اہلِ معرفت کے سربراہ اور امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ شیخ عبد العزیز دباغ نے جواب دیا کہ جب حضرتِ زید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب کی طلاق کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے اسے اپنے پاس رکھنے اور اس کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنے کو کہا حالانکہ سرکار دو عالمؐ انجام سے آگاہ تھے کہ آخر کار زینب آپ کے نکاح میں آئے گی لیکن آپ نے یہ معاملہ دل میں ہی رکھا اور اسے ظاہر نہ کیا۔

اس لیے آپ نے دل سے مخاطب ہو کر کہا تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ چونکہ اندرونی طور پر اپنے نفس کو عتاب کرتے ہوئے یہ کلمات کہے تھے لہٰذا اللہ رب العزت نے اسی کو ظاہر کر دیا جو کچھ آپ کے دل میں تھا اور وحی نازل کی۔

حضرت عبد العزیز دباغؒ نے فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے معرفت کے دروازے کھول دیئے ہوں وہ اگر کتبِ سماوی میں غور و فکر کرے تو وہ اس قدیم کلام کے نور سے

اور اس حالت کو بھی پاتا ہے جس پر وحی کے وقت وہ نبی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا اہلِ معرفت جب تفسیرِ قرآن کرتے ہیں تو وہاں پر آیات کے اسباب نزول سے بحث ہوتی ہے اور وہ وہاں صرف اسباب نزول ظاہری ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ وہ احوال وانوار بھی پیشِ نظر ہوتے ہیں جو اس نزول وحی کے وقت حضور پر طاری ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ ان سے سنا جاتا ہے اس کی کیفیات کو بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ سرکارِ دوعالم کے ان باطنی سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں جس کی کیفیت الفاظ سے باہر ہوتی ہے۔

شیخ ابنِ مبارکؒ بیان کرتے ہیں، پھر میں نے حضرتؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کے بارے میں پوچھا

عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے درگذر کیا آپ نے انہیں کیوں اجازت دیدی یہاں تک کہ آپ پر سچے اور جھوٹے واضح ہو جاتے۔

حضرت عبدالعزیز دباغؒ نے جواب دیا وہ درج ذیل معنی کے قریب قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ انہیں معاف کیجئے اور ان سے درگذر سے کام لیجئے اور ان کے ساتھ بہترین انداز میں لین دین کرو بلکہ یہاں تک فرمایا:

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

اے رسول اگر آپ سخت دل ہوں گے تو یہ تمہارے پاس سے چلے جائیں گے انہیں معاف کیجئے۔ ان کے لیے استغفار کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ لیا کرو۔

مخلوق خدا کے ساتھ نرمی سرکار دو عالم کی یہ عادت مبارکہ بن چکی تھی۔ جب آپ کی بارگاہ میں منافق آئے اور انہوں نے جنگ میں نہ جانے کی اجازت طلب کی اپنے اپنے عذر بھی پیش کئے تو آپ نے اُن کے باطنی نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت کی بنیاد پر انہیں اجازت دے دی کیونکہ اللہ رب العزت نے متعدد آیات میں آپ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آئیں۔ پس سرکار دو عالم ان کے ساتھ ظاہری حسن سلوک کا برتاؤ کیا کرتے۔ پھر اس آیت کے ذریعے سرکار دو عالم کو خبر دی گئی جو منافقین کی ذلت و خفت کا سبب بنی۔ اس کے بعد آپ حکم الٰہی (کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو) کی بنا پر ان کی ذلت نہ فرماتے لیکن ساتھ ساتھ ان کی ذلت کے بارے میں دائرہ حیا کے اندر رہتے ہوئے اس طرح سوچتے کہ انہیں یہی محسوس ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے محمد کی طرف سے نہیں کیونکہ وہ تو اُن کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک ہی کرتا ہے۔ اسی طرح کے حیا کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر یوں کیا۔

إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ	یہ نبی اکرم کی تکلیف کا سبب ہے اور
فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا	یہ نبی تم سے حیاء کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ
يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ۔	حق کو ظاہر کرنے میں حیاء نہیں کرتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے بصورت عتاب آیت نازل فرما کر سرور عالم کو بد خلقی کی تہمت سے بھی محفوظ کر لیا اور محض نصیحت میں شامل کر لیا تاکہ دوبارہ آپ سے منافقت کرنے پر زجر بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ منافقت کرنے والے کے خلاف آپ کی طرف سے وکیل خصیم اور حجت و غلبہ فراہم کرنے والے ہیں۔ پس ایسا عتاب اپنے اندر ایسی کئی حکمتیں لیے ہوئے ہے۔ لہٰذا باطن میں یہ کوئی عتاب نہیں بلکہ یہ تو سراسر اپنے حبیب کی طرف سے مخاصمت میں معاونت ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کسی شخص کے لیے

یہ جائز نہیں کہ سرکار دو عالم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ عذر کرنے والوں میں سچے اور جھوٹوں کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے معاملہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے جبکہ ہر دور کے اہلِ معرفت اپنے دور کے ہر سچے اور جھوٹے کو جانتے ہیں ۔ حالانکہ تمام اہلِ معرفت کو :

انما نالوا ما نالوا بمحبته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فسقوا بمقدار شعرۃ من نورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(یہ مقام آپ کی محبت وغلامی کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے اور انہیں آپ کے نور سے ایک بال کی مقدار فیض ملتا ہے)

اس سے پہلے اس بات پر گفتگو ہو چکی کہ قرآن سات احرف پر نازل ہوا ہے تو جب قرآن کا یہ عالم ہے تو صاحبِ قرآن کے علوم کا کیا حال وشان ہوگا ؟

ابن مبارکؒ کہتے ہیں میرا خیال ہے جس نے بھی مفسرین کی آراء اس آیت کے بارے میں پڑھی ہیں وہ از خود محسوس کرے گا کہ شیخ کی تاویل نہایت ہی اعلیٰ واحسن ہے ۔

امام بیضاویؒ (اللہ تعالیٰ ہم سب اور ان سے درگذر فرمائے) بیان کرتے ہیں :

"عفا اللہ عنک" یہ حضور علیہ السلام کی اس خطاء سے کنایہ ہے جو آپ نے اجازت دینے میں کی کیونکہ معاف کرنا خطا کے بعد ہی ہوتا ہے ۔

شیخ الاسلام ذکریا حاشیے میں کہتے ہیں کہ بیضاوی نے زمخشری کی اتباع کی ہے ۔
امام طیبیؒ نے فرمایا کہ زمخشری اس عبارت میں بہت بڑی غلطی کر گئے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات ان پر کیوں مخفی رہی کہ ایسے مقامات پر بعض اہم اشارات ہوتے ہیں مثلاً یہاں پر درگذر کو مقدم رکھنا مخاطب کی تعظیم، توقیر اور کامل عزت پر دال ہے اور یہ سابقاً گناہ کا تقاضا بھی نہیں کرتا بلکہ یہ تو تعظیم ہی کی خاطر لایا جاتا ہے ۔ مثلاً جس کی تم تعظیم کرتے ہو اسے کہو گے ، عفا اللہ عنك ما صنعت فی امری ۔ (اللہ تعالیٰ آپ سے

درگذر فرمائے میرے معاملے کا کیا بنا) رضی اللہ عنک ما جوابک من کلامی ؟ (اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو میری گفتگو کا کیا جواب ہے ؟)

یہی وجہ ہے کہ علامہ تفتازانی رح نے کہا کہ زمخشری کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ وہ اس طرح ناپسندیدہ عبارت سے تعبیر کرتے ۔ اس لیے کہ خود اللہ رب العزت نے رسول اکرم کی رعایت کی تعظیم بیان کی ۔کبھی تو عفو و درگزری کے ذکر کو مقدم کرکے اور کبھی اذن کو ذکر کرکے جو کہ آپ کے علو مرتبت اور قوتِ تصرف پہ دلالت کرتا ہے ۔ اور پھر کلام بصورت استفہام ہے ۔

علاوہ ازیں ترک اولیٰ و افضل بلکہ مقام تعمیل و تعظیم پر بھی ایسے کلمات کہے جاتے ہیں جیسا کہ عفا اللہ عنک ما صنعت فی امری ۔

حافظ سیوطی رح حاشیے میں لکھتے ہیں : زمخشری کی یہ نہایت ہی ناپسندیدہ عبارت ہے ۔صاحب انتصاف فرماتے ہیں وہ دو امروں کے درمیان ہے ۔ یا یہ کہ یہ معنی مراد نہیں ہے ۔تو یہ بہت بڑی غلطی ہے یا مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بطور کنایہ آپکی شان اور قدر و منزلت کو بڑھانے کے لیے ایسا کیا ہے ۔ کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کے اخلاق نہیں اپنانے چاہیئے ۔خصوصاً جب معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو؟

اس کے بعد طیبی و تفتازانی کا کلام نقل کیا ۔ پھر فرمایا ۔ قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں یہ دراصل افتتاحِ کلام ہے ۔ کہا جاتا ہے اصلحک اللہ واعزک اللہ. (اللہ تعالیٰ تجھے عزت دے)

زمخشری کے رد میں شیخ حسن بن محمد بن صالح نابلسی نے ایک کتاب لکھی ہے ۔ جس کا نام " جنۃ الناظر وجنۃ المناظر فی الانتصار لابی القاسم الطاہر صلی اللہ علیہ وسلم " رکھا ہے ۔

اسی وجہ سے بعض اہلِ دین و تقویٰ نے تفسیرِ کشاف کے مطالعہ سے منع کیا

ہے ۔ اس بارے میں امام تقی الدین سبکی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے " سبب الانکفاف عن اقراء الکشاف " رکھا ۔

سرکارِ دوعالم کے معجزے کی حقیقت

شیخ احمد بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالعزیز دباغؒ کو درج ذیل حدیث مبارک کے بارے میں یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا :

ما من نبی الا وقد اعطی	ہر نبی کو اتنا ہی کچھ دیا گیا جس کے
ما مثلہ آمن علیہ البشر	ذریعے بنی نوع انسان اس پر ایمان
وما کان الذی اوتیتہ الا	لائے اور یہ صرف وحی کے ذریعے
وحیا یتلی ۔	ملتا تھا ۔

بے شک انبیاء علیہم السلام کے معجزات اُن کی جنسوں سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان میں بعض معجزات وہ تھے جو انہیں بڑھاپے میں حاصل ہوئے اور بعض معجزات انبیاء علیہم السلام کو ان کے بچپن میں ہی حاصل ہوئے تاکہ اُن کے ذریعے ان کی تربیت کی جائے ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا صدور خود باری تعالیٰ کی ذات اس کے نور، مشاہدات و مکالمات کی صورت میں ہوا اور ان کا ظہور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح ہوا یعنی کبھی ذات رسول پر معجزے کا ظہور رہا اور کبھی عقل پر ۔ کبھی روح پر اور باطنی طور پر ۔ یہاں تک جتنے معجزات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے ۔ اگر یہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دے دیئے جائیں تو ان میں اس کی طاقت نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا : وما کان الذی اوتیتہ الا وحیاً یتلی یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات انبیاء علیہم السلام کے معجزات

کی جنس سے نہ تھے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی تعداد اور عظمت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ ان معجزات کی بدولت تمام بنی نوع آدم ان پر ایمان لے آئے تو پھر بھی سرکار دو عالم کے معجزات ان سے اعلیٰ وارفع ہیں کیونکہ ان معجزات کا ظہور نبی علیہ السلام سے نہیں بلکہ خود اللہ رب العزت سے ہے۔

اس کے بعد شیخ نے ایک مثال دی۔

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض صحابہ کرامؓ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان معجزات کا ظہور ہو جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کو عطا کئے گئے تو انہیں حضور کے خصوصی معجزات سے آگاہ کیا جاتا تو وہ انہیں عظیم محسوس کرتے۔

پھر شیخ نے یہ مثال دی کہ بادشاہ کسی کو اپنے تمام ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور اسے اس میں تصرف کرنے میں مختار بنا دیا اور بعض کو صرف ایک دیہات میں تصرف عطا کرتا ہے ـــــ تو دوسرے کی پہلے سے کیا نسبت؟

مشاہداتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شیخ احمد بن مبارکؒ نے حضرت عبدالعزیز دباغؒ سے حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا،

واللہ لا اجد ما احملکم علیہ ولا عندی ما احملکم علیہ۔	اللہ کی قسم نہ میں کوئی ایسی چیز پاتا ہوں کہ تم کو اس پر سوار کر دوں اور نہ ہی میرے پاس کوئی چیز ہے۔

یہاں حضور علیہ السلام قبیلہ اشعریین سے مخاطب ہیں جنہوں نے آپ سے سواری طلب کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے انہیں سواری عطا کی۔ حالانکہ نبی علیہ السلام

کی زبان سے حق اور سچ کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت عبدالعزیز دباغ ؒ نے جواب دیا کہ بے شک نبی علیہ السلام ہمیشہ سچی اور حق بات کرتے ہیں۔ رہا یہ معاملہ اس واقعہ کا تو آپ کا یہ قول باطنی مشاہدے کی بنا پر ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کبھی ذاتِ حق کے مشاہدے میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس میں ایک عظیم و عجیب لذت نصیب ہوتی ہے۔ جس کی کیفیات کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور دنیا کی کسی شے کے ساتھ اس کی مثل نہیں بیان کی جاسکتی۔ یہ وہ لذت ہے جو اہلِ جنت کو جنت میں نصیب ہوگی۔ اور کبھی سرکار دوعالم اللہ رب العزت کی ذات، اس کی قوت، اس کی بادشاہت میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس مشاہدے کے دوران اللہ رب العزت کے جلال و قوت کو دیکھتے ہوئے خوف کی ایک کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

پس ان مذکورہ بالا دونوں مشاہدوں میں سرکار مخلوق سے غائب ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اب وہ کسی کو نہیں دیکھتے۔ اس بارے میں سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمان گذر چکا۔ ما خفی علی جبرئیل فراجعہ۔

کبھی سرکار دوعالم اللہ رب العزت کی قوت کے ساتھ ساتھ ممکنات کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ یوں مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی قوت تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے۔

اس مشاہدے کے دوران اللہ رب العزت کی ذات باطن سے پردہ فرمادیتی ہے۔ مگر اس کے افعال موجود ہوتے ہیں۔ پس اس تیسرے مشاہدے میں ایک ایسا علم حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے شرائع کو بیان کیا جاسکے اور مخلوق کو تعلیم دے کر حق کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔ پس اب سرکار جو کچھ کہتے ہیں وہ ان ہی مشاہدات کی بنا پر کہتے ہیں۔ یوں کبھی تو نبی علیہ السلام پہلے مشاہدہ میں ہوتے ہیں اور کبھی دوسرے میں اور کبھی تیسرے میں۔

پس حدیث مبارک میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اسے مشاہدہ ثانیہ پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام ذات کے مشاہدے اور قوت میں مستغرق تھے۔ اس وقت آپ اپنی ذات سے بھی بے خبر تھے۔ چہ جائیکہ دوسروں کی خبر ہو۔

جب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ سواری دیجئے، حالانکہ آپ مشاہدہ میں تھے تو سرکار نے ان سے کہا،

والله لا احملکم ولا عندی ما احملکم علیه۔ — خدا کی قسم میں تمہیں سوار نہیں کر سکتا اور نہ میرے پاس سواری ہے۔

یہ کلام مشاہدے کے لحاظ سے بالکل حق ہے۔

جب سرکار نے مشاہدہ کائنات میں رجوع کیا تو آپ نے ان کا سواری کے بارے میں سوال پایا تو اب آپ پر وہ تمام احکام جاری ہوئے جو مخلوق کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔ لہذا آپ نے فرمایا کہاں ہیں اشعرلون۔ انہیں بلایا گیا اور ان کو سواری عطا کی۔ اس پر انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے۔ حالانکہ اب آپ ہمیں سواری دے رہے اس پر وہی جواب عنایت فرمایا جو مشاہدے کا تقاضا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما انا حملتکم ولکن الله حملکم۔ — میں نے تمہیں سوار نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

یعنی میں نے قسم اٹھائی تھی میں نہ تمہیں سوار کروں گا اور نہ ہی میرے پاس سواری ہے۔ صورت حال اب بھی یہی ہے کیونکہ تمہیں سواری اللہ ہی نے عطا کی ہے۔ نہ کہ میں نے گویا آپ نے آپ کلام کے سچ ہونے کو واضح فرما دیا۔

شیخ احمد مبارکؒ کہتے ہیں میں نے کہا کہ پھر سرکار نے اپنی قسم کا کفارہ اس

موقع پر کیوں ادا کیا جبکہ آپ نے خود فرمایا ہے:

انی لا احلف علی یمین	جب کبھی میں قسم اٹھاتا ہوں اور
فاری غیرھا خیرًا منھا	اس کے علاوہ خیر دیکھتا ہوں تو میں
الا کفرت عن یمینی واتیت	قسم کا کفارہ ادا کر کے دوسرا کام جو
الذی ھو خیر۔	کہ خیر ہوتا ہے اختیار کرتا ہوں۔

اس پر شیخ عبدالعزیز دباغؒ نے جواب دیا۔ اس واقعہ میں سرکار نے کوئی کفارہ ادا نہیں کیا۔ رہا یہ معاملہ اس کفارے کا جو اس حدیث میں ہے تو وہ ایک علیحدہ کلام اور قاعدہ کلیہ ہے کیونکہ مذکورہ واقعہ میں سرکار کے کفارے کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔

شیخ احمد مبارکؒ کہتے ہیں اسی موقف کو بڑے بڑے اکابرین نے اختیار کیا ہے جیسے امام حسن بصری وغیرہ اور حضرت کا عرفان کتنا کامل ہے۔

میں رات اپنے اللہ کے ہاں بسر کرتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا ہے

شیخ ابن مبارک "ابریز" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز دباغؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا

أبيت عند ربي يطعمني	میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا
ويسقيني۔	ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

انہوں نے فرمایا۔ عند یہ سے یہاں مراد معیت ہے جبکہ کھلانے اور پلانے سے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو تقویت دینا مراد ہے۔ میں نے پوچھا کیا خاکی ذات کو انوارِ الہیہ کے بعد غذا کی ضرورت ہوتی ہے؟

اس پر دباغؒ نے جواب دیا کہ ضرورت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء

علیہم السلام کھاتے پیتے تھے۔ ان کو بھوک لگتی تھی اور وہ کھانا کھا کر سیر بھی ہوتے تھے۔
شیخ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے لپنے شیخ دباغ ؒ سے پوچھا کیا سرکار دو عالمؐ رات کو پیدا ہوئے جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے اور انہوں نے عثمان بن ابی العاص کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو انہوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ سے روایت کی ہے کہ میں سرکار دو عالم کی ولادت کے وقت وہاں حاضر تھی میں نے دیکھا کہ مولد النبی نور سے بھر گیا اور ستاروں کو قریب ہوتے دیکھا۔ میں گمان کرنے لگی تھی کہ شاید یہ ستارے مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے (اسے امام بیہقی اور ابن السکن نے روایت کیا) ـــــ اور ستارے رات کو نظر آتے ہیں یا سرکار دن کو پیدا ہوئے جیسا کہ بعض علماء نے صحیح قرار دیا اور اس کے لیے امام مسلم وغیرہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ ولادت مبارک طلوع فجر کے تھوڑی دیر بعد ہوئی جیسا کہ ایک اور حدیث میں بھی ہے۔ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل و مناقب سے ضعیف حدیث قابلِ استدلال ہے۔

بعض علماء نے حدیث سابق کا یہ جواب دیا ہے کہ ستارے فجر کے بعد بھی نظر آتے ہیں لہٰذا ـــــ ولادت کا رات کے وقت قول کرنا صحیح نہیں ہے۔
شیخ عبدالعزیز دباغ ؒ نے فرمایا مجھے سرکار دو عالم کی ذات کے ان اسرار و رموز سے باخبر کیا گیا جو نفس الامر میں ہیں کہ سرکار دو عالم آخر رات طلوعِ فجر سے کچھ وقت پہلے پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ اس عمل سے طلوعِ فجر کے وقت فارغ ہوئیں۔
پس وہ درمیانی وقت جس میں سرکار دو عالمؐ اپنی والدہ کے بطن سے جدا ہوئے اور آپ کی والدہ آپ کی پیدائش سے فارغ ہوئیں یہ وہ گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اس بارے میں مختلف حدیثیں وارد ہو چکی ہیں۔ اسی باعث اس وقت کی عظمت و تعظیم بڑھ گئی اور اس کے فیوض و برکات تا قیامت قائم رہیں گے۔

خصائصِ نبویہ

بعض علماء نے خصائص نبوی پر اچھا خاصا کام کیا ہے اور اس فن پر بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں حافظ سیوطی کی کتاب "خصائص کبریٰ" سب سے زیادہ مشہور رہے۔ بعد انہوں نے ایک چھوٹے رسالے میں اس کی تلخیص بھی کی ہے۔

یہاں ہم اس رسالے میں سے کچھ قیمتی جواہرات ذکر کر رہے ہیں۔

خصائص آٹھ اقسام پر منحصر ہیں جنہیں ہم مقدمہ کے بعد ذکر کریں گے۔

واضح رہے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ءِ خلق سے جن فضائل و کرامات کو پیدا فرمایا وہ تمام کے تمام اصلاً حضور کی ذات میں جمع ہیں اور دیگر مخلوق میں ان میں بعض آپ کے تابع ہو کر پائے جاتے ہیں۔

اور یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ہر وہ شے جس کا تعلق سرکار دوعالم کی تعظیم کے ساتھ ہے۔ اس میں کٹ حجتی سے بحث نہیں کرنی چاہئیے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ پس سرکار کی بارگاہ میں ادب و احترام کے جو کلمات بھی کہو ان میں کوئی حرج نہیں۔ پس علماء نے جو یہ خصائص ذکر کئے ہیں یہ صرف اس لیے کہ ان کے ذریعے لوگوں کو سرکار کے اعلیٰ مقام سے آگاہ کیا جائے اور پھر اس لیے بھی تاکہ سرکار کے علاوہ کسی دوسرے کو یہ درجہ نہ دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا جب حضرت

عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو انہیں نے اس شخص کی گردن اڑانا چاہی لیکن صدیق اکبرؓ نے منع فرمایا کہ صرف سرکار کے گستاخ کی گردن اڑائی جاسکتی ہے آپ کے علاوہ کسی شخص کی گستاخی پر کسی شخص کو قتل نہیں کیا جا سکتا ۔

یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ علماء نے خصائص نبویہ کو آٹھ اقسام میں تقسیم کیا ہے ۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک کو ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ۔

۱۔ دنیا میں ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

سرکار کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ خلقت کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل ہیں اور مزید برآں یہ کہ آپ کی نبوت کو بھی اولیت کا شرف حاصل ہے ۔ کیونکہ آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے ۔ اور الست بربکم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مخلوق سے جو عہد لیا تھا اس میں بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بلیٰ کہا تھا ۔ اور آیت کی وجہ سے اور آپ کی خاطر بنی نوعِ انسان اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا گیا ۔ عرشِ اعظم پر آپ کا نام مبارک لکھا گیا اور نہ صرف یہاں بلکہ ہر آسمان اور تمام عالم ملکوت میں آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے ۔ اور ملائکہ ہر وقت آپکا ذکر کرتے ہیں ۔ اور یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے اذان اور ملاء اعلیٰ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہے ۔

اس لحاظ سے بھی آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ وعدہ لیا گیا کہ وہ سرکار دو عالم پر ایمان لے آئیں اور ان کی مدد کریں اگر آپ ان کے زمانے میں تشریف لائیں اور پھر سابقہ کتب میں آپ کی تشریف آوری کی شہادت بھی دی گئی ۔ نہ صرف بشارت بلکہ آپ کے اوصاف آپ کے صحابہ، خلفاء اور امت کے اوصاف بیان کئے گئے ۔ آپ کے پیدا ہونے کے وقت اور شق صدر کے وقت ابلیس کو آسمانوں میں

رد کا گیا۔

آپ کی نبوت کی مہر کو آپ کی پشت میں دل کے مقابل بنایا گیا جہاں سے شیطان وسوسے ڈالتا ہے۔ جبکہ باقی انبیاء علیہم السلام میں ان کی نبوت کی مہر (جس سے ان کی نبوت کی تصدیق ہو) ان کی دائیں ہاتھ میں رکھا۔

اس لحاظ سے بھی آپ افضل ہیں کہ آپ کے ہزار اسماء ہیں اور آپ کا ہر اسم، اسم باری تعالیٰ سے مشتق ہے۔

تقریباً ستر اسماء میں آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے پکارے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی افضل ہیں کہ آپ کا اسم مبارک احمد ہے جو آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا۔ اور یہ کہ دورانِ سفر ملائکہ آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔

اور یہ بھی آپ کی ذات ہی کا خاصہ ہے کہ آپ تمام مخلوقات میں سے عقل کے لحاظ سے اعلیٰ و افضل ہیں اور یہ کہ آپ کو کامل حسن دیا گیا اور اس حسن کا صرف ایک حصہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ قرآنی وحی کے نزول کے وقت آپ کو جبریل امین نے تین دفعہ بغل میں لیا۔ یہ بھی آپ کی ایک فضیلت ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھا جس میں ان کی پیدائش ہوئی۔ اور آپؐ کی بعثت سے کہانت ختم ہوگئی اور آسمانوں کو شیاطین سے محفوظ کر دیا گیا۔ یہ بھی سرکار کا خاصہ ہے کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھیں گے۔ اور معراج کی رات آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ اور یہاں تک کہ آپ کو قاب قوسین کی بلندی تک لے جایا گیا اور یوں آپ کے قدم انور نے اس مقام کو بھی چھوا جسے آپ سے قبل کسی نبی کے قدم نے نہیں چھوا۔ اور نہ ہی کسی مقرب فرشتے نے۔ اور پھر یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات دی گئی تاکہ آپ انکے امام بن سکیں۔ آپ نے ملائکہ کی امامت

کی ——— اور اسی طرح آپ کو ظاہری حیات میں ہی جنت و جہنم پر مطلع کر دیا گیا۔

آپ نے اللہ رب العزت کی عظیم نشانیوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی مازاغ البصر وماطغی کی صورت میں حفاظت فرمائی۔ اور اللہ رب العزت کا دیدار دو دفعہ ہوا اور ملائکہ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے اور جدھر جاتے وہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ آپ کا خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوا جبکہ آپ اُمّی تھے۔ اور آپ کچھ نہیں پڑھے تھے اور نہ ہی کچھ لکھتے تھے۔ اور پھر یہ کہ آپ پر نازل کردہ کتاب معجزہ ہے بلکہ تغیر و تبدل سے بھی محفوظ ہے۔ اور یہ کتاب ان تمام علوم پر مشتمل ہے۔ جن پر سابقہ تمام کتابیں مشتمل تھیں بلکہ ان کتابوں کے علاوہ بھی علوم اس میں سمو دیئے گئے ہیں۔ یوں یہ کتاب ہر شے کی جامع ہے اور کسی چیز کی محتاج نہیں اور یاد کرنے کے لیے بڑی آسان ہے۔ اور اس کا نزول آیتہ آیتہ سات قراءتوں کی صورت میں سات دروازوں سے اور ہر لغت میں ہوا۔ اس کے پڑھنے والے کے لیے ایک حرف کے بدلے ۱۰ نیکیوں کا اجر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن پاک دیگر تمام آسمانی کتب سے تیس فضیلتوں کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

ان خصائص میں سے قرآن پاک کی ایک خوبی و فضیلت یہ ہے کہ یہ دعویٰ و دلیل دونوں پر مشتمل ہے۔ ایسا کلام پہلے کبھی کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سابقہ کتب میں اگر کتاب میں دعویٰ تھا تو دوسری میں دلیل تھی۔ جبکہ قرآن پاک اپنے معانی کے ساتھ دعویٰ کا حامل ہے جبکہ الفاظ کے ساتھ دوسروں پر حجت ہے۔ کسی دعوے کا شرف اس صورت میں بڑھ جاتا ہے جب اس کی دلیل بھی ساتھ ہو۔ اور دلیل بھی تب کامل ہوتی ہے جب دعویٰ کو اس سے جدا نہ کیا جائے۔

سرکار کا یہ خاصہ بھی ہے کہ آپ کو تحت العرش کے ان خزانوں سے نوازا گیا جو آپ کے علاوہ کسی دوسرے بنی نوع انسان کے فرد کو نہیں دیئے گئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ، سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۃ بقرہ کی آخری آیات سبع طوال و مفصل سے نوازا جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کے معجزات قیامت کے دن تک قائم ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم۔ جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات ایک خاص وقت تک قائم رہے۔

اور آپ اس لحاظ سے بھی دیگر انبیاء سے افضل ہیں کہ آپ کے معجزات باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں بلکہ جو معجزات باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا کئے گئے وہ آپ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے اور یہی حال آپ کے ان معجزات میں ہے جیسے "چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، پتھروں کا سلام کرنا، تنے کا رونا، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ درخت کا آپ سے گفتگو کرنا۔ آپ کی نبوت کی شہادت دنیا اور آپ کی دعوت کا قبول کرنا شامل ہے۔

اس لحاظ سے آپ انبیاء میں افضل ہیں کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے کیونکہ آپ کو انس و جن دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ اور یہ کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زندگی اور رسالت کی قسم اٹھائی ہے اور آپ کے وہ دشمن جو آپ پر طعن کرتے تھے ان کا خود رد کیا۔ اور قرآن پاک میں اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لکھا۔ یہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع آدم پر آپ کی اطاعت کو فرض قرار دیا جس میں کسی طرح کی کوئی استثناء نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کے اعضاء کا ذکر کیا اور قرآن میں آپ کو آپکے نام سے نہیں پکارا بلکہ جہاں کہیں بھی آپ کو مخاطب کیا یاایھاالنبی، یاایھاالرسول کے ساتھ پکارا۔ اور یہی نہیں بلکہ امت پر آپ کو نام سے پکارنے کو حرام قرار دیا ہے۔ سابقہ انبیاء کی نسبت آپ کو زیادہ پیار سے بلایا اور اللہ تعالیٰ نے حضور کی امت کو سابقہ انبیاء کی امم کی طرح عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔

اور یہ بھی سرکار کا ایک خاصہ ہے کہ آپ حبیب الرحمٰن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے محبت و خلت دونوں کو جمع کیا۔ اسی طرح نہ صرف آپ کے ساتھ گفتگو کی بلکہ اپنا دیدار بھی عطا فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ پر آپ سے کلام بھی کیا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سے صرف کوہ طور پر کلام کیا۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو قبلوں اور دو ہجرتوں کو جمع کیا اور آپ کو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی احکامات سے بھی نوازا۔ اور آپ کو رعب و دبدبہ بھی دیا جس کا اظہار ایک مہینے کی مسافت تک ہوتا اور آپ کو جوامع الکلم بھی عطا کئے گئے۔ زمین کے خزانے عطا کئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام وحی کی ہر صورت میں کیا اور اسرافیل ؑ کو آپ کی طرف بھیجا جو آپ سے قبل کسی نبی پر نہیں بھیجے گئے اور آپ کو نبوت کے ساتھ ظاہری بادشاہت بھی عطا کی گئی اور آپ کو ہر شے کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح اور ان پانچ اشیاء کا بھی جن کا ذکر قرآن پاک کی آیت کریمہ میں ہے۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔

اور آپ کو دجّال کے بارے میں بتایا جو کسی نبی کو نہیں بتایا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو مغفرت کا مژدہ سنایا جبکہ آپ ابھی اپنی ظاہری حیات میں تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخّر۔

حضرت ابن عباس رضؓ فرمایا کرتے تھے:

ما یومن اللہ تعالیٰ احدًا من خلقہ الا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم۔	اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضورؐ کے علاوہ کسی کو امان کا سرٹیفکیٹ جاری نہیں فرمایا۔

اور یوں اللہ تعالیٰ نے سرکار کا ذکر گرامی بلند کیا یہاں تک کہ جب بھی اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ سرکار کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اذان، خطبہ و تشہد ہر جگہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ لیا جاتا ہے اور آپ پر آپ کی امت کو پیش کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے اپنی تمام امت کا

مشاہدہ فرمایا : اور ہر اس معاملے کو آپ پر پیش کیا گیا جو قیامت کے دن تک امت میں ہونے والا ہے بلکہ آپ پر تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں بھی پیش کی گئیں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شے کا علم عطا کیا گیا ۔ جبکہ سرکار تو بنی نوع انسان کے سردار ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں یوں آپ تمام انبیاء اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں ۔

آپ تمام کائنات میں سب سے دقیق النظر اور دانا ہیں اور آپ کی مدد چار وزراء کے ساتھ کی گئی جن میں حضرت جبرئیلؑ ، حضرت میکائیلؑ ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں ۔

اور آپ کو آپ کے صحابہ میں سے چودہ نجیب دیئے گئے جبکہ باقی انبیاء میں سے ہر ایک کو صرف سات نجیب عطا ہوئے اور آپ کے ساتھ ہمزاد آپ پر ایمان لایا ۔ اور آپ کی زوجات آپ کی مددگار تھیں اور آپ کی زوجات و بنات ساری کائنات کی عورتوں سے افضل ہیں ۔ آپ کی زوجات کا ثواب و عقاب باقی امت کی عورتوں سے دوگنا ہے آپ کے صحابہ انبیاء کو چھوڑ کر باقی تمام مخلوق سے افضل ہیں جن کی تعداد انبیاء علیہم السلام کے لگ بھگ ہے یعنی ایک لاکھ چوالیس ہزار اور یہ سارے کے سارے مجتہد اور مصیب تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا :

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم ۔	میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی تم پیروی کروگے کامیاب ہو جاؤگے ۔

سرزمین مکہ آپ کے لیے کچھ وقت جنگ و جدال کے لیے جائز قرار دی گئی اور آپ نے مدینے کے دونوں پہاڑوں کا درمیانی علاقے کو حرم قرار دیا ۔ سرزمین مدینہ کی مٹی عذاب سے پاک ہے اور اس کا غبار جذام جیسی مہلک بیماری کو رفع دفع کر دیتا ہے ۔ اور حضور ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کے بارے میں ہر میت سے قبر میں سوال ہوگا ۔

ملک الموت آپ کی بارگاہ میں اجازت لے کر آیا حالانکہ وہ کسی شخص کے پاس اجازت لے کر نہیں جاتا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح وہ لونڈیاں بھی امت پر حرام ہیں جن سے آپ نے مباشرت فرمائی۔

اور زمین کا وہ ٹکڑا جس میں سرکار دو عالم تشریف فرما ہیں وہ کعبہ اور عرش سے بھی اعلیٰ و افضل ہے۔ جائز ہے کہ اس قطعہ کے ذریعے قسم اٹھائی جائے اور یہ مقام کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ آپ کا ستر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی آنکھیں مٹ جاتیں یعنی ان سے بینائی ختم ہو جاتی۔ کسی بھی نبی کی امت کو جو فضیلت ملی وہ آپ کی امت میں پائی جاتی ہے اور سرکار کی امت کے علماء آپ کے قائم مقام ہیں جس طرح سابقہ نبیوں کی امت میں نبی آکر دوسرے نبی کا قائم مقام بنتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے :

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل — میرے امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے :

ان العالم فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ — کسی قوم میں عالم کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے کوئی نبی امت میں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبداللہ کے نام سے پکارا جو آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو عبداً شکوراً یا نعم العبد فرمایا۔

قرآن پاک ہو یا کوئی دوسری الہامی کتاب کسی میں بھی آپ کے علاوہ کسی اور ذات پر درود بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کے اسماء گرامی تمام کے تمام توقیفی ہیں جیسا کہ خود رب العزت کے اسماء ہیں یوں آپ کے اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء کے تابع ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲۔ دنیا میں سرکارِ دو عالم کی شریعت اور امت کے خصائص

سرکار دو عالمؐ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے غنائم کو حلال کر دیا گیا اور کرۂ ارض کے ہر ہر حصے کو آپ کے لیے مسجد بنایا جبکہ سابقہ امتوں کے لیے جائے نماز صرف ان کے گرجے اور معبد خانے ہی تھے۔ اور آپ کے لیے زمین کو پاک بنایا گیا یعنی تیمم کی صورت میں اور وضو کے ساتھ کیونکہ یہ چیزیں سابقہ دور میں صرف انبیاء کے لیے یہ نعمتیں تھیں ان امتوں کے لیے نہ تھی۔

اسی طرح اور بھی کچھ ایسے معاملات ہیں جو صرف سرکار کی امت کے ساتھ خاص ہیں۔ جو سابقہ امتوں کے لیے نہ تھی۔ مثلاً موزوں پر مسح کرنا، پانی کو آلۂ تطہیر نجاست بنانا، اور زیادہ پانی پر نجاست کا اثر نہ ہونا، جامد چیز سے استنجاء کرنا اور استنجاء کے لئے پانی و پتھر کا جمع کرنا اور پانچ نمازوں کا جمع ہونا، جو کہ آپ سے قبل کسی نبی کی امت پر جمع نہیں ہوئیں۔ اس حیثیت سے کہ یہ نمازیں اپنے درمیانی وقت میں سرزد ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں اور عشاء کی ادائیگی آپ سے قبل کسی نے نہیں کی۔ اسی طرح سے آپ کو دیگر معاملات کے ذریعے بھی دوسروں سے افضل بنایا گیا مثلاً اذان و اقامت کے ذریعے، افتتاحِ نماز تکبیر کے ذریعے اور پھر آمین کہنے کے ذریعے اور پھر اس قول کے ذریعے اللّٰھم ربنا لک الحمد یعنی اے اللہ ساری کی ساری حمد تیرے نام کی ہے۔ اسی طرح گفتگو کو نماز میں حرام قرار دینا اور نماز میں کعبے کی طرف منہ کرنا اور نماز میں ملائکہ کی طرح صفیں بنانا، اور سلام کا تحفہ دینا یہ وہ تحفہ ہے جو ملائکہ اور اہل جنت کا تحفہ ہے۔

اسی طرح آپ کو مختلف دنوں میں فضیلت کے ساتھ بھی نواز کر بلند کیا گیا مثلاً جمعہ کے دن کو آپ کے لیے عید بنایا گیا اور آپ کی امت کے لیے اور دعا کی قبولیت

کا ایک خاص وقت مقرر کیا ہے ۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے ذریعے نماز جمعہ اور باجماعت رات کی نماز، اسی طرح عیدین، کسوفین، استسقاء اور وتر۔

اور پھر آپ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے نماز قصر کی اجازت ہوئی۔ اور اسی طرح سفر، بارش اور بیماری کی حالت میں دو نمازوں کو جمع کرنا بھی صرف آپ کا خاصہ ہے۔

اور پھر صلوٰۃ خوف جو آپ سے قبل کسی نبی کی امت کے لیے شروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح سے سخت دشمن کے خطرے کے پیش نظر نماز کا اشارہ کے ساتھ پڑھنا اور پھر جدھر منہ ہو ادھر ہی رخ کر کے نماز پڑھ لینا یہ صرف آپ کی امت کا خاصا ہے۔

اسی طرح رمضان کے مہینے کو مندرجہ ذیل کیفیات کے ساتھ مختص کرنا بھی آپ کی امت کا ایک خاصہ ہے ۔ رمضان میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے ۔ اسی ماہ میں جنت کی تزئین و آرائش کی جاتی ہے اور پھر رمضان میں روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بڑھ کر ہے ۔ اور روزہ داروں کے لیے ملائکہ کا استغفار کرنا جبکہ وہ افطار کرتے ہیں ۔ رمضان کی آخری رات ان تمام کو معاف کرنا اسی طرح سحری کرنا، اور افطاری میں جلدی کرنا اور رات کو کھانا پینا اور جماع کرنا صبح تک مباح قرار دیا جو سونے کے بعد سابقہ امتوں کے لیے حرام تھا۔

یہی نہیں بلکہ صوم وصال کو حرام قرار دیا جو کہ سابقہ امتوں کے لئے مباح تھا۔ روزے کی حالت میں گفتگو جائز کر دی جو سابقہ امتوں میں حرام تھی ۔ اسی طرح مختلف دنوں کی فضیلت سے بھی اس امت کو نوازا یعنی مختلف فضیلت والی گھڑیاں عطا کیں جن میں لیلۃ القدر، یوم عرفہ اور پھر یوم عرفہ کے دن روزہ رکھنے کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ۔ کیونکہ یہ سنت رسول ہے ۔ اسی طرح یوم عاشورہ کو روزہ رکھنے کو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے ۔

کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کا دھونا دو نیکیوں کا باعث ہے کیونکہ یہ طریقہ آقا سرکار کی شریعت میں ہے جبکہ پہلے ایسا عمل کرنے سے صرف ایک نیکی ملتی ہے۔ کیونکہ یہ تورات میں مشروع تھا۔ اور چشمے سے غسل کرنا اور اس سے تکلیف کا دور ہو جانا اور مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا۔

قبر کو لحد کی شکل دینا آپ کی امت کا خاصہ ہے جب کہ دیگر امتوں کے لیے شق ہوتا تھا۔ ہمارے لئے تیر کے ذریعے بھی جانور کو ہلاک کر کے کھانے کو حلال کر دیا گیا جبکہ سابقہ امتوں کے لیے صرف ذبح کا حق تھا۔ اور بالوں میں مانگ نکالنا جبکہ سابقہ دور میں امتیں بالوں کو ماتھے پر رکھتے اور بالوں کو رنگنا جبکہ سابقہ لوگ بالوں کو رنگ نہیں سکتے تھے اور پھر داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو گھٹانا صرف امتِ مسلمہ کے لیے ہے جبکہ سابقہ اہلِ کتاب مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں اور وہ صرف لڑکے کا عقیقہ کرتے ہیں جبکہ ہمارے لیے دونوں کا عقیقہ مشروع ہے۔

نمازِ جنازہ کے لیے ترکِ قیام، نماز فجر و مغرب جلدی پڑھنا اور دیگر معاملات میں جلد بازی کے ارادے کو مکروہ جانا اور پھر صرف جمعہ کا روزہ رکھنا امتِ مسلمہ کے لیے مکروہ ہے۔ جبکہ اہلِ یہود صرف عید کے دن روزہ رکھتے تھے۔ عاشورہ کے ساتھ نویں محرم کا روزہ اور پیشانی کو حالتِ سجدہ میں زمین پر رکھنا صرف امتِ مسلمہ کا حق ہے۔ جبکہ سابقہ امتیں صرف ایک طرف پر سجدہ کرتی تھیں۔ امت مسلمہ کے لئے نماز کی حالت میں ادرگرد گھومنا مکروہ ہے جبکہ سابقہ امتیں نماز میں ادھر ادھر گھوم جاتی تھیں۔ اسی طرح اس امت کے لیے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ جانا گیا۔ اسی طرح پہلوؤں پہ ہاتھ رکھنا۔ اسی طرح نماز کے بعد دعا کے لیے ٹھہرنا اور پھر نماز کے اندر مصحف سے قرأت کرنا اور اس سے تعلق رکھنا صرف امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔

امت مسلمہ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ عید کے دن نماز کی ادائیگی سے پہلے بھی کچھ

کھا پی سکتی ہے جبکہ دیگر اہل کتاب عید کے روز کچھ نہیں کھاتے تھے یہاں تک کہ وہ نماز ادا نہ کرلیں اور اس امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسے جوتوں اور موزوں میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں : بنو اسرائیل میں جب ان کے ائمہ الہامی کتابیں پڑھتے تو ان کی امت انہیں جواب دیتی اور گفتگو کرتی۔ یہ کام سرکار کی امت کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا اور فرمایا جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں دائیں ہاتھ پر سہارا لیے کھڑا ہے تو آپ نے اسے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کی نماز ہے۔

پھر سرکار کی امت کی عورتوں کو مسجد میں داخلے کی اجازت دے دی گئی جبکہ سابقہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں داخلے سے منع کیا گیا تھا۔

سابقہ امتوں کی شریعتوں میں فسخ حکم یوں ہوتا تھا۔ جب کوئی مدمقابل اس چیز کو دوسرے حاکم کے پاس لے جاتا اور اگر وہ اس کے خلاف دیکھتا تو اسے فسخ کرنے کا حکم دیتا۔ سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسے عمامے کے اندر شملہ استعمال کرنے کی اجازت ہے حالانکہ یہ ملائکہ کا عمل ہے۔ تہ بند استعمال کرنا۔ سدل کی کراہت۔

اسی طرح قمیص کے درمیان میں پٹی باندھنے کی بھی اجازت ہے۔ اسی طرح بال رکھنا۔ عبادت کو چاند کے ساتھ متعلق کیا۔ وقف کرنا تہائی تک موت کے وقت وصیت کرنے کا حق۔ اسی طرح جنازے کو جلدی لے جانے کا حکم صرف اس امت کو دیا گیا۔

اور پھر یہ کہ سرکار کی امت بہترین امت ہے اور پھر آخری امت ہے اور پھر اسے سابقہ امم کی برائیوں سے آگاہ کر دیا گیا جبکہ اس کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔

پھر یہ کہ اس امت کے دو نام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشتق ہیں : المسلمون ، المومنون اور پھر اس امت کے دین کا نام اسلام رکھا گیا حالانکہ اس وصف

کے ساتھ سابقہ امتوں کو نہیں نوازا گیا سوائے ان کے انبیاء کے ۔ سابقہ امم پر جو بوجھ تھے وہ تمام اس سے اٹھا لیے گئے ۔

اور اس امت کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں مختلف مال و دولت کے خزانے رکھنے کی اجازت دے دی اور پھر اس دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ۔

اس امت کے لیے اونٹ ، وحشی گدھا ، بطخ ، تمام مچھلیاں ، ہر قسم کی چربی دم مسفوح کے علاوہ ہر خون مثلاً تلی ، جگر اور پھٹے حلال قرار دیئے گئے ۔

سرکار کی امت کے خصائص میں ایک خصلت یہ بھی ہے کہ خطاء و نسیان ، دل کے خیالات اور مجبوری کی حالت میں اگر شریعت کے خلاف بھی کوئی عمل ہو جائے تو وہ معاف ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے مگر اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے اعمال میں کوئی برائی نہیں لکھی جاتی ۔ ہاں اگر وہ شخص اس برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کے اعمال میں صرف ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے ۔ اس کے برعکس اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے تو عمل کے بغیر ہی ایک نیکی مل جاتی ہے لیکن اگر کوئی نیکی کے اس ارادے کو عملی شکل دے تو اس کے اعمال میں ۱۰ سے ۷۰۰ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۔ اسی طرح سابقہ امتوں کی طرح توبہ کی صورت میں اپنے آپ کو قتل نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے کی صورت میں آنکھوں کو ختم کرنا پڑتا ہے ۔ اور نہ ہی نجاست کی صورت میں متعلقہ حصے کو کاٹنا پڑتا ہے ۔ اسی طرح مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ نہیں دینا پڑتا بلکہ چالیسویں حصہ زکوٰۃ فرض ہے ۔ رہبانیت ، خصی ہونا اور سیاحت کو اٹھا لیا گیا ۔

لیس فی دینی ترک النساء د	میرے دین میں عورت اور گوشت کا
لا اللحم ولا اتخاذ الصوامع	ترک جائز نہیں اور نہ ہی رہبانیت ۔

یہودیوں میں یہ دستور تھا کہ ان میں سے جب کوئی ہفتے کے دن کوئی عمل کرتا تو اسے سولی چڑھایا جاتا تھا لیکن سرکار کی امت کے لیے جمعہ کے دن کام کرنے کی اجازت ہے ۔

اسی طرح یہودی بغیر وضو کے کھانا نہیں کھاتے تھے جس طرح کہ نماز بغیر وضو نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح ان میں جب کوئی چوری کرتا تو اسے غلام بنادیا جاتا تھا اور جس شخص نے خودکشی کی اس پر جنت حرام ہوجاتی۔ اور جب کوئی شخص اپنی مملکت کا بادشاہ بنتا تو وہ رعایا کے لیے مالک کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ چاہے تو اس کا مال لے لے چاہے ان کا مال نہ لے (جبکہ امت مسلمہ ان پابندیوں سے آزاد ہے)

سرکار کی امت کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ اس امت کے لیے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا مشروع قرار دیدیا گیا۔ اسی طرح تین طلاقوں کا حق بھی ایک خاصا ہے اسی طرح اس امت کے لیے اپنی ملت کے علاوہ دوسری قوم (اہل کتاب) سے بھی شادی کرنا جائز ہے۔ اسی طرح لونڈی سے بھی نکاح کی رخصت عطا کی گئی۔ اسی طرح وطی کے علاوہ حائضہ سے خلط ملط ہونے کی بھی اجازت دی گئی۔ اسی طرح عورت سے کسی بھی جہت سے وطی کرنے کی اجازت دی گئی۔

سرکار کی امت کو قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا ہے۔

اسی طرح حملہ آور سے دفاع کا حق دیا گیا ہے جبکہ بنی اسرائیل میں سے جب کوئی شخص اپنا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھاتا تھا تو وہ شخص اس کو منع نہیں کرتا تھا یہاں تک اسے قتل کردیتا یا اسے چھوڑ دیتا۔

سرکار کی امت کے لیے شرمگاہ کو کھلا رکھنا، میت پر نوحہ کرنا غلط تعویذ بنوانا، شراب پینا، آلات موسیقی، بہن سے شادی کرنا، سونے چاندی کے برتن، ریشم کے کپڑے حرام ہے۔ مردوں کو سونا زیب تن کرنا اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

ہم سے پہلے امتوں کے لیے سجدۂ تعظیمی ہوتا تھا مگر ہمارے لیے سلام عطا کیا گیا اُن کے لیے محراب مکروہ جانا، سرکار کی امت کو ضلالت پر جمع ہونے سے بچایا گیا ہے۔

سابقہ امتوں کے زمانے میں اہل باطل اہل حق پر غالب آتے تھے تو ان کے نبی ان کے لیے بد دعا کرتے تھے اور یوں وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔ سرکار کی امت کا اجماع کسی چیز و موقف پر حجت ہے اور اس امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے۔ جبکہ سابقہ امتوں کا اختلاف باعث عذاب ہوتا تھا۔ اسی طرح طاعون سرکار کی امت کے لیے باعث شہادت و رحمت ہے جبکہ سابقہ امتوں کے لیے عذاب تھا۔ سرکار کی امت کے لیے برحق ہے۔ اس مرض میں جو شخص دعا کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ امت پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتی ہے اور بیت الحرام کا حج کرتی ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قتل و غارت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ سرکار کی امت کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں ثواب کی صورت میں اجر موجود ہے اس امت کے بعض افراد ایسے ہیں کہ درخت اور پہاڑ ان کی تسبیح و تقدیس کی شہادت دیتے ہیں۔ اسی طرح امت کے اعمال و ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور ملائکہ ان کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ملائکہ ان پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جیسے کہ وہ انبیاء پر بھیجتے ہیں۔ جیسا اللہ رب العزت نے فرمایا:

ھو الذی یصلی علیکم	کہ وہ رب کی ذات خود اور اس کے
وملائکتہ لیخرجکم من	فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ
الظلمت الی النور۔	تمہیں تاریکی سے نور کی طرف لیجائے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ بستر پہ مر کر بھی شہادت کا مرتبہ پاتی ہے یعنی اللہ کے ہاں وہ شہید ہوتے ہیں اُن کے سامنے دستر خوان بچھایا جاتا ہے جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ جب اس امت کا کوئی فرد لباس پہنتا ہے وہ اتارے جانے تک اس کی مغفرت چاہتا ہے۔ اور اس امت کا صدیق تمام اصدقاء سے افضل ہے۔ اس امت کے علماء و حکماء اپنی فقہ میں انبیاء علیہم السلام کی طرح معرفت

رکھتے ہیں۔ اور اس امت کے اہل اللہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور خود مومنین کے حلقہ میں تو نرم ہیں لیکن کفار کے لیے عذاب جان ہیں۔

اور یہ امت قرب کے لیے صلاۃ کا سہارا لیتی ہے۔

اس امت کی قربانی خون بہانا ہے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جب اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا تو اسے مخفی رکھا جاتا ہے جبکہ سابقہ امتوں میں ایسا نہیں تھا۔ جیسا کہ قربانی کی شئی کو آگ نہ کھاتی تو سمجھ لیا جاتا کہ عمل قبول نہیں ہوا۔

سرکار کی امت میں استغفار کے ساتھ اور ندامت سے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللہ عز وجل اعطی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اربع کرامات لم یعطنیھا کانت توبتی بمکۃ واحدھم یتوب فی أی مکان وسلب ثوبی حین عصیت وھم لا یسلبون وفرق بینی وبین زوجتی واخرجت من الجنۃ۔

اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو چار قسم کے فضائل سے نوازا ہے جو مجھے عطا نہیں کیے گئے۔ میری توبہ مکہ میں قبول ہوئی جبکہ آپ کی امت کے کسی فرد کی توبہ کسی بھی جگہ ہو سکتی ہے۔ جب میں نے نافرمانی کی تو میرے کپڑے اتار دیئے گئے جبکہ امت محمدی نافرمانی کرتی جاتی ہے لیکن اس کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری بیوی کے درمیان بُعد ڈال دیا اور مجھے جنت سے نکال دیا گیا۔

بنی اسرائیل میں جب کوئی غلطی کرتا تھا تو اس پر اچھے کھانے حرام کر دیئے جاتے تھے اور اس کی غلطی اس کے دروازے پر لکھ دی جاتی تھی جبکہ سرکار کی امت سے یہ وعدہ کیا گیا کہ وہ بھوک سے نہیں مریں گے۔ اور ان کا کوئی دشمن انہیں سولی نہیں چڑھا سکتا اور نہ ہی انہیں غرق کیا جائے گا اور نہ ہی اس امت کو سابقہ امتوں کی طرح دنیا میں ہی عذاب دیا جائے گا۔

اس امت کا یہ خاصہ بھی ہے کہ جب اس امت کے دو افراد کسی بارے میں بھلائی کی شہادت دے دیں تو اس کے لیے جنت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ سابقہ امتوں میں اس وقت تک یہ عمل وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا جب تک ایک سو افراد کسی کے بارے میں بھلائی کی شہادت نہ دیں

سرکار کی امت اگرچہ عمل، زمانے اور عمر کے لحاظ سے کم ہے لیکن اللہ کے ہاں اجر کے لحاظ سے یہ امت دوسری امتوں سے زیادہ ہے۔

سابقہ امتوں میں سے جب کوئی شخص عبادت کرتا تو وہ باقی امت سے تیس گنا بہتر گردانا جاتا جبکہ امتِ مسلمہ اس عبادت گزار بندے سے بھی تیس گنا بہتر ہے۔ اس امت کو مصیبت کے وقت نماز، رحمت اور ھدیٰ کی صورت میں تحائف سے نوازا گیا۔ اسی طرح اسے اول و آخر کا علم عطا کیا گیا اور اس پر ہر شے کے خزانے کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ علم کے خزائن بھی اس پر تمام کے تمام کھول دیئے گئے۔ اور اسے اسناد۔ انساب۔ اعراب۔ کتب لکھنا اور ہر دور میں اپنے نبی کی سنت کی حفاظت کرنا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ اسی امت میں سے اقطاب۔ اوتاد۔ نجباء اور ابدال ہیں۔ اسی امت کا ایک فرد ہوگا جو نماز میں عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہوگا۔ اسی امت میں ایسے افراد ہیں جو ملائکہ کی طرح تسبیح کے ذریعے کھانے پینے سے مستغنی ہوں گے۔ اسی امت کے افراد دجال کو قتل کریں گے۔

اسی امت کے افراد کی اذانیں اور تلبیئے آسمانوں میں ملائکہ سنتے ہیں۔ اسی امت کے بعض افراد ہر حال میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور ہر بلندی پر اللہ اکبر اور پستی میں سبحان اللہ کہتے ہیں اور جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ کہتے ہیں۔ اور امت کو جب غصہ آتا ہے تو تھلیل (لا الہ الا اللہ) کہتے ہیں اور جب کسی جھگڑے میں مبتلا ہوتی ہے تو سبحان اللہ کہتے ہیں اور جب کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو سب سے پہلے استخارہ کرتے ہیں۔ اسی طرح جب چوپاؤں کی پیٹھوں پر سوار ہوتی ہے تو اللہ رب العزت کی حمد کرتی ہے۔ اس کے صحیفے آسمانی اور اس کے سینے میں ہیں۔ اس امت میں جو سب سے پہلے ایمان لے آیا وہ جنت میں بغیر حساب کے پہلے ہی جائے گا۔ اعتدال پر رہنے والا نجات پائے گا اور اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

اس امت کے ظالم شخص کے لیے بھی مغفرت ہے اور کوئی ایسا فرد نہیں جس پر اللہ رب العزت کی رحمتوں کی بارش نہ ہو۔ مزید برآں یہ کہ یہ امت اہل جنت کے رنگوں جیسا کپڑا پہنتی ہے۔ سورج کو دیکھ کر (یعنی سورج گرہن کی حالت میں) نماز پڑھتی ہے اللہ تعالےٰ کے تزکیہ کی وجہ سے اس امت کو امتِ وسط کا درجہ ملا ہے اور جب یہ امت دشمن کے مقابلے میں دین کو بلند کرنے کے لیے نکلتی ہے تو ملائکہ مدد کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

اس امت پر وہی کچھ فرض ہے جو سابقہ ادوار میں انبیاء اور رسل پر فرض ہوتا تھا مثلاً وضوء اور حالت جنابت میں غسل۔ اسی طرح حج و جہاد۔ نوافل کی صورت میں وہ عبادت بھی عطا کی گئی جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کی گئی۔ اس امت کو یاایھا الذین آمنوا جبکہ سابقہ امتوں کو یا ایھا المساکین کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یوں بھی مخاطب فرمایا :

فاذکرونی اذکرکم — تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

یعنی اس امت کو حکم دیا وہ اس کا ذکر کسی واسطہ کے بغیر کرے۔ اس کے برعکس جب بنی اسرائیل کو مخاطب کیا تو فرمایا:

اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم — میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیں۔

کیونکہ بنی اسرائیل اللہ رب العزت کو صرف نعمتوں کی بنا پر جانتے تھے۔ گویا کہ وہ نعمتیں دراصل ان کو نعمتیں دینے والے تک پہنچاتی تھیں۔ اس امت کے اکثر افراد۔ غلام اور لونڈیوں کی صورت میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه — وہ مسلمان جو پہلے پہل ایمان لائے۔ مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ جنہوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هذا لامتی کلها ولیس بعد الرضی سخط۔ — راضی ہونے کا یہ تحفہ میری ساری امت کے لیے ہے اور اللہ رب العزت کے ہاں رضا کے بعد ناراضگی نہیں۔

اسی امت کو اہل قبلہ سے بھی موسوم کیا گیا اور پھر یہ کہ اس امت کی شہادت دوسری امتوں کے افراد کے لیے ہو سکتی ہے لیکن وہ امتیں مسلمانوں کے خلاف یا حق میں شہادت نہیں دے سکتیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے ۔ اس امت کو کبھی بھی لباس کی نعمت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی حدود کے نفاذ کے وقت اس کو کھینچا جائے گا بلکہ اس وقت اسے بٹھا کر مارا جائے گا اور اس پر کپڑے ہوں گے ۔

علماء فرماتے ہیں کہ ابتدائی شریعتوں میں تخفیف تھی ۔ کیونکہ حضرت نوح، صالح وابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں ثقل و تشدید نہیں ۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے دین میں بڑی سختی تھی ۔ اسی طرح یہی حال عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا بھی رہا ۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آئی تو اس نے شدت و تخفیف کے سارے پیمانے منسوخ کر کے اعتدال کو اپنایا ۔

۳ ۔ آخرت میں سرکار دو عالم کے خصائص

قیامت کے دن سرکار دو عالم اللہ کے وہ پہلے بندے ہوں گے جو زمین سے اٹھیں گے ۔ بجلی اور کڑک کے موقع پر سب سے پہلے آپ ہی افاقہ محسوس کریں گے ۔ ستر ہزار ملائکہ نے آپ کو گھیر رکھا ہوگا اور آپ براق پر سوار ہوں گے ۔ آپ کے اسم مبارک کا میدان محشر میں اعلان کیا جائے گا ۔ آپ کو میدان محشر میں سب سے اعلیٰ جنتی لباس پہنایا جائے گا ۔ آپ عرش کے دائیں جانب اور مقام محمود پر کھڑے ہوں گے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا ۔ حضرت آدم علیہ السلام و دیگر مخلوق آپ کے جھنڈے کے سایہ تلے ہوگی اور آپ انبیاء کے امام اور ان کے قائد ہوں گے ۔ اور ان کی طرف سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گفتگو بھی آپ ہی کریں گے ۔

قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سجدے کی اجازت آپ کو ہی ہوگی ۔ اور آپ ہی سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھائیں گے ۔ اور پھر اللہ رب العزت کی زیارت کا شرف پانے والی شخصیت بھی آپ ہی ہوں گے ۔ اس دن آپ شافع اول

بھی ہوں گے۔ اور مشفع بھی۔ یہ وہ دن ہے کہ ہر کوئی اپنے نفس کے بارے میں اللہ رب العزت سے مغفرت کا سوال کرے گا جبکہ آپ کی ذات دوسروں کے لیے سوال کر رہی ہوگی۔

قیامت کے دن آپ اپنی شفاعتِ کبریٰ کے ذریعے تمام انسانیت کا حساب و کتاب شروع کروائیں گے۔ اور اپنی شفاعت کے ذریعے اپنی امت کے مختلف گروہوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ اور اسی شفاعت کے ذریعے اس شخص کو جہنم سے بچایا جائے گا جو جہنم کا حق دار ہوگا۔ اسی کے ذریعے جنت میں لوگوں کے درجات بلند ہوں گے اور اسی شفاعت کے ذریعے حضورؐ اپنی امت کے افراد کو جہنم سے نکالیں گے۔ اسی شفاعت کے ذریعے حضور علیہ السلام ان صلحاء امت کی بھی سفارش کریں گے جنہیں عبادات کے بجا لانے میں کوئی غلطی ہوگئی ہو۔

حضور علیہ السلام کی اسی شفاعت کے صدقے امتِ مسلمہ کے حساب میں تخفیف ہوگی۔ یہاں تک کفار کو جو ابدی سزا ہوگی کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں آئیں گے۔ ان کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور پھر مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔

حضور علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے التجا کی ہے کہ وہ اہل بیت میں سے کسی کو بھی جہنم میں داخل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس التجا کو قبول کیا ہے

اور سرکار دو عالم پل صراط سے گزرنے والے سب سے پہلے شخص ہوں گے۔ اور اس دن آپ کے چہرے اور سر کے ہر بال کے بدلے ایک نور ہوگا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے صرف دو نور ہوں گے۔ اس دن تمام مخلوق کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کریں تاکہ آپ کی صاحبزادی پل صراط سے گزرے۔

اور سرکار ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور پھر جنت میں بھی سب سے پہلے داخل ہوں گے اور آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ داخل

ہوں گی ۔

یوم حشر میں سرکار کو کوثر اور حوض اعظم جیسی نعمتوں سے خاص کیا جائے گا۔ اس دن ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا لیکن سرکار کا حوض تمام انبیاء علیہم السلام کے چشموں سے وسیع ہوگا اور اس پر پانی پینے والوں کی بھی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہوگی ۔

آپ کو وسیلہ کی نعمت سے نوازا گیا ہے ۔ یہ جنت میں ایک اعلیٰ وارفع مقام ہے ۔ آپ کے منبر کے پائے جنتی ستون ہیں اور یہ منبر جنت کے چشمے پر ہے

حضور علیہ السلام کے منبر اور روضے کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ۔ قیامت کے دن حضور علیہ السلام سے تبلیغ پر کوئی شہادت طلب نہیں کی جائے گی کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے یا کہ نہیں جبکہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اس بارے میں شہادت طلب کی جائے گی اور سرکار تمام انبیاء کے بارے میں شہادت دیں گے ۔ قیامت کے دن ہر رشتہ اور تعلق ختم ہو جائے گا مگر سرکار کا حسب ونسب باقی رہے گا ۔

قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت کے علاوہ کسی بھی فرد کی کنیت نہیں ہوگی ۔ اور اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو ابو محمد کی کنیت کے ساتھ پکارا جائے گا۔

بہت سی احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن اہل فترت کا امتحان لیا جائے گا پس جو افراد سرکار کی اطاعت کریں گے وہ تو کامیاب ہوں گے یعنی وہ جنت میں داخل ہوں گے ۔ لیکن جنہوں نے آپ کی نافرمانی کی جہنم میں داخل ہونگے ۔ غالب گمان یہ ہے کہ اہل بیت کے تمام افراد امتحان کے وقت آپ کی اطاعت ہی کریں گے تاکہ اسکے ذریعہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۔ احادیث میں یہ بھی ہے کہ جنت کے درجات آیات قرآنی کی تعداد کے برابر ہیں ۔ حامل قرآن سے کہا جائیگا ،

پڑھتا جا اور بلند ہوتا جا۔ تیری آخری منزل وہی ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ یہ شان قرآن کے علاوہ کسی کتاب کا نہیں۔ اور جنت میں صرف آپ کی کتاب یعنی قرآن حکیم ہی کی تلاوت ہوگی اور اسی طرح صرف آپ کی زبان یعنی عربی میں گفتگو ہوگی۔

حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

انا اول من یقرع باب	قیامت کے دن میں جنت کا دروازہ
الجنة فیقوم الخازن فیقول	کھٹکھٹانے والا شخص ہوں گا۔ اس
من انت؟ فاقول انا محمد	پر جنت کا خازن (دربان) پوچھے گا
فیقول اقوم فافتح لك ولم	تم کون ہو؟ میں کہوں گا، میں محمد ہوں۔
اقم لاحد قبلك ولا اقوم	اس پر عرض کرے گا میں ابھی
لاحد بعدك والله اعلم.	کھڑا ہو کر آپ کے لئے دروازہ

کھولتا ہوں۔ آپ سے پہلے میں کبھی نہ کسی کے لیے کھڑا ہوا ہوں اور نہ آئندہ کبھی کسی کے لیے کھڑا ہوں گا۔ واللہ اعلم بالصواب!

۴۔ آخرت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے خصائص

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے یہی امت زمین سے اٹھے گی اور قیامت کے دن جب اعمال ناموں کے ساتھ پیش ہوگی تو اس امت کے چہرے وضوء کرنے کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے اور پھر اس کو حشر میں ایک بلند مقام نصیب ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کی طرح اسے نور حاصل ہوں گے جبکہ دیگر مخلوق کا صرف ایک نور ہوگا۔

قیامت کے دن اس امت کے چہرے پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔ اس کی نابالغ اولاد اس کے لیے آگے جاکر بندوبست کرے گی۔ اور اس امت کو اعمال

نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور پل صراط سے یہ امت ہوا اور بجلی کی مانند تیزی سے گزرے گی۔ اس دن اس امت کے نیک افراد بُروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ اس امت کو دنیا اور عالمِ برزخ میں اس لیے سزا دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے دن بالکل پاک و صاف ہو۔ جب اسے قبور میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ ہوتے ہیں اور جب وہاں سے نکال دیا جاتا ہے تو یہ گناہوں سے پاک ہوتی ہے۔ یہ درجہ مومنیں کی استغفار کے باعث ہوتا ہے جو وہ اس امت کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اعزاز بھی صرف اسی امت کو حاصل ہے جبکہ دیگر امتوں کے لیے وہی کچھ نصیب ہوتا ہے جو وہ خود کرتے ہیں۔

قیامت کے دن تمام مخلوق سے پہلے امتِ محمدیہ کا فیصلہ ہوگا اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس دن یہ امت میزان کے لحاظ سے سب سے زیادہ ثقیل ہوگئی اور پھر اس امت کو عادل حاکم کے درجے پر فائز کیا جائے گا جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ واقعی ان کے رسولوں نے ان تک پیغامِ خدا پہنچایا۔

اس امت کے ہر فرد کے گناہ یہودی یا نصرانی کو دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے۔ سرکار کی امت قیامت کے دن ساری امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ اور اس امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ہر فرد کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد جنت میں جائیں گے۔ اور اس امت کے تمام بچے جنت میں جائیں گے اور قیامت کے دن تمام اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ باقی تمام امتوں کی صرف ۴۰ صفیں اور اس امت کی ۸۰ صفیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس امت پر تجلی فرمائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گی۔ اجماعِ اہلِ سنت کیمطابق یہ امت اللہ کو سجدہ کرے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر امت کے بعض افراد جنت میں ہوں گے اور بعض

جہنم میں لیکن سرکار کی امت کے تمام افراد جنت میں ہی ہوں گے ۔

۵۔ وہ اعمال جو سرکار کے لیے واجب اور دیگر انبیاء کے لئے کبھی واجب اور کبھی مستحب

سرکار دو عالم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ سرکار کے لیے نماز چاشت ، وتر، تہجد ، مسواک کرنا ، قربانی دینا ، مشورہ کرنا ، صبح کی دو رکعت پڑھنا ، جمعہ کا غسل ، زوال سے قبل چار رکعت پڑھنا واجب ہے ۔ اسی طرح ہر نماز کے لیے وضو کرنا اور جب کبھی حدث لاحق ہو لیکن بعد میں مسواک کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا ۔ اور استعاذہ ۔ اسی طرح سرکار کے لیے یہ بھی واجب ہے کہ دشمن کا مقابلہ کرو اگرچہ دشمن زیادہ ہی کیوں نہ ہو ۔ اور جب کسی کافر سے لڑائی ہو تو اسے قتل کئے بغیر واپس نہ لوٹنا بھی سرکار کے لیے واجب ہے ۔

برائی کو مٹانا ، کسی خوف کی بنا پر اسے نہ چھوڑنا بھی سرکار کے لئے واجب ہے ۔ اپنے وعدے کو پورا کرنا اور مسلمانوں میں سے جو تنگ دست ، مقروض فوت ہو جائے تو اس کا قرض ادا کرنا بھی سرکار کے لئے واجب ہے ۔

آپ کی ازواج مطہرات کو یہ اختیار ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رہیں یا الگ ہو جائیں ۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح نہ کرنا تاکہ ازدواجی تعلقات آپ سے ہی قائم رہے ۔

نماز کو کامل طریقہ سے ادا کرنا ، امر بالمعروف میں مجادلہ کے وقت طریق احسن اختیار کرنا ۔ علم سیاست کے بارے میں آپ کو مکلف بنایا گیا جو آپ کے علاوہ کسی کو نہیں بنایا گیا ۔ اسی طرح دنیاوی زندگی بھر پور بسر کرنے کے ساتھ ساتھ مشاہدہ حق کا آپ ہی کو مکلف بنایا گیا اور ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم تمام انسانیت کو

دیا اس میں آپ کو اکیلے مکلف بنایا گیا ہے۔

آپ حالتِ وحی میں دنیا سے لاتعلق نہیں ہو جاتے تھے۔ آپ سے نماز، روزہ اور دوسرے احکام ساقط نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو اس امر کا بھی مکلف بنایا گیا کہ آپ ہر روز ستر دفعہ استغفار کریں۔ اور آپ کے تمام نوافل فرائض کے تابع ہوتے تھے جو اجر میں زیادتی کا سبب بنتے نہ کہ ان نوافل کی وجہ سے فرائض میں واقع خلل کا ازالہ ہوتا تھا کیونکہ آپ تمام فرائض کامل حالت میں ادا کرتے۔

پھر معراج کی رات آپ کو پچاس نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ بعض علماء نے بہت سی ایسی احادیث مبارکہ نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ روزانہ کی پانچ نمازوں کے علاوہ آپ کی نمازوں کی رکعتوں کی تعداد سو تک ہے۔

آپ پر واجب ہے کہ آپ نماز کے وقت سوئے ہوئے افراد کو جگائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہو (ادع الی سبیل ربک)

اسی طرح آپ پر عقیقہ اور ہدیہ پر ثواب واجب کیا گیا ——— اسی طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا واجب کیا گیا اور جمع کرنا حرام قرار دیا گیا۔ مسلمانوں میں جو شخص اہل و عیال کو حالتِ فقر میں چھوڑ کر مرتا تو آپ اس کی حاجت روائی کرتے اور جو کچھ جنایات اس پر واجب ہوتیں اس کو ادا کرتے۔ اسی طرح کفارات کو بھی پورا کرتے۔

مشکلات کے وقت دامنِ صبر کو تھامے رکھنا آپ پر واجب ہے اور پھر آپ کا ان لوگوں کے ساتھ رہنا جو صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور پھر لوگوں کو ایسا خطاب کرنا جس کو وہ سمجھ سکیں، یہ بھی آپ پر فرض ہے۔

۶۔ وہ اشیاء جو صرف سرکار کے شرف کی بنا پر آپ پر حرام ہیں

سرکارِ دو عالم پر صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔ جو آپ کے لیے اور آپ کی آل و عیال

و موالی کے لیے کفارہ ہے اور آپ کے موالی کے لیے بشرطیکہ کفالت کا انتظام ہو۔ اسی طرح بالاجماع آپ کی ازواج مطہرات پر بھی صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

انما کان حراما علیہ	سرکار دو عالم پر صدقات افراد حرام
صدقات الاعیان دون	ہیں جبکہ عام قسم کے صدقات جیسا کہ
العامۃ کالمساجد ومیاہ	مساجد اور کنوؤں پر صدقات وغیرہ
الابار۔	لگائے جاتے ہیں حرام نہیں۔

آپ کی آل کو مزدور بنانا اور ان پر نذر آو کفارا خرچ کرنا اور اولادِ اسماعیل کی قیمت لینا بھی حرام ہے۔

آپ کے لیے لکھنا، شعر کہنا اور کتاب سے دیکھ کر پڑھنا منع تھا۔ زرہ پہن کر اتارنا آپ کے لیے جائز نہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ دشمن کو قتل کر دیں یا اللہ تعالیٰ آپ کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ خیانتِ نگاہ، اھلِ کتاب سے نکاح کرنا اور وہ چیزیں جن سے دیگر لوگ متمتع ہیں ان کی طرف نہ دیکھنا، اور اذان اور اللہ کا نام سن کر قتل و غارت کرنا حرام ہے۔

آپ پر شراب اعلانِ نبوت سے پہلے ہی حرام تھی جبکہ ابھی دوسرے لوگوں پر اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں آیا تھا۔ اسی لئے آپ نے کبھی شراب نہیں پی اور نہ ہی ابوبکرؓ نے پی نہ جاہلیت کے دور میں نہ اسلام قبول کرنے کے بعد۔

اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل ہی آپ کو کشفِ شرمگاہ سے منع کیا گیا تھا۔

۷۔ وہ اعمال جو حضور علیہ السلام کیلئے مباح ہیں

آپ نمازِ وتر سواری پر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں حالانکہ یہ نماز واجب ہے۔ اور پھر

اس نماز میں قرآت بالجہر کرنا اور اس کے علاوہ اخفاء میں نماز پڑھنا آپ کے لیے مباح ہے۔ اسی طرح نماز کی ایک رکعت حالت قیام اور قعود دونوں میں ادا کرنا آپ کے لیے مباح ہے۔

آپ کو یہ حق حاصل تھا کہ آپ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے کسی معاملے میں شہادت دے سکتے ہیں اور اسی طرح جو آپ کے لیے یا آپ کی اولاد کے لئے شہادت دے اس کی شہادت کو قبول کیا جائے۔ دیگر حکام کے برخلاف آپ ہدیہ قبول کر سکتے ہیں۔ سرکار کو یہ حق بھی حاصل ہے متہم بالزنا کو بغیر شہادت کے قتل کر سکتے ہیں لیکن آپ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

سرکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لفظ صلاۃ کے ساتھ کسی بھی فرد کے لیے دعا کر سکتے ہیں لیکن ہم اس لفظ کے لیے صرف نبی اور فرشتوں کے لیے دعا کر سکتے ہیں آپ اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

آپ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ضمیر واحد لائی جا سکتی ہے کسی اور کے لیے نہیں۔

اسی طرح سرکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شخص جو آپ کو گالیاں دیں یا ہجو کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فتح سے قبل ہی زمین کو تقسیم فرما دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے۔ آپ کو یہ حق بطریق اولیٰ حاصل ہے کہ آپ جنت کی زمین کو تقسیم فرمائیں۔

۸۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کرامات

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب صلاۃ (صلوۃ وسلام) کے ساتھ مختص کیا گیا اسی طرح آپ کا مال و دولت کے لحاظ سے کوئی وارث نہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام تھے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کو یہ حق حاصل تھا کہ وصال سے

قبل تمام مال بطور صدقہ وصیت کر دیں ۔ سرکار دو عالم جب کسی غزوے کے لیے تشریف لے جاتے تو ہر مسلمان پر آپ کے اس جہاد کے لیے نکلنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق واجب ہو جاتا تھا ۔

ما کان لاهل المدینة و	اہل مدینہ اور ارد گرد کے دیہاتی مسلمانوں
من حولهم من الاعراب	کو یہ حق حاصل نہیں کہ رسول خدا جہاد کے
ان یتخلفوا عن رسول الله.	لیے نکلیں اور یہ بیٹھے ہی رہیں ۔

آپ کے خلفاء کے لیے یہ حکم باقی نہ رہا ۔ یعنی ان کے جہاد کے لیے نکلنے سے باقی لوگوں پر نکلنا واجب نہ تھا ۔ چادر میں بھی آپ کی ازواج مطہرات و بیٹیوں کو دیکھنا حرام ہے ۔ اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات و بنات کو اپنا منہ کھلا رکھنا ۔ شہادت یا اس کے لئے کسی کام کے لیے باہر نکلنا ۔ لوگوں سے بالمشافہ سوال کرنا اور یہ کہ مومنوں کی مائیں ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان امہات پر واجب ہے کہ یہ نبی کے گھر میں ہی رہیں ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کا بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نفل پڑھنا کھڑے ہونے کی طرح ہی ہے ۔

آپ کے بلانے پر نمازی کو نماز چھوڑ کر آنا لازم ہے ۔ یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام کا ہے ۔ حضرت جابرؓ فرمایا کرتے تھے :

لیس علی من ضحك فی	اگر کوئی شخص نماز میں مسکرائے تو اس
الصلاة وضوء انما وجب	پر وضوء کرنا واجب نہیں لیکن یہی عمل
علی الصحابة لسکونهم ضحکوا	اگر صحابہ کرام کریں تو ان پر وضو واجب
خلف رسول الله صلی الله	ہے کیونکہ انہوں نے یہ عمل سرکار دو عالم
علیه وسلم.	صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا ۔

حجرات کے پیچھے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا۔ اسی طرح دور سے چیخ کر آواز دینا بھی حرام ہے۔ اسی طرح آپ کا خون اور پیشاب بلکہ آپ کے تمام فضلات پاک ہیں بلکہ آپ کا بول پینا باعث شفا ہے۔

اسی طرح جو شخص سرکار کو گالیاں دیں۔ اسے قتل کرنا واجب ہے اور جو شخص آپ کی اہانت کرتا ہے وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی طرح آپ سے محبت کرنا اور آپ کے گھر والوں سے اور آپ کے اصحاب سے محبت کرنا واجب ہے۔

آپ کا نسب بیٹیوں کی طرف سے جاری ہوا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ لم یبعث نبیاً	میرے سوا تمام انبیاء کی اولاد اللہ
قط الا جعل ذریتہ من	تعالیٰ نے ان کی پشتوں میں رکھی لیکن
صلبہ غیری فان اللہ	میری اولاد اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی پشت
جعل ذریتی من صلب	سے بنائی۔

علیؓ۔

آپ کے کسی داماد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کی بیٹیوں کی موجودگی میں کسی اور سے شادی کرے۔ بعض علماء کے قول کے مطابق قیامت تک آپ کی اولاد کی موجودگی میں بھی اور کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجوہات ظاہر ہیں کہ سرکار کے خون کے ہوتے ہوئے کسی غیر سے تعلقات بڑھانا بدبختی ہے۔ آپ کے ساتھ جس کا رشتہ ہو وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ جس محراب میں آپ نے نماز ادا کی اس کے درست ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ آپ کے لیے دعا لفظ رحمت سے کرنا مناسب نہیں۔

کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انگوٹھی پر محمد رسول اللہ نقش

کرلے جیساکہ سرکار نے کیا تھا۔ سرکار دو عالم غصے اور خوشی دونوں حالت میں صرف منہ سے کلماتِ حق ہی نکالتے تھے۔ آپ کے خواب حق ۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی حق ہوتے ۔

انبیاء علیہم السلام پر جنون اور بے ہوشی جو طویل عرصے تک چھائی رہے' کا طاری ہونا حرام ہے ۔ علاوہ اس کے ان کا بے ہوش ہونا ' دوسروں کی طرح بے ہوش ہونے سے مختلف تھا جس طرح انبیاء علیہم السلام کا سونا دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ان تمام نقائص سے پاک ہونا واجب ہے جن سے لوگ نفرت کریں ۔

سرکار دو عالم کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ احکام کو بعض لوگوں کے لئے مخصوص فرمائیں جیساکہ حضرت خزیمہ رض کیلئے کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر بنایا اور حضرت خولہ بنت حکیم کو نوحہ کرنے کی اجازت دی اور حضرت اسماء بنت عمیس کو سوگ میں رخصت دی ۔ اسی طرح ایک شخص صرف اس شرط پر مسلمان ہوا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا ۔ آپ نے اس کی یہ شرط قبول فرمائی ۔ آپ نے مہاجرین کی ازواج کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے خاوند حضرات کے گھروں کی مالک ہیں کیونکہ وہ مسافر ہیں اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے ۔

حضرت انس بن مالک رض طلوع شمس سے روزہ رکھتے تاکہ طلوع فجر سے ظاہر ہے یہ خصوصیت سرکار نے ہی آپ کو دی تھی ۔ اسی طرح اہل بیت کے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوانا جبکہ وہ ابھی نابالغ تھے سرکار ہی کا خاصہ ہے ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسے آپ اپنے سامنے دیکھتے ۔ اسی طرح آپ دائیں بائیں اور رات کی تاریکی میں ایسا ہی

دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے ہوں۔ آپ کا پسینہ کھاری پانی کو بھی میٹھا کر دیتا تھا اور دودھ پینے والے بچے کے لیے سیری کا سبب بن جاتا۔ اسی طرح آپ کی آواز وہاں تک جاتی تھی یا آپ اتنی دور سے سُن لیتے تھے کہ دوسرا کوئی شخص اتنے فاصلے سے سن نہیں سکتا تھا۔ آپ کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر آپ کا دل نہیں سوتا تھا۔

یہی مقام تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ آپ کا پسینہ کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ جب آپ کسی لمبے قد والے شخص کے ساتھ چلتے تو آپ کا قد لمبا نظر آتا اور جب آپ تشریف فرما ہوتے تو آپ کا کاندھا تمام بیٹھے ہوئے افراد سے بلند ہوتا تھا۔ آپ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا۔ سورج کی روشنی ہو یا چاند کی چاندنی کبھی بھی آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ آپ نور تھے۔ آپ کے کپڑے پر نہ کبھی کوئی مکھی بیٹھی۔ آپ جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو وہ نہ لید کرتی اور نہ پیشاب اور اس کے قدم متورم بھی نہ ہوتے۔

جب سرکار سفر کرتے تو زمین آپ کے لیے سکڑ کر کم ہو جاتی۔ آپ جماع میں چالیس افراد کی طاقت رکھتے تھے۔ آپ کی ایک ٹانگ ایک سو افراد کی قوت کے برابر طاقت رکھتی تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ قناعت پسند تھے۔ خوراک کے لئے ایک لقمہ آپ کے لیے کافی ہوتا تھا۔ آپ کے جسم اطہر سے بول و براز کی صورت میں جو کچھ خارج ہوتا زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے خوشبو آتی۔

یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ اور آپ کے سلسلہ نسب میں آدم سے لے کر آپ کی ذات تک کوئی سفاح (زانی) نہیں تھا۔ اور صاحب سجدہ لوگوں کی پشتوں میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ نبی ہو کر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کے سوا کسی دوسرے فرد کو نہیں جنا اور آپ کی پیدائش کے وقت تمام بت سجدہ ریز

ہو گئے۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو آپ ختنہ شدہ اور آپکی ناف کٹی ہوئی تھی۔ اور آپ حالتِ نظافت میں پیدا ہوئے۔ یعنی آپ کے بدن پر کوئی گندگی نہ تھی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ زمین پر سجدے کی حالت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک عاجز شخص کی طرح اپنی انگلیاں اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا۔ اس نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ اسی طرح کا نور تمام انبیاء علیہم السلام کی امہات نے بھی دیکھا۔ آپ کو ایسی کسی دایہ نے دودھ نہیں پلایا جو اسلام نہ لائی ہو۔ آپ کا پنگھوڑا ملائکہ کے حرکت دینے سے حرکت کرتا اور جس طرف آپ اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف مائل ہوتا۔ اور یہ بھی آپ کا اعزاز ہے کہ آپ گود میں ہی گفتگو کرتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلی گفتگو کی وہ یہ ہے اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا۔ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اختیار دیا کہ آپ دنیا میں رہیں گے یا اپنے رب کے ہاں رجوع کریں گے۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔

سرکار دو عالم کے وصال کے مرض میں اللہ رب العزت نے جبریل امین کو تین دن تک لگاتار بھیجا تاکہ وہ آپ کا حال پوچھے۔ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو ان کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی نازل ہوا جس کا نام اسماعیل ہے جو کہ ہوا میں رہتا ہے۔ جو نہ کبھی آسمان پر چڑھا اور نہ آپ کے وصال سے قبل زمین پر اترا۔ لوگوں نے ملک الموت کو روتے ہوئے سنا اور وہ کہہ رہے تھے وامحمداہ۔

آپ پر آپ کے رب نے صلوٰۃ پڑھی اور تمام ملائکہ اور لوگوں نے بغیر امام کے درود شریف پڑھا۔ کیونکہ حیات و وصال دونوں حالتوں میں سرکار ہی ہمارے امام ہیں

آپ کے جنازے میں معروف دعائے جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ گھر میں وہاں دفن کیا گیا جہاں آپ کی روح نے پرواز کیا تھا۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر انسانوں کے لیے افضل یہ ہے کہ ان کو قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آپ کے وصال پہ زمین تاریک ہو گئی۔ سرکار دو عالم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو پڑھنے سے ثواب ملتا ہے جیسا کہ قرآن کی تلاوت کرنے پہ ثواب ملتا ہے۔ آپ کی احادیث کو پڑھنے کے لیے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ آج بھی سرکار دو عالم کی بارگاہ میں آوازوں کو بلند نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ آپ کی احادیث کو پڑھانے والے کے لیے دوران تدریس کسی کے احترام میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنے والے کے چہرے ہمیشہ تر و تازہ ہوں گے آپ کے تمام صحابہ عادل تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل نکاح میں کسی دوسری مخلوق کے لیے کفو نہیں۔ اس آل پہ اشراف کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ حضرت علی، عقیل، جعفر طیار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔ اسلاف کی اصطلاح بھی یہی ہے۔ شرف کا تخصص فقط امام حسن و حسین کی اولاد کے ساتھ خلفاء فاطمیین کے دور میں مصر میں ہوا۔

سرکار دو عالمؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آیا۔ جب آپ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو چند لمحات کے بعد آپ نفاس سے پاک ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو زہراء کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ جب ان کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی لباس نہ کھولے۔ حضرت علی رض نے آپ کو اسی غسل سے

ساتھ دفن کر دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جب اپنا ہاتھ اقرع کے سر پر رکھا تو اسی وقت ان کے سر پہ بال اُگ آئے۔ آپ نے کھجور کے درخت لگائے جنہوں نے اسی سال پھل دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم رات کو جب مسکراتے تو گھر روشن ہو جاتا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کے پروں کی سرسراہٹ سن لیتے تھے جبکہ جبرئیل علیہ السلام ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے تھے۔ جب جبرئیل امین وحی لے کر آپ کی طرف آتے تو ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے تو اس کی خوشبو پا لیتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن بالمعنی پڑھنے کی اجازت تھی جب آپ کے اصحاب میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو عرش خوشی میں جھوم اٹھتا کہ صحابی کی روح اس سے ملنے والی تھی جب کبھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کسی راستے پر سے گزر جاتے تو کوئی بھی صحابی آپ کی خوشبو سونگھ کر آپ کو تلاش کر لیتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اتنے خصائص و اوصاف ہیں جن کو نہ تو گنا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ پس صاحب فہم کے لیے مذکورہ بالا اوصاف ہی کافی ہیں۔ اور بقیہ کی طرف توجہ دلانے کے لیے بھی کافی ہیں۔

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خصائص اپنے شیخ امام جلال الدین سیوطی کی تحریرات سے لکھے ہیں اور وہ فرماتے ہیں "میں نے ۲۰ سال کی تدریس کے بعد یہ اوصاف جمع کئے ہیں۔ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس حد تک ان اوصاف کو جمع کیا ہو۔ واللہ اعلم!

اوصافِ نبویؐ کے بیان پر کوئی قادر نہیں

قصیدہ ھمزیہ میں ہے:

- آپ کے کمالات میں سے یہ ہے کہ آپ کے اوصاف کو شمار کیا ہی نہیں جا سکتا۔
- کوئی کلام آپ کے اوصاف کو کیسے جمع کر سکتا ہے۔ کیا کوزے میں سمندر رلایا جا سکتا ہے۔
- ہر قول کی انتہا ہے مگر آپ کی مدائح کی کوئی حد نہیں۔
- ہر زمانے کو آپ کے فضل و شرف سے فضیلت ہے۔

امام سبکی قصیدہ تائیہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

- قسم ہے اگر تمام سمندر سیاہی اور تمام درخت اقلام بن جائیں تو لکھنے سے آپ کے اوصاف کا دسواں حصہ بھی نہ لکھا جائے گا کیونکہ وہ تو روشن ستاروں سے بڑھ کر ہیں۔

کسی نے یہ بھی کہا:

- آپ کے اوصاف میں جتنی بھی کثرت اور مبالغہ کرو ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہمارا ہاتھ کہاں اور ثریا کہاں؟

کسی نے حضرت عمر و بن فارض کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے صراحۃً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

- میرے نزدیک ہر تعریف حضور کے شایان شان نہیں خواہ کتنا ہی مبالغہ کیوں نہ کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے:
- کہ جس ہستی کی تعریف اللہ تعالےٰ فرمائے اس کے سامنے مخلوق کی مدح کی کیا حیثیت ہے؟

کسی شاعر نے یہ بھی کہا:

- جب آپ کی تعریف میں کتاب اللہ کی آیات ہیں تو میرے اشعار کی کیا وقعت؟

اور کتاب اللہ کی مدح ہی کافی ہے۔ باقی ہر صاحب فصاحت و بلاغت اس سے یقیناً قاصر ہے۔

میں عواتک کا بیٹا ہوں

سعید بن منصور اور امام طبرانیؒ نے شبابہ بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

أنا ابن العواتك من سلم — میں قبیلہ سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں۔

صحاح میں ہے کہ عواتک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدات میں سے نو جدات ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

بنو سلم میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین دادیاں تھیں جن کا نام عاتکہ رکھا گیا تھا۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عاتکہ بنت ھلال بن خارج بن ذکوان (ام عبد مناف)

۲۔ عاتکہ بنت مرۃ بن ھلال (ام ھاشم)

۳۔ عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ھلال (ام وہب ابی آمنہ)

جبکہ باقی چھ دادیاں بنو سلم کے قبیلے کے علاوہ تھیں۔

امام حلیمیؒ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے اس جملے کے ذریعے فخر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ مذکورہ بالا جدات کے مرتبے کی تعریف کی ہے۔

جیسے کہ کہا جاتا ہے کان ابی فقیھاً۔ اس کلمے کے ذریعے صرف تعریف کی جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام نے ابن عواتک تحدیث نعمت کے طور پر کہا ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ میں، آپ کے آباء و اجداد اور امہات میں رکھی ہے اور یا یہ کہ اس لیے کہا تاکہ بنو سلیم اس ولادت کے ذریعے فخر کر سکیں۔ ابن عساکر کی روایت

کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انا ابن العواطم
اور یہ کلمات حضور علیہ السلام نے غزوہ حنین کے موقع پر کہے تھے۔
لغت کی مشہور کتاب "الروض" میں ہے کہ عاتکہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس
نے زعفران اور طیب سے اپنے آپکو زرد کر دیا ہو۔
جبکہ قاموس میں ہے کہ العاتک کا معنی الکریم ہے۔
ابن سعد فرماتے ہیں لغت میں عاتکہ کا معنی ہے طاہرہ (پاکیزہ)

میں مومنوں سے اقرب ہوں

امام احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أنا اولی بالمؤمنین من	میں مومنوں کی جان سے بھی زیادہ
انفسهم فمن توفی من	قریب ہوں ان میں سے جو شخص مقروض
المومنین فترک دینا	مرے اس کا قرض مجھ پر ہے اور جس
فعلی قضاءه و من	شخص نے ترکے میں مال و دولت
ترک مالاً فهو لورثته	چھوڑی وہ اس کے ورثا کی ہے۔

حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ سرکار کا یہ فرمانا انا اولی بالمومنین نص سے
ثابت ہے۔ کیونکہ خود رب العزت نے نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

النبی اولی بالمومنین من	کہ یہ نبی ان مومنوں کے نفوس سے
انفسهم	بھی اولیٰ ہے۔

بعض صوفیہ کا خیال ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام مسلمانوں کے نفوس سے
اولیٰ ہیں کیونکہ ان کے نفوس انہیں ہلاکت کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ اس بنا پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولی ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر سرکار دو عالم کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ یہ اطاعت ان پر گراں ہی کیوں نہ گزرے۔ اور یہ کہ وہ مومن اپنے آپ سے بھی بڑھ کر سرکار سے محبت کریں۔ اس حکم میں مردوں کی طرح عورتیں بھی داخل ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول " من انفسھم " سے مراد یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں ہر شے میں ان کے نفوس سے اولیٰ ہوں۔ کیونکہ کائنات میں موجود ہر شخص کے لیے میں ہی خلیفہ اکبر ہوں۔ پس اسی وجہ سے ان مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفوس سے بھی بڑھ کر مجھ سے محبت کریں۔ اور میرا حکم ان پر نفوس کی خواہشات پر غالب ہو۔ یہ کلمات سرکار نے تب فرمائے جب آیت کریمہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم نازل ہوئی۔

سرکار کے اخلاقِ حسنہ میں سے ہے کہ امت پر جو حقوق سرکار کو حاصل ہیں ان کا ذکر تک نہیں بلکہ جو کچھ آپ کے ذمہ ہے صرف اس کا ذکر کیا۔ اس پر مذکورہ حدیث کے الفاظ واضح طور پر دال ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ خلاصہٴ حدیث یہ ہے کہ سرکار نے فرمایا زندگی اور موت میں میں تمہارے لیے مصلح ہوں اور دونوں جہانوں میں تمہارا ولی ہوں۔ ہاں اگر تم میں سے کسی پر قرض ہو اور وہ مرجائے تو میں اس کا قرض ختم کردوں گا۔ لیکن اگر کوئی تم میں سے مال ودولت چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے بعد غریب اولاد چھوڑے تو اس کی اعانت و مدد کرنا بھی سرکار کے ذمے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرکار اپنی امت پر کتنے شفیق اور رؤف ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیاری فقر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :

عرض علی ربی لیجعل لی بطحا مکۃ ذھباً فقلت لا یارب ولکن اشبع یوماً واجوع یوماً فاذا اجعت تضرعت الیک وذکرتک واذا شبعت حمدتک وشکرتک۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ کی پہاڑیوں کو میرے لیے سونا بنانا چاہا۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں تو ایک دن سیر ہو کر کھانے کے بعد دوسرے دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے بھوک لگے۔ تو میں حالتِ اشتہاء میں تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کروں اور تیری تعریف کروں۔

اسے امام احمد۔ ترمذی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ صبر و شکر ایک کامل اور مخلص مومن کی دو صفات ہیں۔ سرکار کے اس ارشاد میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے کتنی نشانیاں ہیں۔

اس تفصیل کے ساتھ عرض کرنے کی حکمت یہ تھی کہ خطاب کے ذریعے تلذذ حاصل کیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا علم رکھتا ہے۔

اس حدیث مبارک سے آپ کو پتہ چل گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔

ایک پُرلطف بات

مشہور ادیب شیخ عبدالجلیل کے ایک منی بھائی یورپ گئے۔ وہاں سے اس

نے شیخ عبدالجلیل کو خط لکھا جس میں اس نے کہا

یہاں آؤ ہم اپنی محبت کا نئے سرے سے آغاز کریں ۔ کیونکہ اب دوری کی وجہ سے پریشانی ہے ۔

شیخ عبدالجلیل نے جواباً لکھا ۔

یہاں آؤ شہر طیبہ میں محبت کا آغاز کریں کیونکہ اس کی نعمتیں دائمی ہیں ۔

ملامت اس پر جو اس شہر سے دور ہے ۔ لہٰذا اب دوری پر ملال کیا ۔

(از ملفوظات استاذی شیخ محمد نور سیف)

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علماء کی ایک جماعت نے آپ کے اسماء مبارکہ شمار کرنے میں خوب محنت سے کام لیا ہے ۔ بعض کا خیال ہے کہ سرکار دو عالم کے اسماء گرامی کی تعداد ننانوے ہے جو کہ تعداد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء سے موافقت رکھتے ہیں

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ کے تیس ایسے اسماء گرامی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خود صفاتی نام ہیں ۔

ابن دحیہ اپنی کتاب المستوفی میں فرماتے ہیں جب سرکار دو عالم کے اسماء گرامی کو اگر سابقہ الہامی کتب ، قرآن اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں تلاش کیا جائے تو یہ تعداد تین سو تک جا پہنچتی ہے ۔

صاحب مواہب فرماتے ہیں میں نے قاضی ابوبکر ابن عربی کی کتاب احکام القرآن میں بعض صوفیاء کا یہ قول پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء گرامی ہیں ۔ اسی طرح سرکار دو عالمؐ کے بھی ہزار اسماء ہیں ۔ ان اسماء سے مراد اللہ اور اس کے رسول کی صفات ہیں پس وہ تمام کے تمام اسماء جن کا شمار کیا جاتا ہے آپ کے اوصاف ہیں ۔

اسی طرح سرکار دوعالم کے ہر وصف کے بدلے ایک اسم ہے بلکہ بعض اسماء ایسے بھی ہیں جو صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں اور بعض ایسے اسماء بھی ہیں جو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں مشترک ہیں۔ پس یہ تمام اسماء واضح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا کوئی اخفاء نہیں۔ جب سرکار کے ہر وصف کے بدلے ایک اسم ہو تو پھر اسماء کی تعداد ۱۰۰۰ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

اور فرمایا جن کتب کو میں نے دیکھا مثلاً حافظ سخاوی کی القول البدیع، قاضی عیاض کی الشفاء، ابن عربی کی القبس، الاحکام یا ابن سیدالناس کی تصانیف تو ان میں سرکار کے اسماء کی تعداد چار سو سے بڑھ جاتی ہے۔ پھر انہیں حروف کی ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ اسماء، امام سخاوی نے القول البدیع میں جمع کئے۔ دوسروں نے اتنی تعداد سے اسماء کو جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

پھر امام شامی (جو کہ امام سیوطی کے شاگرد ہیں) نے اضافہ کیا جس کو امام زرقانی ؒ نے شرح المواہب میں نقل بھی کیا ہے اور پھر ان تمام اسماء کو کچھ اضافے کے ساتھ امام یوسف نبہانی ؒ نے جمع کیا۔ جس کی وجہ سے ان اسماء کی تعداد آٹھ سو بیس ہو جاتی ہے۔ پھر امام یوسف نبہانی ؒ نے ایک نظم کی صورت میں بیان کیا جسے انہوں نے ــــ احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل ــــ کا نام دیا ہے [1]

---

[1] اس موضوع پر صوفی برکت علی مدظلہ کی کتاب "اسماء النبی الکریم" کا مطالعہ نہایت مفید ہے جس میں آپ کے تقریباً اڑھائی ہزار نام مع حوالہ جات درج ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

امام بخاری نے حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالمؐ سے عرض کیا:

لانت یارسول اللہ احب الی من کل شیءٍ الّا نفسی التی بین جنبی

یارسول اللہؐ آپ مجھے ہر شے سے زیادہ پیارے ہیں لیکن اپنے آپ سے نہیں۔

اس پر سرکار نے فرمایا:

لن یومن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه۔

تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ مجھے اپنے آپ سے بھی زیادہ پیار نہ کرے۔

اس پر حضرت عمر نے عرض کیا:

والذی انزل علیک الکتاب	اس رب کی قسم جس نے آپ پر قرآن
لانت احب الی من نفسی	حکیم نازل کیا۔ اب آپ مجھے اپنی جان
التی بین جنبی۔	سے بھی زیادہ محبوب ہیں ۔

سرکار نے فرمایا :

الاٰن یا عمر	عمر بات اب بنی ہے ۔

حضرت علی فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنی
علیہ وسلم احب الینا	مال و دولت ، اولاد ، اپنے آباء و اجداد
من اموالنا و اولادنا و	اور ماؤں سے اور سخت پیاس میں
آبائنا و امہاتنا و من	ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب
الماء البارد علی الظماء	تھے ۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک انصاری خاتون کا باپ بھائی اور خاوند سرکار دو عالم کے ساتھ شہید ہو گیا۔ جب ان رشتہ داروں کے شہید ہونے کی خبر اسے دی گئی تو اس نے سوال کیا ، سرکار دو عالم کا کیا حال ہے ؟ جب اسے بتایا گیا کہ وہ خیریت سے ہیں تو وہ کہنے لگی مجھے آپ کے پاس لے چلو ۔ جب اس عورت نے سرکار کو دیکھا تو عرض کیا ،

کل مصیبۃ بعدک جلل۔	یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے
	ہر مصیبت ہیچ ہے ۔

جب مشرکین مکہ نے زید بن دثنہ کو حرم سے باہر نکالا تاکہ اسے قتل کر دیں اس وقت ابو سفیان نے زید کو کہا (یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ابو سفیان مسلمان نے

نہیں ہوا تھا) میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس وقت پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوں اور ہم ان کی گردن اڑا دیں اور تم اپنے گھر والوں کے پاس بخوشی ہو۔ اس پر زید بن دثنہ نے فرمایا:

خدا کی قسم میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جگہ پر محمد رسول اللہ ہوں اور ان کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں ہوں۔

اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے کائنات میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس سے اتنی محبت کیجاتی ہو جتنی سرکار سے آپ کے صحابہ کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی کئی علامات ہیں لیکن سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہر معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا کیجائے اور آپ کے طریقے پر عمل کیا جائے۔ آپ کے طریقوں پر چلتے ہوئے آپ کی سیرت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے اور شریعت کے معاملات میں جہاں سرکار نے ہمارے لئے حد مقرر کی ہے اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ	اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو
فاتبعونی یحببکم اللہ۔	میری اتباع کرو باری تعالیٰ خود بخود
	تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی اتباع کو اپنی محبت کی نشانی قرار دیا ہے۔

سرکار سے محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مومن شریعت کے ہر حکم پر راضی ہو۔ جو اللہ تعالیٰ نے سرکار کی زبان کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ اور سرکار کے حکم و فیصلہ پر دل میں کسی قسم کی کوئی تنگی محسوس نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فلا وربك لا یومنون حتی	اے رسول تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس

یحکموک فیما شجر بینھم	وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے
ثم لا یجدوا فی انفسھم	متنازعہ امور میں آپ کو حاکم نہ مان لیں
حرجًا مما قضیت ویسلموا	اور آپ کے فیصلوں پر ان کے دلوں
تسلیمًا۔	میں کوئی رنجش نہ ہو۔ اور یہ آپ کے
	فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں۔

گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ایمان کی نفی کی ہے جو سرکار کے فیصلوں پر کوئی رنجش محسوس کرتے ہیں اور آپ کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے پس سرکار کا حکم دراصل اللہ کا حکم ہے اور آپ کا فیصلہ خود اللہ کا فیصلہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین یبایعونک انما	بے شک جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی
یبایعون اللہ	انہوں نے دراصل اللہ سے بیعت کی

پھر اس تصور کو مزید تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ید اللہ فوق ایدیھم	ان صحابہ کے ہاتھوں پر اللہ رب العزت
	کا ہاتھ ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رضی فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ رسول اللہ	جو شخص زندگی کے ہر معاملے میں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضور کی ولایت کو مدنظر نہیں رکھتا
فی جمیع احوالہ ویری	اور پھر اپنے آپ کو بھی حضور کی ملکیت
نفسہ فی ملکہ لم یذق	میں تصور نہیں کرتا اس نے دراصل
حلاوۃ سنتہ۔	سنت کا ذائقہ ہی نہیں چکھا۔

حضورؐ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے قول اور فعل کے ذریعے سرکار

کے دین کی مدد اور آپ کی شریعت کا دفاع کیا جائے ۔ سخاوت ، ایثار ، حلم ، صبر اور تواضع میں اپنے اخلاق کو حضور کے اخلاق میں ڈھالا جائے اور جو اس چیز کے حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہو جائے ۔ وہ ایمان کی حلاوت پالیتا ہے ۔ اور جو شخص ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے پھر وہ اطاعت میں ایک لذت محسوس کرتے ہوئے مشقت بھی برداشت کرتا اور وہ اسے اس فانی دنیا کی ہر شے پر ترجیح دیتا ہے ۔

حضور سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور اس وقت خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے کیونکہ جس شے سے محبت ہوتی ہے اس کے سامنے خضوع و خشوع کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام ؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا نام جب سنتے تو ان پر خشیت سے لرزہ طاری ہو جاتا ۔ اور رو پڑتے ۔ یہی حال تابعین کا تھا کہ وہ آپ کے شوق و توقیر میں خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے ۔

آپ سے محبت کی علامات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے کا شوق حد سے زیادہ ہو اور قرآن سے بھی محبت کی جائے جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا ۔ پس اگر تم چاہو کہ تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کتنی محبت ہے اس محبت کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں قرآن کی محبت کو دیکھیں ۔

آپ سے محبت کی علامات میں آپ کی سنتوں سے محبت کرتا ہے ۔ اور آپ کی احادیث کو پڑھتا ہے اور آپ کی محبت ذکر اور آپ کے مبارک نام کے تذکرے کے وقت اسے ایک لذت محسوس ہو ۔

آپ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کے دین ، آل ، صحابہ کرام ، شہر اور ہر وہ شے جس کی نسبت سرکار کے ساتھ ہے اس سے محبت کی جائے ۔ جب سرکار کی محبت کسی غلام پر غالب آجاتی ہے تو پھر اسے ہر شے سے مستغنی کر دیتی ہے اور اس کا

دل آپ کی روح اور اس کی سماعت سرکار کی طرف ہی متوجہ ہو جاتی ہے ۔ پھر اسے رات کو خوابوں میں کثرت سے سرکار کا دیدار ہوتا ہے اور پھر اس کے دل سے سرکار کا سراپا غائب نہیں ہوتا اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حالت بیداری میں بھی سرکار کا دیدار ہو جاتا ہے ۔ پھر وہ شخص عام شخص نہیں رہتا بلکہ اس کا شمار اکابر اولیاء ، اصفیاء میں ہوتا ہے ۔ پھر وہ صحابہ کی طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ ابو نعیم نے دلائل میں خالد بن ولید کے متعلق نقل کیا ہے ۔ جنگ یرموک کے دن ان کی ٹوپی گم ہو گئی تو جنگ کے دوران انہوں نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ اسے تلاش کرو ۔ جب ٹوپی مل گئی تو دیکھا گیا کہ ٹوپی میں ایک گول حلقہ سا ہے ۔ پوچھنے پر خالد بن ولید نے فرمایا

اعتمر رسول اللہ فحلق	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
رأسہ فابتدر الناس	عمرہ کیا اور حلق کروایا ۔ تمام صحابہ سرکار
جوانب شعرہ قال فسبقتہم	کے بالوں کو حاصل کرنے کے لیے
إلی ناصیۃ فجعلتہا فی ہذہ	بڑھے ۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ
القلنسوۃ فلم اشہد قتالاً	صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے ایک
وہی معی إلاّ رزقت النصر	بال لے لیا اور پھر اسے اس ٹوپی میں

سی لیا ۔ پھر جب بھی میں کسی جنگ میں شریک ہوتا تو یہ بال مبارک میرے ساتھ ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ اس کے صدقے مجھے فتح ہی عطا کرتے ہیں ۔

سرکار کی دعوتِ اسلام سے ابولہب کا خوف

حافظ ابو نعیم ہبار بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جب ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ کے ساتھ شام کے سفر کے لیے تیاری کی ، عتبہ نے کہا میں ضرور محمد کے پاس جاؤں گا اور اس کے رب کے بارے میں اس سے گفتگو کروں گا ۔ جب سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو کہنے لگا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابولہب معراج کا انکار کرتا ہے۔ جواباً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللھم ابعث کلباً من کلابک۔ — اے اللہ تعالےٰ ابولہب پر کتے بھیج۔

عتبہ سرکار کی بارگاہ سے روانہ ہوگیا۔ جب وہ اپنے والد کے پاس پہنچا تو ابولہب نے پوچھا کہ اے بیٹے تم نے محمد سے کیا کہا۔ عتبہ نے کہا میں نے اس کے خدا کا انکار کیا۔ جس کی وہ عبادت کرتا ہے۔ ابولہب نے دوبارہ پوچھا تو اس نے جواب دیا محمد نے تجھے کیا کہا۔

عتبہ نے بتایا کہ سرکار نے فرمایا اے اللہ اس پر کتے بھیج۔ ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا اے بیٹے میں تمہیں محمد کی دعوت اسلام سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہبار بن اسود فرماتے ہیں کہ ہم نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ شراہ نامی ایک بستی میں اترے جو شیروں کا مرکز تھی۔ جس کے بعد ہم ایک راہب کی جھونپڑی میں ٹھہرے۔ وہاں پر اس راہب نے ہمیں کہا اے عرب قبیلے کے لوگو تمہیں کس نے کہا کہ یہاں اترو یہاں تو شیروں کا ٹھکانہ ہے۔ اس پر ابولہب نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا اے لوگو! کیا تم میرے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو؟ ہم نے جواب دیا بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا اپنے قبیلے میں کیا مقام ہے۔ اس پر اس نے کہا، محمد نے میرے بیٹے کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ میں اپنے بیٹے کو محمد سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ لہذا تم اپنا سارا سامان اس جھونپڑی میں لاکر میرے بیٹے کے ارد گرد رکھ دو۔ ہم نے تمام سامان اس کے گرد جمع کیا۔ حتیٰ کہ نہایت ہی بلند جگہ بن گئی اس کا بستر اس کے اوپر بچھایا گیا اور ہم اس کے ارد گرد لیٹ گئے۔ پس ہم ابولہب سمیت سو گئے۔ جب ہم اس کے بیٹے کے پاس تھے اور وہ ــــ ہم سے نیچے تھا۔ اور اس نے رات سامان کے نیچے ہی بسر کی۔

اسی اثنا میں ایک شیر آیا اور اس نے آکر ہمارے چہروں کو سونگھا لیکن جو کچھ وہ چاہتا تھا وہ اسے نہ ملا اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد وہ سامان کے اوپر آگیا۔ اب ایک شیر یا وہی شیر دوبارہ آیا اور اس نے سامان کے اوپر چڑھ کر ابولہب کے بیٹے کو سونگھا اور اس پر حملہ کر کے اس کا سر زخمی کر دیا ــــــــ ابولہب پکارنے لگا۔ میری تلوار، میرے کتے۔ کیونکہ وہ کتے کے علاوہ کسی کو بھی نہ پا سکتا تھا۔ ہم بھاگ گئے تھے۔ شیر اس کا سر زخمی کر کے واپس چلا گیا۔

معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ ابونعیم حبیب بن ابی فدیک کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انکے والدان کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی آنکھوں پر سفید موتیا تھا جس کی وجہ سے وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا۔ انہوں نے

عرض کیا کہ میرا ایک اونٹ تھا جس کو میں ہانک رہا تھا کہ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا جس کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگایا تو وہ دیکھنے لگے۔

حبیب ابن فدیک فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو ۸۰ سال کی عمر میں دیکھا کہ وہ سوئی میں دھاگہ ڈال رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر باقاعدہ سفیدی موجود تھی۔

معجزاتِ نبوی کا بدنی قوی پر اثر

حافظ ابونعیم نے عمرو بن اخطب کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی مانگا۔ میں لکڑی کے ایک پیالے میں پانی بھر کر لے آیا۔ جس میں ایک بال تھا میں نے اس بال کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا اور فرمایا اللھم جملہ (اے اللہ اسے خوبصورت بنا)

ابو نھیک ازدی فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن اخطب کو ۹۳ سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کی داڑھی اور سر میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔

حضرت یعلیٰ بن اشدق فرماتے ہیں کہ میں نے نابغہ بن جعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ کی بارگاہ میں یہ شعر پڑھا جس پر سرکار خوش ہوئے۔

بلغنا السماء مجدنا و تراءنا　　　　وانا لنرجو فوق ذلک مظھرا

(ہماری بزرگی و شرف آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا ہے لیکن ابھی ہم اس سے بھی بڑھ کر مقام کے متمنی ہیں)

اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اے یعلیٰ وہ مقام کونسا ہے؟ تو میں نے کہا وہ جنت ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ میں نے دو اشعار اور پڑھے جس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی تمہارے دانتوں میں جدائی نہ ڈالے۔

یعلیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے نابغہ بن جعد کو ایک سو سال سے زیادہ عمر میں دیکھا کہ ان کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا۔

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور زیارت نبوی

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضہ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر حضور کی بارگاہ میں عرض کیا: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ

اللہ و برکاتہ یا رسول اللہ - آپ پر اس سلام سے افضل، ازکی اور اعلیٰ صلاۃ ہو جو کسی بھی نبی پر ہوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اپنا فریضہ نبوت کامل طور پر سرانجام دیا اور آپ نے امت کی بھلائی اور خیر خواہی کا حق ادا کیا اور آپ نے اپنے رب کی اتنی عبادت کی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اور آپ کی دراصل وہی شان ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا:

لقد جاءکم رسول من	بے شک یہ رسول تم میں سے ہے اور
انفسکم عزیز علیہ ما عنتم	تمہاری تکلیف پر اسے دکھ ہوتا ہے اور
حریص علیکم بالمومنین	مومنین کے متعلق بڑے ہی حریص
روف رحیم۔	ہیں اور تمام مومنوں پر روف و رحیم ہیں۔

یا رسول اللہ تمام ملائکہ انبیاء و رسل اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق کا صلاۃ وسلام آپ پر ہو۔

اے صاحبانِ رسول السلام علیکما و رحمۃ اللہ و برکاتہ، اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے جو اپنی اہلیت کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کی حیات میں سب سے اعلیٰ وزیر رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کی حسن خلافت پر بھی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یقیناً آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب تھے اور آپ کی خلافت سرکار کے بعد امت کے لیے عدل و احسان کا کامل نمونہ تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کام کے صلے میں تمہیں جنت میں حضور کی رفاقت عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے ساتھ رکھے۔ وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اے اللہ میں تجھے، تیرے تمام رسولوں، ابوبکر و عمر اور وہ ملائکہ جو اس روضہ کریمہ پر نازل ہوئے اور ان فرشتوں کو بھی جو یہاں اعتکاف کرتے ہیں۔ گواہ بناتا ہوں کہ

میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور بندے ہیں اور خاتم النبیین وامام المرسلین ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں وہ امر و نہی جو سرکار کے ذریعے ہم تک پہنچے وہ تمام اطلاعات و اخبار جو سابقہ اور آئندہ کے بارے میں آپ نے دیں تمام حق ہیں ان میں کوئی شک نہیں میں صمیم قلب سے ہر وسوسے، ارادے، فکر و عمل میں نافرمانی اور زیادتی کا اقرار کرتا ہوں جب میں دوسروں کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے لیے مانگتا ہوں جب تو چاہے وہ واپس لے لے اور جب چاہے مجھے معاف کر دے۔ ہر اس عمل کو جس میں کفر، نفاق، بدعت، گمراہی یا سوئے ادبی اے اللہ خواہ تیری بارگاہ میں ہو یا رسولوں، انبیاء، مقرب ملائکہ یا کسی ایسی مخلوق کے ساتھ جس کو تو نے مخصوص فرمایا۔ میں نے اپنی جان پہ نہایت ظلم کیا ہے۔ مجھ پہ اس طرح رحم فرما جس طرح تو اپنے دوستوں پہ کرتا ہے کیونکہ اے اللہ تو ہی مالک، احسان کرنیوالا، کریم اور غفور و رحیم ہے۔

حضرت عمرؓ نے بیعتِ رضوان کا درخت نہیں کٹوایا

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس درخت کو کٹوادیا جس کے نیچے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت رضوان لی تھی۔ بعض کم فہم لوگ اس عمل سے آثارِ نبی سے تبرک کا عدم جواز ثابت کرتے ہیں۔ میری تحقیق کے مطابق حضرتِ عمر کا یہ عمل عدمِ جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جس درخت کو کٹوایا دراصل یہ وہ درخت نہ تھا جسے لوگوں نے وہ درخت تصور کرلیا تھا، جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ یوں لوگ اس درخت کے پاس نمازیں پڑھتے اور دور دراز سے اس کی زیارت کا قصد بھی کرتے۔ اس طرح کا عمل کرنا کسی ایسی شے کے پاس جس کی نسبت بھی اس کے صاحب کی طرف صحیح نہ ہو، درست نہیں بلکہ باطل ہے اس درخت کی نسبت سرکار کی طرف ثابت نہ تھی۔ یوں وہ ایک اور درخت کی نسبت سرکار کی طرف کرنے لگے تھے۔ اس صورت حال میں حضرت عمرؓ کی غیرت نے جوش مارا کہ ایک مشکوک اضافت کے بل بوتے پر لوگ ایک عام درخت کو متبرک سمجھنے لگے ہیں۔ تو انہوں نے درخت کٹوادیا۔ خلاصہ دلیل یہ ہے کہ وہ درخت معروف نہیں تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس اصل درخت کی جگہ بھلادی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو لیلۃ القدر کی گھڑی کا تعین بھلادیا۔ ہماری اس بات کی تائید صحابہ

اور تابعین کے ان اقوال سے ہوتی ہے

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ بیعتِ رضوان سے اگلے سال وہ اس جگہ پر آئے

نبحثنا عن الشجرة فلم یقع علیها رجلان۔ — ہم نے اس درخت کے بارے میں غور و فکر کیا مگر کسی پر دو آدمیوں کا اتفاق بھی نہ ہو سکا۔

حضرت مسیبؓ کا قول ہے

لقد رأیت الشجرة ثم انسیتها بعد فلم اعرفها۔ — میں اس درخت کو جانتا تھا لیکن اب میں اسے بھول گیا ہوں۔

طارق بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں، میں حج کے لیے روانہ ہوا تو میرا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ مسجد کونسی ہے، انہوں نے بتایا کہ یہاں وہ درخت تھا جہاں پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی۔ میں نے حضرت سعید بن مسیب کو اس بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ وہ بھی ان خوش نصیب صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناها وعلمتموها انتم فانتم اعلم۔ — اگلے سال جب ہم وہاں سے گزرے ہم تو اس درخت کو بھول گئے تھے اور تم اسے جانتے ہو گے اور تم بہتر جانتے ہو۔

ایک روایت ہے:

فعمیت علینا۔ — وہ درخت ہم پر مخفی ہو گیا۔

(البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیه)

یعنی وہ اس طرح مخفی ہو گیا کہ اس درخت کے تعین پر دو افراد بھی متفق نہ تھے اور یہ ایک سال کے اندر ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت ایسے کثیر صحابہ موجود تھے جنہوں نے خود اس کے نیچے بیعت کی تھی۔ تو اب اس درخت کا دورِ فاروقی تک کیا حال ہو گا جبکہ اب کئی سال گزر چکے تھے۔

اور ان صحابہ میں سے اکثر رحلت فرما چکے تھے جو بیعت میں شریک تھے۔ تو واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ نے آثار نبوی سے تبرک حاصل کرنے سے روکنے کے لیے اس درخت کو نہیں کٹوایا اور نہ ہی آپ تبرک کے عدم جواز کے قائل تھے کیونکہ ایسی بات کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آثارِ نبوی سے آپ کا ہمیشہ تبرک حاصل کرنا ثابت ہے۔ مثلاً آپ نے حضرت ابوبکر صدیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک نیزہ تبرک کے لیے ہی حاصل کیا تھا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے عاریۃً لیا تھا۔ (البخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکہ بدراً)

ایک شخص کا رحمت عالم سے شفاعت طلب کرنا

ایک شخص جس کا نام مازن بن عضوب تھا وہ ایک گاؤں میں بت کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جس کا نام سمایا تھا اللہ تعالیٰ نے مازن عضوب کو توفیق عطا فرمائی۔ سرکار دو عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں گانے سے بہت محبت کرتا ہوں، نہ صرف گانا بلکہ عورتوں پر ہلاک ہوتا ہوں۔ شرابی ہوں۔ لیکن گردشِ زمانہ نے مجھ سے سب کچھ لے لیا۔ میرا مال و دولت، آل و عیال سب کچھ ختم ہو گیا۔ اب میرا ایک بیٹا بھی نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھ سے ان برائیوں کو ختم کرے اور مجھے اس کے بدلے حیاء عطا فرمائے اور ایک بیٹا دے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات سے دعا فرمائی۔

اللّٰھم أبدله بالطرب	اے اللہ گانے کے بجائے تلاوت قرآن
قراءة القرآن و بالحرام	کا ذوق دیدے اور حرام کاری کے بجائے
الحلال و بالاثم وبا لعهر	حلال، گناہ اور زنا کے بدلے پاکدامنی
عفة داته بالحيا وهب	والا بنادے۔ اسے صاحب حیا کردے
له ولداً۔	اور اسے ایک بیٹیا عطا کردے۔

مازن بن عضوب کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے برائی کو ختم کر دیا۔ پھر میں نے چار خواتین سے شادی کی اور قرآن پاک کا ایک حصہ یاد کیا۔ نہ صرف یہ کہ مذکورہ نعمتیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام حیان بن مازن ہے۔ میں نے اس پر یہ قصیدہ لکھا۔

۱۔ یارسول میری سواری (دوڑ) آپ تک ہے اور یہی میرا عروج ہے۔

۲۔ تاکہ آپ اللہ کی بارگاہ میں میرے لئے خیر و بھلائی کی سفارش کریں اور میرا رب مجھے معاف کردے۔

۳۔ میں نے آج تک دینی تعلیمات کی مخالفت کی اور کبھی نیک لوگوں کے ساتھ میری نہ بنی۔

۴۔ میں زانی و شرابی تھا حتیٰ کہ میں نے اپنی صحت و جسم کو برباد کر دیا۔

۵۔ پس حضور کے وسیلے سے شراب کی جگہ خوف و خشیت الٰہی کا نشہ آگیا اور زنا کی جگہ پاک دامنی نے لے لی۔

۶۔ اب میری جد و جہد اللہ کی راہ میں ہوگی اور اللہ کی خاطر روزہ اور حج کروں گا۔

(دلائل النبوۃ للامام ابو نعیم ۷۷۔۷۸)

حضور کی حمایت میں قدرت الٰہیہ کا جلال

قریش کے وہ لوگ جو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے ان کی

تعداد سات تھی جو درج ذیل ہیں :

۱ - ولید بن مغیرہ ۲ - عاص بن وائل سہمی ۳ - اسود بن عبد لیغوث زہری

۴ - فکھیہ بن عمر فہری ۵ - حرث بن طلاطلہ ۶ - اسود بن حرث

۷ - ابن عیطلۃ -

یہ وہ لوگ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے اور اکثر اوقات تکلیف پہنچاتے جبکہ سرکار دو عالم ان لوگوں کی تکلیفوں کے سامنے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے بعد تو آپ نے شکوہ تک بھی نہ کیا۔

انا کفینٰک المستھزئین اے محبوب تمہارا مذاق اڑانے والوں سے ہم خود نبٹ لیں گے ۔

ان مذکورہ بالا ساتوں اشخاص پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا اور ان کو مختلف طریقوں سے سزائیں دیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے ۔

۱- ولید بن مغیرہ

یہ چادر اوڑھے سفر پہ جا رہا تھا کہ اس کی چادر ایک خاردار جھاڑی سے اٹک گئی۔ جس کی وجہ سے یہ جھاڑی پہ گر پڑا ۔ خاردار جھاڑی پر گرنے سے یہ لہولہان ہوگیا ۔ اس کا اتنا خون نکل گیا تھا کہ اس کی موت واقع ہوگئی ۔

۲- عاص بن وائل

یہ بھی ایک خاردار جھاڑی پر گر پڑا ۔ کانٹوں کے اثر سے اس کا تمام گوشت اس کی ہڈیوں سے ساقط ہوگیا جس کی وجہ سے وہ فوت ہوگیا ۔

۳- اسود بن عبد لیغوث

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کر دے اور اس کے بچے کو اس سے چھین لے ۔ ایک دفعہ یوں

ہوا کہ اس کے ہاتھ میں ایک خار دار جھاڑی تھی جو اس کی آنکھ میں لگ گئی جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی سیاہی بہہ کر اس کے چہرے پر پڑی اور
اس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی بھی چھین لی اور اس کا بیٹا بھی۔

۴۔ فکھیہ بن عامر
یہ طائف کی طرف گیا اور وہیں کہیں گم ہو گیا جس کے بعد اس کا نام و نشان تک نہ ملا۔

۵۔ حرث بن طلاطلہ
یہ اپنی بعض ضروریات زندگی کے سلسلے میں کہیں سفر پر نکلا۔ اور سخت گرمی نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۶۔ اسود بن حرث
اس نے کھال اتری ہوئی ایک مچھلی کھائی۔ جس کے باعث اس کو سخت پیاس لگی۔ یہ پانی کے ذریعے اپنی پیاس نہ بجھا سکا۔ اور اس کا پیٹ پھٹ کر اس کی موت واقع ہو گئی۔

۷۔ ابن عیطلہ
یہ بھی سخت پیاس کی حالت میں فوت ہوا۔

سرکار دو عالم کا اسلوبِ تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ آپ حاضرین کے ذہنوں میں ایمان، اخلاق اور سلوک کی تعلیمات بڑے واضح اور محسوس انداز میں منتقل فرماتے۔ اور کسی بھی شخص کا یہی بہترین طریقہ تعلیم ہوا کرتا ہے جس سے نہ صرف حصول علم ہوتا بلکہ اس کے نقوش ذہن پر ثبت ہو جاتے تھے۔ اس طریقہ تعلیم کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے :۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اسے جب بچہ دیا گیا تو اس نے بچے کو اپنی چھاتی سے لگایا اور اسے دودھ پلایا۔ اس نے یہ عمل اتنی بے تکلفی اور خوشی کے ساتھ کیا گویا اس کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس پر سرکار دو عالم نے فرمایا اے میرے صحابہ کیا تم نے اس ماں کی اپنے بچے سے رحمت کا حال دیکھا۔ یعنی ماں کس طرح اپنے بیٹے سے خوش ہوتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ہاں۔ سرکار نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ اور اس کی توبہ سے، ماں سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت کا ایک طریقہ کار یہ بھی تھا کہ آپ ہمیشہ صحابہ کرام کی توجہ اعلیٰ مقاصد و امور کی طرف مبذول کراتے تھے تاکہ ایک مؤمن تکبر کے بغیر سرافراز ہو سکے اور اپنے نفس کو کسی تکلیف کے بغیر توی رکھے۔ اور بغیر حیل و حجت اپنا کام

خود کرے۔

اس طریقۂ تعلیم میں آپ فرماتے:

ان اللہ یحب معالی الامور و یکرہ سفالھا.	بلاشبہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقاصد کو پسند اور پست ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید فرماتے ہیں :۔

اذا سألت اللہ فاسأل الفردوس الاعلی فانہ اعلی الجنۃ و سقفہ عرش الرحمٰن۔	جب کبھی تم اللہ سے کوئی سوال کرو یعنی کوئی چیز مانگو تو فردوس اعلیٰ کا سوال کرو کیونکہ سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اس کی چھت عرش الٰہی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرصت کو غنیمت تصوّر کرتے تھے۔ اس عرصے میں آپ حاضرین کو بڑے سادہ انداز میں دور کی اور بڑی دقیق باتیں سمجھا دیتے تھے لیکن یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے آپ وہ الفاظ استعمال کرتے جو روزمرہ کی زندگی میں مستعمل ہوتے تھے۔

مثلاً ایک مضبوط شخص کی حقیقت کو سمجھانے کی مثال: یوں تو طاقتور شخص وہی ہے جو مقابلے میں دوسروں پر غالب آجائے اور ہر کام میں ان سے تیز ہو لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طاقتور شخص کی ایک نئی تعریف کرتے ہوئے یوں فرمایا:

لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب۔	طاقتور شخص ہرگز وہ نہیں جو مقابلے میں مدمقابل کو چت کر دے بلکہ طاقتور شخص وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

(البخاری، باب الحذر من الغضب مع فتح البخاری، ۱۰ : ۵۱۸)

اسی طرح سرکار نے ایک دفعہ فرمایا:

اتدرون ما الرقوب ؟	سرکار نے پوچھا تم جانتے ہو کہ رقوب
قلنا - الذی لا یولد له	کون ہے عرض کیا رقوب وہ ہے جس کا
قال ان الرقوب الرجل	کوئی بیٹا نہ ہو۔ اس پر سرکار نے فرمایا
الذی له الولد لم یقدم	بلکہ رقوب وہ شخص ہے جس کا بیٹا تو
لهم شیئاً ۔	ہو لیکن اس نے بیٹوں کی ایسی تربیت
	نہ کی ہو جو اس کی آخرت میں کام آسکے۔

اسی طرح ایک موقع پر سرکار نے صحابہ سے پوچھا:

اتدرون ما الصعلوک ؟	کیا تمہیں معلوم ہے کہ فقیر کون ہے!
قلنا الذی لا مال له	عرض کیا فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس
قال ان الصعلوک کل الصعلوک	کوئی مال و دولت نہ ہو فرمایا بلکہ فقیر وہ
الذی له المال لم یقدم منه	شخص ہے جو مال میں سے آخرت کے
شیئاً ۔	لیے کچھ نہیں کماتا۔

(البیہقی فی الترغیب، ۲: ۱۵۲)

اسی طرح سرکار نے ایک دفعہ فرمایا:

أرایتم لوان نهرًا علی باب	کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر ایک شخص کے گھر
احدکم یغتسل فیه فی الیوم	کے دروازے کے قریب ایک نہر بہتی
خمس مرّات لم یبق من	ہو اور وہ ہر روز وہاں سے پانچ مرتبہ
درنه شیئ۔ قالوا لا . قال	غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل
کذالک الصلوات الخمس	رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا۔ ہرگز نہیں

یا رسول اللہ۔ فرمایا: پانچوں نمازوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔

ہر نعمت کے حصول پر آپ کی رحمت کو یاد رکھنا

ہر نعمت کے حصول پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی شہادت دینا ایک ایسا امر ہے جو ایک مسلمان کے لیے امر واجب ہے ۔ کیونکہ ہر نعمت حاصل ہی سرکار کی وجہ سے ہوتی ہے اور سرکار کی ذات ہی وہ ذات ہے جس نے ہمارے لئے بھلائی کے راستے متعارف کروائے ۔ فضل وکرم کے راستے ہم پر منکشف کئے ۔ یہی وجہ ہے بہت سارے ایسے مواقع ہیں جن میں اللہ رب العزت کی کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے ۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے تاکہ ایک مسلمان کا ذہن اس حقیقت کی طرف ہمیشہ مبذول رہے کہ اس فضل ونعمت کا سبب ذاتِ نبوی ہے اور ہر خیر وبرکت کا واسطہ ووسیلہ سرکار ہیں یوں سرکار کی ذات ہمارے لیے رحمت و ہدایت کا سامان مہیا کرتی ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ اذان ہو، تشہد پڑھا جائے ، مصافحہ کا موقع ہو، آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے ۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت ، دعا ، خطبہ کے آغاز میں اور ہر کلام کے شروع میں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے ۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت

ذکر وفکر کی ایک مجلس میں مَیں نے حضورؐ کی روحانیت پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے۔ پس آپ کی روح طیبہ مجالس ذکر وفکر اور خیر میں حاضر رہتی ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کی روح عالم برزخ میں آزاد ہے اور اسے عالم ملکوت کی سیر کرائی جاتی ہے۔

یہ کیفیت تمام مؤمنین کی ارواح کو حاصل ہے لیکن یاد رہے کہ ان ارواح کا آزاد ہونا اور ان کا سیر کرنا، ان کے درجات کے لحاظ سے ہے لیکن سرکار کی روح طیبہ کی شان ان ارواح کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسا دنیا میں اس کا حال تھا۔ مثلاً کوئی روح قرب کو پاتی ہے اور کچھ روحیں بعید ہیں۔ کچھ حق کے قریب ہیں اور کچھ غائب۔ کچھ تو روشنی پھیلانے کا باعث بنتی ہیں اور کچھ تاریکی۔ اسی طرح کچھ تو خفیف ہیں اور کچھ کثیف۔

ارواح کا یہی حال عالم برزخ میں بھی سیاحت اور موجودگی کے لحاظ سے ہے۔ اور اسی طرح اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق جوابات دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس پر دلیل آپ کی یہ حدیث مبارک ہے۔

نسمة المؤمن علی طائر	روح مومن پرندے پر سوار ہو کر
تسبح حیث تشاء۔	حسب خواہش سیر کرتی ہے۔

(موطا مالک)

چونکہ سرکار کی روح مبارک تمام ارواح سے فضیلت میں اکمل ترین ہے لہٰذا حضوری اور شہود میں بھی یہ اکمل ترین ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ایک مسلمان کو مسجد میں داخل ہوتے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام بھیجنا چاہیئے۔ اور یہ حکم اس لیے ہے کہ ایسے مبارک مقام پر سرکار کی روحانیت متوجہ ہوتی ہے۔

ایک حدیث مبارک میں ہے:

انہ اذا سلم علیہ المسلم	جب کوئی مسلمان سرکار پر سلام بھیجتا ہے
یرد اللہ روحہ فیرد	تو اللہ تعالیٰ سرکار کی روح لوٹا دیتا ہے
علیہ السلام۔	تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔

یہ حدیث تین امور پر دال ہے:

۱۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح طیبہ عالم ملکوت میں بالکل آزاد ہے۔

۲۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسم مبارک اپنی اصلی حالت کے ساتھ ابھی باقی ہے اور روح لوٹانے کی اہلیت رکھتا ہے۔

۳۔ آپ کا یہ ارشادِ گرامی " رد علی روحی " اس پر بھی دال ہے کہ آپ جو سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اس کا سماع ممکن ہے اور اگر حضور اور سلام دینے والے کے درمیان برزخ نہ ہوتا تو آپ کے جواب کو ہر کوئی سن سکتا۔

محبوبِ خُدا کی تشریف آوری پر خُوشی

اسلام نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ رب العزت نے فرمایا:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون۔	اے نبی انہیں بتا دیجئے کہ یہ محض اللہ کی رحمت وفضل ہے۔ پس اس رحمت وفضل پر خوشیاں منایا کرو۔ تمہارا

خدا کے اس فضل پر خوشی منانا ان تمام سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

بلاشبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی سراپا رحمت ہے۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔	ہم نے تو تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔	یہ رسول تم میں سے ہی آیا ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر بڑا شاق گزرتا ہے اور تمہارے بارے میں بڑا حریص ہے اور مؤمنین کے ساتھ رؤف ورحیم ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

انما انا رحمۃ مھداۃ	میں اللہ کی سراپا رحمت اور سراپا عنایت ہوں۔

متعدد احادیث اس پر شاہد ہیں کہ سرکار دو عالم کی آمد پر خوشی منانا اعمال نافعہ میں سے ہے جس سے نہ صرف مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں بلکہ ابولہب جیسے کافر نے بھی فائدہ اٹھایا کیونکہ جب اس کی لونڈی ثوبیہ نے اسے سرکار کی ولادت کی خوشخبری دی تو اس نے خوشی میں اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ابولھب سے جہنم میں پیر کے دن عذاب میں تخفیف کر دی کیونکہ اس دن اس کے انگوٹھے

کے پوٹے سے پانی نکلتا ہے جسے وہ پی کر پیاس بجھاتا ہے۔

اس واقعہ کو مشہور محدث ابن ناصر الدین دمشقی نے یوں نظم فرمایا:

اذا کان ھذا کافرا جاء ذمہ　　بتبت یداہ فی الجحیم مخلدًا

(جب انعامات اور رحمتوں کا یہ حال ایک کافر کا ہے جس کی مذمت "تبت یداہ" سے ثابت ہے اور جس کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے)

اتی انہ فی یوم الاثنین دائمًا　　یخفف عنہ للسرور باحمدا

(ہر پیر کے دن اس سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے احمد مصطفٰےؐ کی آمد پر خوشی منائی تھی۔)

فما الظن بالعبد الذی طول عمرہ　　باحمد مسرورًا ومات موحدا

(تو کیا مقام ہوگا اس بندے کا جس نے تمام عمر سرکار کی خوشی میں گزاری اور پھر حالتِ ایمان میں دنیا سے رخصت ہوا۔)

آپ کی آمد پر خوشی منانے پر یہ واقعہ بھی شاہد ہے کہ سرکار دو عالمؐ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اس دن آپ کے ننھیال کے مردوں اور عورتوں نے پرتپاک انداز میں آپ کا استقبال کیا اور خوشیوں کے ترانے پڑھتے ہوئے آپ کو خوش آمدید کہا۔

ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک عورت نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ جب سرکارِ دو عالم غزوۂ بدر سے بخیریت واپس آ گئے تو اس خوشی میں دف بجائے گی۔ جب سرکار دو عالم واپس تشریف لے آئے تو وہ حاضر ہوئی اور اپنی نذر کا ذکر کیا۔

آپ نے فرمایا:

اوف بنذرک فقامت فعلت۔　　اپنی نذر پوری کرے تو اس نے کھڑے ہو کر دف بجائی۔

سرکار کے نعلینِ مبارک اور ائمہ امت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے فضائل و برکات پر بڑے بڑے علماء نے کتب و رسائل تحریر کئے ہیں ۔ خاص طور پر شیخ مقری نے تو ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا اور اس میں نعلین مبارک کی مختلف تصاویر بیان کیں۔ میں نے اس رسالے میں سے چند اقتباسات بطور خلاصہ درج ذیل کئے ہیں۔

شیخ مقری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت دے اور برائی کی راہ سے بچائے اور قیامت کے دن حوضِ کوثر پر پہلے گروہ میں شامل کرے ۔

مسلمہ علماء مغرب کی ایک جماعت نے نعلین مقدس کے عکس اور اس کے حسن پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے صاحب مطالعہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ ان میں : امام ابوبکر ابن عربی ، حافظ ابن ربیع بن سالم کلاعی ، مشہور مصنف حافظ ابو عبداللہ بن ابار رحالہ ابو عبداللہ بن رشید شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ابو عبداللہ محمد بن جابر الواوشی ، ابو عبداللہ بن مرزوق ، ابو عبداللہ محمد الوحاع تیونسی ، ابو اسحاق ابراہیم بن حاج اسلمی اندلسی ۔ پھر ان سے ابن عساکر اور اس کے علاوہ بھی علماء کی ایک کثیر تعداد نے نعل پاک کی روایت کی ہے ۔ مثلاً ابو حاکم مالک بن مرحل ابن ابی فصال اور یہ مقتداء و پیشوا اور قابلِ تقلید ہیں ۔

اہلِ مشرق میں سے حافظ ابنِ عساکر ، آپ کے شاگرد بدر فارقی ، حافظ عراقی

اور ان کے بیٹے ولی عراقی۔ اسی طرح شیخ قسطلانیؒ نے مواہب اللدنیہ میں اس چیز کا ذکر کیا ہے۔

امام مقریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض کینہ پرور افراد جو اپنی بعض خصلتوں میں گدھے سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی یہ بات پہنچی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کی بابرکت تصاویر کا انکار کرتے ہیں۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ تم صور کا کیوں انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تم خود اپنی تصویریں بھی ایسی ہی بنوا رہے ہو۔

جس کے ذریعے مجھے یہ اطلاع ملی تھی میں نے اس سے کہا کہ ایسے لوگوں سے کہو جن امور کا تم کو علم نہیں ان میں کیوں گفتگو کرتے ہو۔ پھر تم لوگوں نے جن دلائل کی بنا پر صور کا اطلاق کر کے اسے ناجائز سمجھا ہے یہ تصویری خاکہ ان صور کے احاطے میں نہیں آتا۔ پھر شیخ مقریؒ نے کہا میں انشاء اللہ رب العزت کی مدد خاص سے اس موضوع پر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے میں ایسے دو عکس کا ذکر کرتا ہوں جن پر علماء کا اعتماد ہے۔ پھر اسے ایسے چار دلائل سے پختہ کروں گا جو ایک دوسرے کے محتاج نہیں۔ جو اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں کیا وہ یہ شعر نہیں پڑھتے کہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہ کا تذکرہ کرنے والے سے کہا تھا۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ هو المسک ما کررته یتضوع

(حضرت نعمان کا تذکرہ بار بار کر یہ وہ کستوری ہے جو ملنے سے زیادہ مہک دیتی ہے)

أیا ساکنی اکناف طیبة کلکم الی القلب من اجل الحبیب حبیب

(اے طیبہ کے رہنے والو تم تمام میرے محبوب کے پاس رہنے کی وجہ سے میرے محبوب ہو)

اس میں کوئی شک و شبہ والی بات نہیں کہ نعل شریف کا عکس کی اضافت ایک ذی صور کی طرف دی گئی ہے اور اسے اس لیے خاص کیا گیا ہے تاکہ

اس کی قدر و منزلت معلوم ہو جائے۔

۱۔ کاش کوئی مجھے میرے احباب کے بارے میں بات کرے، ان کے ذکر سے زمانہ خوشبودار ہو گا۔

۲۔ مجھ پر ان کا ذکر بار بار کرو کیونکہ محبوب کی بات مجھے نہایت محبوب ہے۔

۲۔ نعل کا عکس مکرم اس ذات کے قدم تک پہنچانے کا وسیلہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامل اوصاف سے مخصوص کیا ہے۔

۴۔ صاحب نعال نے میرے دل کو اس طرح اپنا شیدائی بنالیا ہے کہ ہر نعل پہننے والا مجھے محبوب ہے۔

پس آپ کی نعل پاک سے شرف حاصل کرو اور اچھے اعمال کرو اپنے آپ کو اعلیٰ فضائل و کمالات سے مزین کر لو۔

اگر بفرض محال نعل پاک کا کوئی شرف نہ بھی ہو تو اس سے اس عظیم ہستی کی یہ جو یاد آتی ہے کہ آپ تمام اولادِ آدم کے سربراہ، اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ یہی وجہ کافی ہے۔ مومن کے ایمان کو اسی سے تسکین مل جاتی ہے اور ان کا شرف کیوں نہ ہو بیمار اس سے شفا پاتے ہیں۔ ان کے خواص اور منافع ظاہر و باہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ ابو حفص عمر فاکہانی کے درجات بلند فرمائے۔ جنہوں نے نعلِ پاک کی مثال دیکھی تو یوں عرض کیا:

اگر مجنوں سے کہا جاتا کہ تم لیلیٰ اور اس کا وصل اور ساری دنیا میں کے خزانوں میں سے کسے چاہتے ہو تو مجنوں ضرور کہتا، مجھے لیلیٰ کے پاؤں کا غبار دنیا اور اس کے خزانوں سے زیادہ عزیز ہے۔

هذه صورة مثال النعل النبوي الشريف

على رأس هذا الكون نعل محمد ❊ علت فجميع الخلق تحت ظلاله
لدى الطور موسى نودي اخلع وأحمد ❊ على القرب لم يؤمر بخلع نعاله

مثال حكى نعلا لأشرف مرسل ❊ تمنت مقام الترب منه الفراقد
ضرائرها السبع السموات كلها ❊ غيارى وتيجان الملوك حواسد

مثال لنعل المصطفى ما له مثل ❊ لروحي به راح لعيني به كحل
فأكرم به تمثال نعل كريمة ❊ لها كل رأس ود لو أنه رجل

ولما رأيت الدهر قد حارب الورى ❊ جعلت لنفسي نعل سيده حصنا
تحصنت منه في بديع مثالها ❊ بسور منيع نلت في ظله الأمنا

إني خدمت مثال نعل المصطفى
لأعيش في الدارين تحت ظلالها

سعد ابن مسعود بخدمة نعله
وأنا السعيد بخدمتي لمثالها

• يوسف النبهاني •

نقشِ نعلین میں مذکورہ اشعار کا ترجمہ

اس کائنات پر حضور کی نعلین کا سایہ ہے اور تمام مخلوق اس کے سایہ میں ہے ۔

کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا مگر محبوب کو مقامِ دنیٰ پر بھی ایسا نہیں کہا ۔

سید المرسلین کی اس نعلین پاک کا یہ عکس منقول ہے ستارے جس کی فرش راہ بننے کے لیے ترستے ہیں ۔

ساتوں آسمان اور تمام بادشاہوں کے تاج اس پر رشک کرتے ہیں ۔

یہ نعلِ مصطفےٰ کا نقشہ ہے جو میری روح کی خوشی اور میری آنکھوں کا سرمہ ہے ۔

نعلِ مبارک کا نقشہ کتنا مکرم ہے کہ ہر سر تمنا کرتا ہے کہ کاش میں اس کا پاؤں بن جاؤں ۔

جب زمانہ مخلوق پر حملہ آور ہوتا ہے تو میں آقا کی نعلین کو اپنے لیے قلعہ بنا لیتا ہوں ۔

میں ہر پریشانی سے اس کے صدقے نجات اور اس کے سایہ میں امن پاتا ہوں ۔ میں نے نعلِ مصطفےٰ کے عکس کی اسی لیے خدمت کی ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اس کا سایہ نصیب رہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نعل مقدس اٹھا کر سعادت پائی ۔ میں اس کے عکس کی خدمت کر کے سعادت پا رہا ہوں ۔

محافلِ میلاد کا انعقاد اور انکی برکات

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد ان وجوہ کی بنا پر جائز ہے۔

۱۔ محافل میلاد کے ذریعے حضور کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس خوشی پر ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ بخاری میں آیا ہے کہ ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اسی دن اس نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دینے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔ امت کے عظیم محدث شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی نے اس واقعہ کو نظم کیا۔

جب وہ کافر (ابولھب) جس کی مذمت میں سورۂ تبت یداہ نازل ہوئی اور وہ دائمی جہنمی ہے۔ اس کے عذاب میں ہر پیر کو اس لیے تخفیف ہو جاتی کہ اس نے آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جب کافر پر یہ انعام ہے تو اس غلام کا کیا مقام ہوگا جو تمام عمر آپ کی خوشی میں بسر کرتا ہے۔ اور اسلام پر فوت ہوتا ہے۔

۲۔ اس دن کی آپ نے تعظیم فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر اکرام و انعامات فرمائے اس پر شکر ادا کیا کیونکہ آپ کے وجود ہی سے تمام موجودات کو شرف ملا اور وہ تعظیم روزے کی صورت میں تھی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی حکمت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

فیہ ولدت وفیہ انزل علی۔ (المسلم، کتاب الصیام)	یہی وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن پاک نازل کیا گیا۔

محافل میلاد کی مختلف صورتیں ہیں لیکن اُن سب میں جو بنیادی و مشترک پہلو ہے وہ یہ ہے: خوشی منانا خواہ یہ روزہ رکھنے کی صورت میں ہو۔ یا کھانا کھلانے کی صورت میں، ذکر و فکر کی محفل ہو یا صلوٰۃ و سلام کی یا سیرت کانفرنس۔

۳۔ سرکار کی آمد کی خوشی منانا ایک ایسا امر ہے۔ جس کا تقاضا خود قرآن پاک ہم سے کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔	اے رسول انہیں بتا دیجئے کہ یہ محض اللہ کی رحمت و فضل کرم ہے۔ پس اس کے حصول پر خوشیاں منایا کرو۔

اس آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہمیں جب کوئی رحمت حاصل ہو تو اس پر خوشی منایا کرو اور سرکار کی آمد تو سب سے بڑی رحمت ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔	اے رسول ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۴۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ایام کا خصوصی خیال رکھتے جن میں کوئی اہم دینی واقعہ ہوا ہوتا بلکہ اس وجہ سے اس دن کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ اس واقعہ کے لیے ظرف بنا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ پاک پہنچے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کو روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا تو بتایا گیا۔ یہ یہود روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اس دن

اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کو بچایا تھا اور ان کے دشمن کو غرق کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر یہ روزہ رکھ کر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نحن اولی بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔	ہم یہود کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریبی ہیں۔ آپ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۵۔ میلاد النبی کے سلسلے میں محفل کا انعقاد حضور علیہ السلام کے ظاہری حیات میں نہ تھا لہٰذا یہ بدعت ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ یہ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی ہیئت کے لحاظ سے تو بدعت ہے لیکن جزئیات کے طور پر بدعت نہیں کیونکہ انفرادی طور پر میلاد النبی سرکار دو عالم کی ظاہری حیات میں بھی ہوتی تھیں جس کے بارے میں آگے چل کر گفتگو ہوگی۔

۶۔ محافل میلاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود و سلام پڑھنے کا شوق دلاتی ہیں اور وہ مطلوب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں پس اے ایمان والو تم بھی آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو۔

اور جو چیز کسی مطلوب شرعی کا شوق دلائے وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے۔

اور درود شریف کی وجہ سے امتی کو حضور علیہ السلام کا قرب اور جو شفقتیں نصیب ہوتی ہیں ان کی تعداد سے بیان قاصر ہے۔ اور ان کے انوار کا اندازہ تصور سے بالاتر ہے۔

۷۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی محفل ہوتی ہے جس میں مولد مبارک، سرکار کے معجزات، سیرت اور شمائل و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ کیا ہمیں شریعت نے حکم نہیں دیا

کہ ہم آپ کے اعمال و سیرت اور فضائل سے آگاہ ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے آپ کو آپ کے اعمال کے مطابق ڈھالیں کیا ہمیں آپ کے معجزات پر ایمان لانے اور آپ پر نازل شدہ آیات کی تصدیق کا حکم نہیں۔ میلاد شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب ان تمام امور کو بہتر طور پر بیان کرتی ہیں۔

میلاد النبی کی صورت میں دراصل جو آپ کے اوصاف و اخلاق بیان کئے جاتے ہیں ان کے ذریعے آپ کے ان حقوق میں سے بعض کی ادائگی ہوتی ہے جو امت پر لازم ہیں۔

مختلف شعراء کا عمل بھی ملتا ہے کہ انہوں نے قصائد کے ذریعے آپ کا قرب چاہا آپ نے ان کے عمل کو پسند فرمایا اور انہیں انعامات سے نوازا۔

جب یہ حال اس شخص کا ہے جو زبانی آپ کی مدح کرتا ہے تو وہ شخص سرکار کی بارگاہ سے کیا نہیں پائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل شریفہ کو کتاب کی صورت میں جمع کرتا ہے بلکہ اس عمل کی سرانجام دہی میں جہاں ایک طرف سرکار کا قرب حاصل ہوتا ہے وہاں یہ عمل آپ کی محبت و رضا کا بھی باعث بنتا ہے۔

۸۔ بے شک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و معجزات و اخلاق حمیدہ کی معرفت آپ سے محبت میں زیادتی اور آپ پر ایمان کی مضبوطی کا باعث بنتی ہے۔ کیونکہ انسان ہمیشہ اسی شخص کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے جو خلقت، اخلاق، علم اور عمل میں اعلیٰ ہو۔ اور واضح بات ہے کہ اس لحاظ سے سرکار سے زیادہ نہ کوئی جمیل ہے اور نہ کوئی کامل اور نہ کوئی زیادہ اخلاق والا ہے اور نہ فضائل والا۔

آپ کے ساتھ محبت میں اضافہ اور آپ پر کامل ایمان شرعاً مطلوب ہے۔ اور جو چیز ان کے حصول کا ذریعہ ہوگی وہ بھی یقیناً مطلوب ہوگی۔

۹۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا شریعت کا تقاضا ہے۔ پس

میلاد النبی کے دن ذکر الٰہی کے لیے اجتماع کرنا، فقراء کو کھانا کھلانا اور خوشی کا اظہار کرنا یہ مظاہرِ تعظیم میں سے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا شکر ادا کرنا کہ اس نے آپ کے ذریعے ہمیں دینِ اسلام عطا کیا اور آپ کی بعثت کا شرف بخشا یہ بھی آپ کی تعظیم ہی کا اظہار ہے۔

۱۰۔ آپ نے جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ گویا آپ نے اس فرمان سے واضح کر دیا کہ نبی کی ولادت کا دن بابرکت ہوتا ہے جب ہر نبی کی ولادت کا دن افضل ہے تو کتنا افضل ہو گا وہ دن جس میں وہ ہستی تشریف لائی جو تمام انبیاء سے افضل و اشرف ہے۔

یہ تعظیم و عزت اس مخصوص دن کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس کے لئے خصوصاً اور شکر کے لئے عموماً ثابت ہے جیسا کہ جمعہ میں ہے تاکہ اس نعمت پر شکر، فضیلت نبوت و رسالت کا اظہار اور تاریخ انسانیت کے صفحات پر اس عظیم واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے ہے جیسا کہ اس مکان کی ہمیشہ تعظیم کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالٰے کے نبی پیدا ہوئے حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بیت اللحم کے مقام پر دو رکعات ادا کریں۔ آپ نے ادا کیں تو جبریل نے پوچھا:

اتدری این صلیت ؟	اس مقامِ نماز سے آپ آگاہ ہیں ؟

فرمایا نہیں۔ عرض کیا:

صلیت ببیت لحم حیث	آپ نے جس مقام پر نماز ادا کی ہے
ولد عیسٰی۔	یہ حضرت علیہ السلام کی جائے ولادت ہے۔

۱۱۔ میلاد النبی کا انعقاد ایک ایسا امر ہے جسے علماء ائمہ اور ہر علاقے اور طبقہ کے مسلمانوں نے مستحسن جانا ہے اور اس پہ عمل ہر جگہ جاری ہے۔ لہٰذا اس کا شرعاً مطلوب ہونا اس قاعدے سے ماخوذ ہو گا جو حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت سے ماخوذ

ہے:

ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحاً فھو عند اللہ قبیح۔	ہر وہ عمل جسے مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ رب العزت کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے۔ اور جسے مسلمان قبیح جانیں وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بھی قبیح ہی ہے۔

(مسند احمد)

۱۲۔ میلاد النبی کی صورت میں ذکر و فکر کے لیے اجتماع کرنا، صدقہ کرنا اور بارگاہِ مصطفوی کی مدح و تعظیم کرنا سنت ہے اور شرعی لحاظ سے بھی مطلوب امر ہے۔ یہ تمام امور شرعاً مطلوب اور قابلِ ستائش ہیں کیونکہ بہت سے ایسے آثار ملتے ہیں جس میں اس طرح کی محافل کا ذکر اور ان کے انعقاد پر ترغیب ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک۔	اور ہم نے ان رسلانِ کرام کی باتیں آپ کے لئے اس لیے بیان کی ہیں تاکہ ہم آپ کے دل ان کے ذریعے مضبوط کریں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصے سنائے ان کا مدعا و مقصود سرکار کے دل کو مصیبتوں اور مشکلات کے وقت سہارا دینا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہمارے دل اس امر کے آپ سے زیادہ محتاج ہیں کہ سرکار کے احوال کے بیان سے ہم اپنے دلوں کو مضبوط و مطمئن کریں۔

۱۴۔ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر وہ کام جسے ہمارے اسلاف نے سرانجام نہ دیا ہو یا جس کا وقوع پہلے زمانے میں نہ ہوا ہو وہ بدعت سیئہ، اس کا ارتکاب حرام اور اس

کا انکار ہم پر واجب ہوتا ہے۔ بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ایسے نئے امور کو دلائلِ شرعیہ پر پیش کریں۔ اگر اس میں دین اور امت کا فائدہ ہے تو اس پر عمل واجب ہوگا اور اگر وہ حرام پر مشتمل ہے تو حرام، مکروہ پر مشتمل ہو تو مکروہ۔ اسی طرح جو مباح پر مشتمل ہو وہ مباح اور جو مندوب پر مشتمل ہو وہ مندوب ہے۔ کیونکہ ذرائع میں حکم ان کے مقاصد کے لحاظ سے لگایا جاتا ہے۔

علماء نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ **واجب**۔ جیسے باطل کا رد کرنا اور فن نحو کا سیکھنا۔

۲۔ **مندوب**۔ جیسے سرائیں اور مدارس کا قیام۔ مناروں پر اذان دینا اور نیکی کے وہ تمام معاملات جو صدرِ اول میں نہ تھے۔

۳۔ **مکروہ**۔ جیسے مساجد کی تزئین اور قرآن پاک پر نقش و نگار۔

۴۔ **مباح**۔ جوتوں کا استعمال۔ کھانے پینے کے آلات میں توسیع۔

۵۔ **حرام**۔ ہر وہ نئی چیز جو سنتِ رسولؐ کے مخالف ہو بلکہ وہ خود کسی شرعی دلیل کے تحت نہ ہو اور نہ کسی شرعی مصلحت پر مشتمل ہو۔

۱۵۔ ہر وہ کام جو سابقہ ادوار میں اجتماعی شکل میں موجود نہ ہو لیکن اگر اس کے اجزاء و افراد موجود ہوں تو وہ شرعی طور پر مطلوب ہوتا ہے کیونکہ مشروع اجزاء کا مجموعہ بھی مشروع ہی ہوگا۔

۱۶۔ ہر نیا طریقہ حرام نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زیدؓ کا قرآن کو جمع کرنا بھی حرام ہو جائے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام کی موت کے پیشِ نظر قرآن پاک کو جو صحیفوں میں لکھ کر جمع کیا گیا اور ساری امت کو ایک قراۃ پر جمع کیا گیا۔ یہ عمل بھی حرام کے کھاتے میں جائے گا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں نماز تراویح کے لیے جمع کرنے کا عمل بھی حرام ہو جائے گا۔ حالانکہ خود

فاروق اعظم رض فرماتے ہیں کہ یہ عمل بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے۔ اسی طرح علوم نافعہ کو جمع کرنا بھی حرام ٹھہرے گا۔ معاملہ صرف یہیں تک نہیں رہے گا بلکہ ہم پر لازم ہو جائیگا کہ آج جہاں دشمن ہمارے خلاف اسلحہ کے طور پر ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، ہوائی و بحری جنگی جہاز استعمال کر رہا ہے وہاں ہمیں بدعت سے بچنے کے لیے صرف تیروں اور تلواروں سے لڑائی کرنا واجب ہوگا۔ اسی طرح مناروں پر اذان دینا، راستے اور مدارس تعمیر کرنا ہسپتالوں، یتیم خانوں اور جیلوں کا قیام بدعت شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے علماء نے ارشاد نبوی "کل بدعۃ ضلالۃ" کو بدعت سیئہ پر محمول کیا ہے اور اس قید کی تصریح و تائید ان تمام امور سے ہوتی ہے جو اکابر صحابہ اور تابعین نے ایجاد کیے حالانکہ وہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھے۔

۱۷۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ نیا معاملہ جو کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور آثارِ صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعتِ ضلالہ ہے لیکن جو معاملہ خیر پہ مبنی ہو۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف بھی نہ ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے۔

۱۸۔ ہر وہ چیز جو ادلہ شرعیہ کے تحت ہو اور اس کی ایجاد سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور وہ کسی حرام شے پر بھی مشتمل نہ ہو تو وہ دین میں سے ہے۔

باقی رہا متعصبین کا یہ قول کہ یہ کام اسلاف نے نہیں کیا لہٰذا یہ بدعت ہے۔ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ جو شخص ذرا بھی علم الاصول سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ دلیل نہیں بلکہ عدم دلیل ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے بدعت ہدیٰ کو سنت کہا اور اس سنت کو عملی جامہ پہنانے والے کے لیے اجر و ثواب کی اطلاع دی جیسا کہ خود سرکار نے فرمایا:

من سنت سنن فی الاسلام	جس کسی نے اسلام میں کوئی اچھا کام
سنۃ حسنۃ فعمل بھا	شروع کیا اور اس کے بعد دوسروں

بعده کتب له مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورهم شیئ۔

نے اس پر عمل کیا تو اس شخص کے لیے اتنا ہی ثواب لکھا جائے گا لیکن اس کے زمرے میں ثواب لکھا جانا عمل کے کرنے والوں کے ثواب میں کمی کا باعث نہیں بنے گا۔

۱۹۔ میلاد النبی پر محفل منعقد کرنا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاد کا احیاء ہے اور یہ اسلام میں مشروع ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا حج کے اکثر اعمال مختلف لوگوں کی یادیں ہی ہیں۔ مثلاً صفا و مروہ کے درمیان سعی، منیٰ میں رمی کرنا، قربانی کرنا، ایسے واقعات ہیں جو ماضی میں پیش آئے تھے۔ آج مسلمان ان یادوں کا احیاء کر کے ہر سال تجدید کرتے ہیں۔

۲۰۔ اس سے قبل میلاد النبی کے جواز پر جو وجوہات ہم نے بیان کیں یہ اس محفل کے بارے میں ہیں جو مکروہات و منکرات اور خلافِ شرع امور سے خالی ہوں لیکن جب محفل ایسے معاملات و افعال پر مشتمل ہو جو خلافِ شرع ہیں مثلاً مردوں اور عورتوں کا اختلاط، حرام امور کا ارتکاب یا فضول خرچی کرنا جس سے خود سرکار کی ذات پاک ناراض ہو تو ایسی محفل ہرگز جائز نہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس کا حرام ہونا عارضی ہوگا نہ کہ ذاتی طور پر۔ یہ ایک بدیہی امر ہے جو ذرا بھی غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

حضرتِ عمر کے زمانہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل

حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ مُزنیہ قبیلے کے ایک شخص کو قحط کے سال اُس کے گھر والوں نے کہا کہ وہ اُن کے لیے ایک بکری ذبح کرے۔ اس نے جواب دیا کہ ان بکریوں میں کچھ بھی نہیں یعنی یہ کھانے کے قابل نہیں ہیں۔

لیکن گھر والوں کے اصرار پر اس نے ایک بکری ذبح کی لیکن اس بکری کی ہڈیوں سے بو آرہی تھی۔ اس موقعہ پر اس نے پکارا یا محمداہ ۔ جب رات ہوئی تو اس شخص نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اسے فرما رہے تھے،

البشر بالحیاۃ ایت عمر	لوگوں کو دوری قحط کی بشارت دو، عمر کو
فاقرئہ منی السلام وقل	میرا سلام دو اور کہو یہ تیرا دور اور اس
لہ ان عھدی بک و	میں شدید قحط ؟ بس اور محنت اور
فی العھد شدید	تدبیر کرو۔
العقد فالکیس الکیس ۔	
یا عمر ۔	

سرکار کا یہ حکم سن کر حضرت عمر فاروق رض کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ آپ کے دروازے پر پہنچا تو دربان سے کہنے لگا۔ اے غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کے لیے صاحب خانہ سے اجازت مانگو۔ ملاقات پر اس شخص نے سارا ماجرا آپ کو سنایا۔ حضرت عمرؓ پریشان ہو گئے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا اے لوگو میں تمہیں اللہ کو گواہ بنا کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھ میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ لوگوں نے جواب دیا ہرگز نہیں اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے مُزنی کا پیغام ان تک پہنچایا۔ یہ مُزنی شخص بلال بن حارث تھے۔

پس وہ لوگ حقیقت حال کو سمجھ گئے لیکن وہ مُزنی شخص نہ سمجھ سکا۔ لوگوں نے عرض کیا یہ شخص آپ سے بارش کی دعا کرانے آیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ مل کر بارش کے لیے دعا کریں۔ حضرت عمر فاروق رض نے لوگوں کو بلا کر مختصر تقریر کی اور اس کے بعد دو رکعت نفل ادا کیے اور اس کے بعد یہ دعا کی:

اللّٰھم عجزت عنا انصارنا	اے اللہ تو نے ہمارے انصار، قوت

وعجز عنا حولنا وقوتنا وعجزت عنا انفسنا ولا حول ولا قوۃ الا بک اللّٰھم اسقنا واحی العباد والبلاد۔

و طاقت اور ہمارے نفوس کو عاجز کر دیا ہے تیرے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں اے اللہ بارش عطا فرما اور بندوں اور شہروں کو زندہ و آباد فرما۔

حافظ ابوبکر بیہقیؒ ، امام مالکؒ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمایئے کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ اس دعا کے بعد اس شخص کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایت عمر فاقرئہ فی السلام واخبرھم انھم مسقون وقل لہ علیک بالکیس الکیس۔

عمر کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور انہیں بتاؤ۔ اوران سے کہو خوب تدبیر و محنت سے کام لو۔

وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ فاروق نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا:

اے اللہ میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا مگر میں عاجز بندہ ہوں۔ اس روایت کی سند صحیح اور حافظ ابن کثیر نے بھی سن اٹھارہ کے حوادثات میں اسے ذکر کیا ہے۔

(البدایہ، ۷: ۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزان میں اُمت کے اعمال

امام عزبن عبد السلام " بدایۃ السول " میں فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی نبی کے امت کا کوئی فرد اچھا کام کرتا ہے تو اس کا اجر اس نبی کے لیے بھی لکھ دیا جاتا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا دیگر تمام امتوں کے اعتبار سے جنت میں زیادہ حصہ ہوگا۔

آپ کی امت کے بارے میں خود اللہ رب العزت نے فرمایا خیر امۃ اخرجت للناس (یہ بہترین امت ہے جسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے اس جہاں میں مبعوث کیا گیا) اس امت کا خیر امت ہونا اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ یہ معارف احوال و اقوال و اعمال حسنہ کے ساتھ متصف ہے۔

پس کوئی معرفت، کوئی حال، کوئی عبادت، کوئی مقال اور کوئی ایسی شے نہیں جس کے ذریعے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہو اور وہ سرکار نے ہمیں نہ بتایا ہو اور اس کی دعوت نہ دی ہو۔ پس اب قیامت تک سرکار کے ارشاد ہی کے مطابق اس امت کے ہر اچھے کام کا اجر آپ کو بھی ملے گا آپ نے فرمایا:

من دعا الی ھدی کان لہ اجرہ واجر من عمل بہ الی یوم القیامۃ۔	جس شخص نے کسی کو اچھے کام کی رہنمائی کی تو اسے قیامت تک دوسرے شخص کے عمل کا اجر ملتا رہے گا۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ حدیث مبارک میں آتا ہے :

الخلق عیال اللہ واحبھم الیہ انفعھم لعیالہ۔	تمام مخلوق اللہ رب العزت کی عیال ہے پس اس مخلوق میں سے اللہ کے نزدیک وہی شخص زیادہ محبوب ہوگا جو اس مخلوق کے لیے باعثِ نفع ہو۔

چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ مخلوق کو فائدہ پہنچایا جبکہ انبیاء علیہم السلام نے ایک حصے کو فائدہ پہنچایا۔ لہٰذا کل قیامت کے دن اللہ رب العزۃ کی بارگاہ میں سرکار کی قدر ومنزلت، قرب زیادہ ہوگا۔ امت کے ہر عارف کی معرفت، ہر صاحب حال کے حال، ہر صاحب قال کے قال اور اللہ کے قرب کے حصول کے لیے ہر عامل کا عمل مثلاً نماز، زکوٰۃ، غلاموں کو آزاد کرنا جہاد اور نیکی کرنا، ذکر وصبر وعفو ودرگزر کرنا ـــــ ان تمام اعمال کا اجر آپ کو بھی حاصل ہوگا۔

اسی طرح آپ کی امت میں سے جب بھی کوئی فرد آپ کی رہنمائی میں عمل کر کے کوئی مرتبہ ودرجہ پائے گا۔ آپ کو اس سے بڑھ کر درجہ عطا کیا جائے گا۔ اور یہ درجہ تمام عالمین سے دوگنا بلند ہوگا۔ آپ کا درجہ دوگنا ہونا اس لئے ہے کہ آپ نے تمام کی رہنمائی فرمائی اور آپکو تمام عالمین کی طرف مبعوث کیا گیا۔

اسی فضل وکرم کو دیکھ کر معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ انہوں نے آپ پر رشک کیا کہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے والی امتوں میں سب سے زیادہ تعداد سرکار کی امت کی ہوگی

یہاں یہ بات واضح کر دینا مناسب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کسی حسد کی بنا پر نہیں روئے جیسا کہ بعض جاہلوں کا قول ہے بلکہ آپ نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہم آپ جیسا مقام ومرتبہ نہ پا سکے۔

وامحمداہ ، یامحمداہ

حافظ ابن کثیر نے امام احمد بن حنبلؒ سے حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق حاضر ہوئے۔ کپڑا مبارک اٹھایا۔ آپ کی زیارت کی اور پڑھا:

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ بے شک ہم اللہ کے لیے پیدا ہوئے اور اسی کی طرف واپس جانا ہے۔ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔

ثم اتاہ من قبل رأسہ فحدر فاہ وقبل جبھتہ ثم قال وانبیاہ ثم رفع رأسہ فحدر فاہ وقبل جبھتہ وقال واصفیاہ ثم رفع رأسہ وحدر فاہ وقبل جبھتہ وقال واخلیلاہ مات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(البدایہ، ۵ : ۲۴۲)

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور علیہ السلام کے سر اقدس کی طرف سے آئے اور منہ مبارک کے ساتھ چمٹ گئے اور پیشانی چومی اور روتے ہوئے عرض کیا آہ اے میرے پیارے نبی پھر آپ نے سرکار کا سر اٹھایا منہ مبارک کے ساتھ چمٹے پیشانی چومی اور عرض کیا اے منتخب ذات! پھر آپ نے وہی عمل دہرایا اور عرض کیا آہ اے میرے پیارے خلیل! سرکار کا وصال ہوگیا ہے۔

امام دارمیؒ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے دردناک کیفیت میں مجھ سے فرمایا اے انس

کیف طابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تم میں سرکار کی تدفین کا کیسے حوصلہ ہوا؟

علیہ وسلم التراب ؟

اس کے بعد آپ نے یہ کلمات کہے :

یاابتاہ من ربہ ما ادناہ	اے اباجان آپ کو رب تعالیٰ کا کیسا
واأبتاہ جنۃ الفردوس	قرب ملا ہے۔ اباجان اب آپکا مسکن
ماداہ واأبتاہ الی جبریٔل	جنت الفردوس ہے۔ اباجان اب جبرئیل
ننعاہ واابتاہ اجاب	کا زمین پہ (وحی لے کر) آنا بند ہو جائیگا۔
ربادعاہ۔	اور اے اباجان آپ نے اپنے رب
	کے بلاوے پر لبیک کہدیا ہے۔

حضرت حماد فرماتے ہیں۔ جب یہ روایت حضرت ثابت رضی نے بیان کی تو رو پڑے اور فرمایا جب حضرت انس رضی نے یہ روایت بیان کی تھی تو وہ بھی رو پڑے تھے۔

(سنن دارمی ۱: ۴۱ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر مسلمانوں کا نعرہ یا محمداہ تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید کمانڈر تھے اور اس میں فتح ہوئی۔ فتح کے بعد آپ آرام کرنے کے لیے پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ دشمن نے آپ کے تعاقب میں شاہسوار روانہ کیے تاکہ وہ آپ کو قتل کرسکیں۔ حضرت خالد بن ولید واپس مڑے اور صحابہ کی دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے انا ابن ولید العود۔ أنا ابن عامر و زید۔

ثم نادی بشعار المسلمین	پھر آپ نے مسلمانوں کے نعرے کے
وکان شعارھم یومئذ	ذریعے پکارا۔ یاد رہے کہ اس جنگ میں
یا محمداہ۔	مسلمانوں کا نعرہ یا محمداہ تھا

(البدایہ، ۶: ۳۲۴)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک صحابی کو اپنی ذات سے توسل کا طریقہ سکھانا

امام حاکمؒ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ سرکار کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر تھے کہ ایک اندھا شخص آیا اور اپنی نظر کے نہ ہونے پر سرکار سے شکایت کی اور عرض کیا:

یا رسول اللہ لیس لی قائد	یا رسول اللہ میرا کوئی ایسا سہارا نہیں
و قد شق علیّ فقال رسول	جس کی مدد سے چل سکوں یقیناً چلنا
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ	مجھ پر دشوار ہے۔ سرکار نے فرمایا تم وضو
وسلم ائت المیضاء فتوضاء	
ثم صل رکعتین ثم قل اللّٰھم	کرو اور دو رکعت نفل ادا کرو اور پھر کہو
انی اسئلک واتوجہ الیک	اے اللہ میں تیرے نبی کے وسیلے سے
بنبیک محمد صلی اللہ	تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں پس مجھے
علیہ وسلم نبی الرحمۃ	بینائی عطا فرما۔ اے اللہ مجھے میری
یا محمد انی اتوجہ بک	آنکھوں اور جسم میں تندرستی عطا فرما۔
الی ربک فیجلی لی عن	اے اللہ حضور کو میرے حق میں
بصری اللّٰھم شفعہ فی	شفیع بنا اور میری درخواست میرے
وشفعنی فی نفسی۔	حق میں قبول فرما)

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں:

فواللہ ما تفرقنا ولا طال	ابھی مجلس برخاست نہیں ہوئی تھی
بنا الحدیث حتی دخل الرجل	نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی کہ وہ شخص
وکان لم یکن بہ ضرر۔	دوبارہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں
میں کبھی اندھا پن تھا ہی نہیں ۔

یہ حدیث مبارکہ امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن اس کی تخریج امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے نہیں کی ۔

ترغیب و ترہیب میں حضرت عثمان بن حنیفؓ کے حوالے سے یہ حدیث مبارکہ یوں مروی ہے :

ان اعمی اتی الی رسول اللہ	ایک اندھا شخص سرکار کی بارگاہ میں
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ آپ اللہ
فقال یا رسول اللہ ادع	سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کی
اللہ ان یکشف لی عن	بینائی واپس دیدے ۔ عرض کیا
بصری قال او ادعک قال	یا رسول اللہ ! نظر کے چلے جانے سے
یا رسول اللہ قد شق علی	مجھے سخت تکلیف ہے ۔ سرکار نے اسے
ذھاب بصری قال فانطلق	فرمایا جاؤ وضو کر کے دو رکعت نفل
فتوضا ثم صل رکعتین	پڑھو اور پھر یوں دعا مانگو اے اللہ
ثم قل اللھم انی اسألک	تجھ سے میں تیرے نبی محمد کے وسیلہ
واتوجہ الیک بنبیک محمد	سے جو نبی رحمت ہیں ، اے محمد آپ
نبی الرحمۃ یا محمد	کے وسیلہ سے میں بارگاہ خداوندی
انی اتوجہ الی ربی بک ان	میں متوجہ ہوں آنکھوں کی بینائی مانگتا
یکشف لی عن بصری اللھم	ہوں ۔ اے اللہ اپنے نبی کو میرے حق
شفعہ فی وشفعنی فی نفسی	میں شفیع بنا اور میری دعا میرے حق
فرجع وقد کشف اللہ عن	میں قبول فرما ۔ اس کے بعد وہ شخص

بصرہ ۔ لوٹا تو اس کی آنکھوں میں بینائی
واپس لوٹ آئی تھی

اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا یہ حسن صحیح وغریب ہے ۔ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ۔ ابن خزیمہ نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ۔ لیکن امام ترمذی کی روایت میں " ثم صل رکعتین " کے الفاظ موجود نہیں بلکہ الفاظ یوں ہیں ۔

وامرہ ان یتوضاء فیحسن وضوءہ کہ اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے لیکن اس کے بعد امام ترمذی نے مذکورہ دعا نقل کی ہے ۔

امام طبرانیؒ نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے لیکن اس کے شروع میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص بار بار حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمانؓ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے ۔

ایک دن اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف سے ہوئی اور اپنی شکایت بیان کی ۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے فرمایا تم وضو کر کے مسجد میں آؤ اور دو رکعت نفل ادا کرو اور اس کے بعد یہ دعا کرو کہ اے اللہ میں تمہارے نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں ۔ یا رسول اللہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت کو پورا کر دے ۔
اس کے بعد تم اپنی حاجت کا ذکر کرنا ۔ لہٰذا تم رات کو آجانا میں تمہارے ساتھ چلوں گا ۔
وہ آدمی چلا گیا اور جو کچھ اسے کہا گیا تھا اس نے کیا ۔ اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گیا ۔ دربان نے دروازہ کھولا اور ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے پاس بٹھا دیا ۔
حضرت عثمان نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے ؟ اور اس کے بعد اس کی حاجت پوری کر دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم نے یہ حاجت پوری کرانے کے لیے اتنی تاخیر کیوں

کی ۔ اس کے بعد فرمایا تمہیں جب کوئی پریشانی ہو تو ہمارے پاس آجایا کرو ۔ جب یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکل کر گھر جانے لگا تو اس کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف سے ہوئی ۔ اس شخص نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ حضرت عثمان تو میری طرف توجہ بھی نہیں کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ تم نے میری ان سے سفارش کی ۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے حضرت عثمان سے آپ کے بارے میں کوئی سفارش نہیں کی ۔ میں ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود تھا ۔ وہاں پر ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نظر کے ضائع ہونے کی شکایت کی ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا کوئی سہارا نہیں ۔ چلنا میرے لیے دشوار ہے ۔ اس پر حضورؐ نے اسے فرمایا تم وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا کرو ۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ابھی مجلس جاری تھی ، وہ شخص دو رکعت نفل ادا کر کے اور دعا کرنے کے بعد دوبارہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا ۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کبھی اندھا تھا ہی نہیں ۔

امام طبرانیؒ اس مبارک حدیث کی مختلف اسناد کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے ۔

حدیثِ مذکورہ اور شیخ ابنِ تیمیہ کی رائے

شیخ ابن تیمیہ نے اس حدیث کا بڑا تفصیلی تذکرہ کیا ہے ۔ اس کے تمام طرق و اسناد کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان بن حنیف کا ایک شخص کے ساتھ مکالمہ بھی ذکر کیا اور تمام کو صحیح قرار دیا اور اپنی کتاب " قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ " میں (ص ۹۵ ، ۹۶) پر مختلف اسناد کے ساتھ اس کی تائید کی ہے ۔

خصائص اہل بیت رضی اللہ عنہم

امام حافظ ابن قیم جلاء الافہام میں فرماتے ہیں جب یہ گھرانہ مطلقاً تمام دنیا کے گھرانوں سے عبادت و شرف کے لحاظ سے مبارک ٹھہرا تو اس کی وجہ اس گھرانے کے چند خصائص ہیں :

۱ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ آل بیت پر صلوٰۃ پڑھیں جیسا کہ وہ اپنے انبیاء اور بزرگوں کے لیے پڑھتے تھے ۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد پر پڑھا جاتا ہے ۔ یہ خاصہ صرف سرکار کے گھرانے کو حاصل ہے ۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو نیک و بد کا ترازو بنا دیا ۔ پس جو کوئی اس گھرانے کی اتباع کرتا ہے وہ سعید اور جو کوئی ان کی مخالفت کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

۳ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو یہ سعادت بخشی ہے کہ انہیں دنیا و آخرت کی تمام شقاوتوں سے بری فرمایا ۔ نہ صرف یہ کہ اس نعمت سے نوازا بلکہ عام لوگوں کی نسبت اسے وہ نعمتیں عطا کیں جن کا کوئی حساب نہیں ۔ اور وہ مقام عطا کئے جن کی بدولت اولین و آخرین کی سعادتوں کو پانے والے بن گئے ۔

۴ ۔ دنیا میں کسی بھی فرد کا کوئی اچھا عمل بھلائی اور طاعت الٰہی کا کام ایسا نہیں جس کا اجر اہل بیت کو نہیں ملتا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے ۔

۵ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مخلوق کے درمیان تمام دروازے بند کر دیئے ہیں اور صرف ان کی اتباع کا دروازہ کھلا رکھا ہے ۔

وعزتی وجلالی لو آتونی من   مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم اگر یہ

کل طریق واستفتحوا من کل باب لما فتحت لھم حتی یدخلوا خلفك۔	میرے بندے ہر راستے اور دروازے سے اگر کھولنے کی التجاء کریں میں ان کے لیے دروازے نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ وہ آپ کی پیروی میں نہ داخل ہوں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوی کو ایسے خصوصی علم و عرفان کی نعمت سے نوازا ہے۔ جو ان کے علاوہ اس کائنات کے کسی خاندان کو نہیں دیا گیا۔ پس اہل بیت، اللہ تعالیٰ اس کے اسماء مبارکہ، صفات، احکامات، افعال، ان کے ثواب، عقاب، شریعت، مقام رضا، مقام غضب، اس کے ملائکہ اور اس کی مخلوقات کے بارے میں تمام دنیا سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اہل بیت کے لیے اولین و آخرین کا علم جمع کیا۔

۷۔ اللہ رب العزت نے اپنی توحید، محبت، قربت کے لیے اہل بیت کو خاص کیا ہے۔ یہ اختصاص ایسا ہے کہ اہل بیت کے علاوہ کسی اور کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو زمین میں تمکن عطا کیا اور ان کی خلافت جاری کی۔ اہل زمین نے ان کی اطاعت کی وہ ان کے علاوہ کسی کے حصے میں نہیں آئی۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو گمراہی اور شرک سے محفوظ رکھا ہے بلکہ ہر اس عمل سے جو ناپسندیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ برائی کا یوں مٹانا صرف اہل بیت کے ساتھ خاص ہے۔ کسی اور کے لیے یوں کبھی نہیں کیا گیا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کی حفاظت اور بقا کے لیے اہل بیت کے آثار کو قائم و محفوظ رکھا ہے۔ جب تک آثار اہل بیت محفوظ ہیں۔ یہ جہاں قائم رہے گا۔ آثار اہل بیت کا ختم ہونا اس جہاں میں اولین خرابی کا باعث ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات میں اہل بیت کی محبت، جلالت و تعظیم پیدا کر رکھی ہے۔

یہ اعزاز اہلِ بیت کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ۔

یوں اگر آج دنیا میں لوگ آرام وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں تو یہ صرف شریعت اور آثارِ نبی ہی کی بدولت کیونکہ یہی آثار لوگوں سے مختلف بلاؤں کے ٹالنے کا باعث بنتے ہیں اور معاملات زندگی کو قائم ودائم رکھنے میں معاون ومدد ہیں۔ آج اگر ہم دشمن کے تسلط میں ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی کی تعلیمات کو ترک کر دیا۔ آج آثارِ نبی اور آثار اہلِ بیت کی بدولت ہم مختلف بیماریوں اور برائیوں سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو جہاں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنے نبی اور آل بیت کے فیوض وبرکات سے نوازے۔ یہ اہلِ بیت کی ہی کرامت وشرافت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی برکات وفیوضات ان کے ہاتھوں سے نازل کئے ۔

حضور علیہ السلام کا اہلِ بیت میں سے کسی کو دوست اور کسی کو اپنا بھائی بنانا بھی دراصل اہلِ بیت کے خصائص میں ہی ہے۔ یہ اہلِ بیت کا ہی صدقہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں کیونکہ سابقہ زمانوں میں کوئی امت اپنے نبی کو جھٹلاتی تھی تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا تھا جیساکہ قوم نوح ، قوم ہود ، قوم صالح ، اور قوم لوط علیہم السلام کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تورات ، انجیل اور قرآن پاک نازل کر کے اس عذاب کو ختم کر دیا۔ لہٰذا اب اگر کوئی نبی کو جھٹلاتا ہے تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ پس اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرنا ، ان کے سینے میں شفا بخشنا ، ان کو شہید کا درجہ دینا اور اسی طرح دشمن کو ہمارے ہاتھوں سے شکست دینا دراصل اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لیئے عتاب ہی ہے ۔

زمزم مدینہ

زمزم، یہ مدینہ طیبہ کے ایک کنویں کا نام ہے جو بئر علی کے دائیں طرف ہے، جادہ سے بعید اور مقام حرہ کے قریب ہے۔ اس کے ارد گرد سیمنٹ کی دیوار ہے۔ اس کے کنارے پر ایک شکستہ حوض ہے۔ اہل مدینہ ہمیشہ اس سے پانی حاصل کرتے، اس کا پانی دنیا کے گوشے گوشے میں زمزم مکہ کی طرح جاتا تھا۔ اس کے بارے میں صحابہ سے کوئی اثر منقول نہیں[1] اور یہ بئر سعد کے بھی قریب ہے۔ شیخ جمال الدین المطری لکھتے ہیں "معلوم نہیں کیا یہ راستے کے قریب پہلا کنواں ہے یا یہ؟" اور اس سے تبرک حاصل کیا جانا تواتر سے ثابت ہے۔ اور لکھا شاید یہی وہ کنواں ہے جو حسن بن حسن علی کی اہلیہ فاطمہ بنت حسین نے اس وقت کھدوایا جب ولید کے دور میں سیدہ فاطمۃ الکبریٰ کی رہائش اور حجرات نبوی کو مسجد میں شامل کر دیا گیا تو انہوں نے مقام حرہ میں اپنی رہائش بنوائی تو کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ جب کنواں کھودنا شروع کیا تو نیچے ایک پہاڑ کی طرح چٹان تھی عرض کیا گیا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا کی پھر وضو سے بچا ہوا پانی لے کر کنویں کی جگہ پھینکا اور فرمایا اب کھودو جب انہوں نے دوبارہ کھودنا شروع کیا تو جلد ہی پانی نکل آیا۔

---

[1] شیخ سمہودی نے بئر زمزم کے بارے میں لکھا یہ وادی عقیق کو جاتے ہوئے دائیں جانب جادہ سے دور ہے۔ بئر اہاب کے تحت لکھا کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ آج زمزم کے نام سے مشہور ہے اور حرہ غربیہ میں واقع ہے۔ (المغانم المطابہ فی معالم طابہ صـ ۱۷۲)

انگوٹھی والا کنواں

انگوٹھی والے کنوئیں کو پہلے "بئرِ ادریس" کہا جاتا تھا۔ ادریس ایک یہودی کا نام تھا۔ یہ کنواں مسجد قباء کے بالکل سامنے ہے۔ اب اس کا نام "بئرِ الخاتم" ہے۔ کیونکہ اس کنویں میں سرکار دو عالم کی وہ انگوٹھی پڑی ہوئی ہے جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہی۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری۔ یاد رہے کہ انگوٹھی گرنے کا یہ واقعہ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے ساتویں سال وقوع پذیر ہوا۔ تین دن تک اس انگوٹھی کی تلاش کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن مل نہ سکی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے بجائے معیقیب کے ہاتھوں سے گری تھی۔ اس انگوٹھی کی گمشدگی کو بعض لوگ اسلام کا ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی برکت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اسی دن سے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں فتنے فساد پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ سے قبل یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہی۔

صحیح مسلم میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں: "میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور پھر سرکار کی بارگاہ میں حاضری کے لئے چل نکلا تاکہ سرکار سے مل سکوں۔ کیونکہ اس دن میں سرکار سے نہیں ملا تھا۔ میں نے سرکار کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ سرکار اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں سرکار کے نشانات پر چلتا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے بتایا گیا کہ سرکار بئرِ ادریس پر تشریف لے گئے ہیں میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجوروں کے پتوں کا تھا۔ جب سرکار اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا۔ اب میں حاضر ہوا تو آپ بئرِ ادریس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (المغانم المطابہ فی معالم طابہ للفیروزآبادی، ۲۶)

وادئ عقیق

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع اسلمی ہرن کا شکار کیا کرتے تھے اور ان کا گوشت حضور کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کیا کرتے تھے یہ کبھی تو کچے گوشت کی صورت میں ہوتا اور کبھی بھونے ہوئے گوشت کی صورت میں۔ ایک موقعہ پر وہ گوشت نہ لائے جس پر سرکار دو عالم نے ان سے پوچھا اے سلمہ کیا معاملہ ہے آج تم گوشت نہیں لائے۔ عرض کیا اب شکار گاہ ہم سے دور ہوگئی ہے کیونکہ ہم تیب وغیرہ میں شکار کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم وادئ عقیق میں شکار کیوں نہیں کرتے۔ یقیناً تم وہاں پر شکار پاؤ گے۔ بے شک میں وادئ عقیق کو پسند کرتا ہوں۔

ذکریا ابن ابراہیم سے روایت ہے کہ دو افراد نے وادئ عقیق میں رات بسر کی اور صبح نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا تم نے رات کہاں بسر کی۔ انہوں نے عرض کیا وادی عقیق میں۔ آپ نے فرمایا بے شک تم نے ایک مبارک وادی میں رات بسر کی۔

حضرت عامر بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام وادئ عقیق کی طرف سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ واپسی پر حضرت عائشہ سے فرمایا:

یا عائشۃ جئنا من ھذا	اے عائشہ ہم وادی عقیق سے واپس
العقیق فما الین موطئہ	آرہے ہیں۔ وادی عقیق کی زمین کتنی
واعذب ماءہ	نرم اور اس کا پانی کتنا میٹھا ہے۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم وہاں ہی نہ منتقل ہو جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کس طرح وہاں جا سکتے ہیں۔ وہاں تو لوگوں نے گھر تعمیر کر لیے ہیں۔ حضرت عامر بن سعید سے ہی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام وہاں رات کو سوئے۔

ایک شخص کھڑا ہوا تاکہ آپ کو جگایا جائے لیکن ایک اور شخص نے اس کو روک دیا اور کہنے لگا سرکار کو مت جگانا کیونکہ ان کی نماز قضا نہیں ہوتی۔ یہ کشمکش ان دونوں افراد کے درمیان جاری تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے انہوں نے صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس وادی مبارک میں خواب دیکھ رہا تھا اور تم نے مجھے جگادیا۔

سرکارِ دو عالم کے اوصاف حضرت ام معبد کی زبانی

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ سفر ہجرت حضور علیہ السلام حضرت ام معبدؓ کے گھر کے پاس سے گزرے۔ اس وقت آپ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ اور ان کا غلام عامر بن فہیرہؓ تھے۔ اور عبداللہ بن ارلیقط الدیلی راستہ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ انہوں نے ام معبدؓ سے پوچھا آپ کے ہاں دودھ یا گوشت ہے ہم خریدنا چاہتے ہیں۔ جب ام معبدؓ سے کوئی چیز نہ ملی تو ام معبد کہنے لگی اگر میرے پاس ذرا برابر بھی کوئی چیز ہوتی میں اس وادی میں آپ کو مایوس نہ کرتی بلکہ آپ کی خوب خاطر تواضع کرتی۔ نبی اکرمؐ اور آپ کے ساتھی اس وقت بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ آپ نے ایک بکری دیکھی جو خیمے کے کونے میں باندھی ہوئی تھی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟

ام معبد نے کہا خشک سالی نے اس کی یہ حالت کر دی ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوھ لیں۔ ام معبد نے کہا اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہے تو دوھ لیں۔ نبی علیہ السلام نے بکری کو منگوایا اور اس پہ اپنا ہاتھ پھیرا اور اللہ کا نام لے کر بکری کو دوھیا۔ جس سے سب نے سیر ہو کر دودھ پیا اور باقی دودھ برتن بھر کر ام معبد کے پاس رکھ دیا۔ جب ام معبد کا خاوند گھر آیا تو اتنا دودھ دیکھ

کر حیران رہ گیا۔ اس نے ام معبد سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا۔ حالانکہ گھر میں نہ کوئی دودھ تھا اور نہ ہی بکری دودھ دینے والی ہے۔ اس کے جواب میں ام معبد نے کہا میں صرف اتنا جانتی ہوں۔

مر بنا رجل مبارک کان　　　کہ آج ایک مبارک ہستی کا یہاں سے

من حدیثہ کیت وکیت.　　　گزر ہوا۔ اس کی گفتگو ہی کمال تھی۔

خاوند نے کہا مجھے اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔ خدا کی قسم وہ وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں پھر ام معبد نے اس کے سامنے حضور علیہ السلام کا حلیہ یوں بیان کیا۔

میں نے ایسے شخص کی زیارت کی ہے جو نہایت ہی صاحب حسن و جمال، من موہنے چہرے والا، وہ لاغر نہیں تھا، سر اقدس چھوٹا نہ تھا۔ اس کی آنکھیں نہایت ہی سیاہ، پلکیں لمبی، آواز میں رعب، سرمگیں آنکھیں، لمبی گردن، گھنی داڑھی، بصورت خاموشی پُر وقار، بوقت گفتگو پُر بہار، شیریں کلام، گفتگو میں توازن اور تنظم، ایسے الفاظ جیسے موتی جھڑ رہے ہوں۔ دور سے دیکھنے پر بارعب اور صاحب جمال اور قریب سے دیکھنے پر من موہنے اور صاحب جذب، میانہ قد اتنا طویل نہیں کہ عیب دار ہو، اتنا پست نہیں کہ آنکھ بھر جائے۔ دو شاخوں میں ایسی تر و تازہ شاخ جو دیکھنے میں ان دونوں سے نہایت ہی حسین ہو۔

ام معبد کے خاوند نے کہا خدا کی قسم اگر تو سچ کہتی ہے تو یہ وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں اگر میں یہاں ہوتا تو ان سے التماس کرتا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ رکھ لیں لیکن اب میں ان سے ملنے کی کوشش کروں گا۔

اگلے دن جب صبح ہوئی تو میں نے ایک آواز سنی جو زمین و آسمان پر گونج رہی تھی۔ جسے ہر کوئی سن سکتا تھا۔ لیکن یہ پہچاننا مشکل تھا کہ یہ آواز کون دے رہا

ہے۔ پس کہنے والا یوں کہہ رہا تھا

- اللہ تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو جزائے خیر دے جوام معبد کے خیمے میں اترے۔
- وہ دونوں صاحب ہدایت ہیں پس وہ کامیاب ہوا جو محمد کا ساتھی بن گیا۔
- تم اس خاتون اور اس کے گھر کے در و دیوار سے پوچھو اگر وہ چھپائیں تو بکری سے پوچھو وہ گواہی دے گی۔
- آپ نے ایسی بکری سے دودھ دوھیا جو دودھ نہ دینے والی تھی۔

امام بیہقی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ ضعیف ہے جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں لیکن یہاں ہم صرف چند لطیف نکات بیان کر رہے ہیں۔

ظاہر الوضاءۃ۔ حضور کا جمال ظاہر و باہر تھا۔

ابلج الوجہ ۔ حضور علیہ السلام کے چہرہ انور پر نور چمک رہا تھا۔

لم تصبہ ثجلۃ ۔ ابو عبید فرماتے ہیں اس سے مراد پیٹ کا بڑا ہونا ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے سر کا بڑا ہونا مراد ہے۔

لم تزربہ صعلۃ ۔ سر کا چھوٹا ہونا۔

الوسیم والقسیم ۔ یعنی حضور علیہ السلام خلق اور خُلق کے لحاظ سے حسین ترین شخصیت تھے۔

الدعج ۔ آنکھوں کا سیاہ ہونا۔

الوطف ۔ پلکوں کا لمبا ہونا۔

دفی صوتہ صحل ۔ آواز میں حسن تھا۔

ابو عبید فرماتے ہیں صحل کا لفظ ہرن کی آنکھوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

أزج ۔ پلکوں کا کمان دار ہونا۔

اقرن ۔ پلکوں کا آپس میں ملنا۔

ابو عبید فرماتے ہیں کہ یہ صفت مبارکہ جس میں بیان کیا گیا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کی پلکیں آپس میں مل رہی تھیں ۔ یہ صرف اس حدیث مبارکہ سے ہی ثابت ہے ۔ حالانکہ معروف صفت یہ ہے کہ آپ کی پلکیں متصل نہ تھیں اور آپ کی گردن مبارک لمبی تھی ۔ ابو عبید فرماتے ہیں "سطع" گردن مبارک کا لمبا ہونا ہے ۔ جبکہ بعض علماء نے کہا اس سے مراد "نور" ہے کہ آپ کی گردن سے نور چمک رہا تھا ۔ میرا یہ خیال ہے کہ ان دونوں میں تطبیق ممکن ہے بلکہ واضح ہے کہ گردن مبارک لمبی ہونے کے ساتھ ساتھ چمک دار بھی تھی ۔

اذا صمت فعلیہ الوقار ۔ جب حضور گفتگو نہ کرتے تو آپ نہایت باوقار نظر آتے ۔

واذا تکلم سما ۔ جب آپ گفتگو کرتے تو آپ دوسرے لوگوں پر چھا جاتے ۔ آپکی گفتگو میں بڑی مٹھاس ہوتی اور گفتگو بڑی فصیح ہوتی تھی اور آپ کی گفتگو نہ زیادہ طویل ہوتی اور نہ زیادہ مختصر ۔ بہرکیف آپ کی گفتگو کسی پر گراں نہ گزرتی ۔ آپ کی گفتگو میں یوں ربط ہوتا تھا جیسے کسی ڈوری میں پروے ہوئے موتی ۔ نبی پاک علیہ السلام کی گفتگو کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ وہ بلاغت و فصاحت اور حلاوت کے لحاظ سے ہر کسی کے لیے یکساں قسم کی گفتگو ہوتی تھی ۔

آپ کو دور سے دیکھنے والا مرعوب ہوجاتا اور قریب آنیوالا اپنا دل کھو بیٹھتا یعنی دور و نزدیک سے آپ من موہنے تھے ۔

نبی علیہ السلام کا مبارک قد نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ چھوٹا ۔ بلکہ درمیانی تھا ۔ اور آپ کے صحابہ آپ کی جلالت، عظمت اور محبت کے باعث ہمیشہ آپ کی تعظیم ۔ خدمت کرتے اور حتی الامکان آپ کی اطاعت کرتے ۔ یاد رہے صحابہ حضور کی خدمت کرنے میں نہ کوئی عار محسوس کرتے اور نہ آپ میں کوئی عیب نکالتے بلکہ آپکی زندگی کے ہر معاملے

کو محبوب و آئیڈیل تصور کرتے۔

اور آپ بھی کبھی کسی کو حقیر نہ جانتے، ہر ایک سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہر شخص کے ساتھ حسن معاشرت سے کام لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر ساتھی آپ کو اپنا عظیم و محبوب قائد تصور کرتا۔

(البدایہ والنہایہ، ۶ : ۲۱)

نبی اکرمؐ کا صحابہ کے ساتھ کام میں شریک ہونا

احادیث سے ثابت ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودی بلکہ ہر عمل ان کے ساتھ مل کر کیا۔ دوران غزوہ کبھی تو صحابہ کے ساتھ مٹی اٹھاتے اور کبھی عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھ کر صحابہ کو عمل پر ابھارتے۔ اور پھر صحابہ آپ کے اشعار کا جواب اشعار ہی کی صورت میں دیتے۔ جب صحابہ کرام خندق کھودتے اور مٹی اپنی اپنی پشتوں پر اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھے۔

اللّٰھم ان العیش عیش الاخرۃ فاغفر لانصار والمھاجرۃ

(اے اللہ زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کو مغفرت کا مژدہ سنا دے)

واللہ لولا انت ماھدیتنا ولا تصدقنا ولا صلینا

(اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے)

فانزلنا سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

(اے اللہ ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جنگ کی صورت میں ہمارے قدم ثابت رکھ)

ان الّذین قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ اَبینا

(بے شک وہ کافر جنہوں نے ہم پر حملہ کیا ہے جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں)

صحابہ جس شعر کے ذریعے آپ کے اشعار کا جواب دیتے وہ یہ ہے :

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجہاد ما بقینا أبدا

(ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے)

عالم انسانی کے اندر حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے کام کر کے ایک مثال قائم کر دی کہ رؤسا اور عظماء کام کرنے میں اپنے ماتحت رعایا کی مدد کریں اور پھر مزدوری سے تھکاوٹ کے احساس کو دور کرنے کے لیے زجر و توبیخ سے کام نہیں لیا بلکہ ان کو ایسے ایسے اشعار سنائے جو انہیں کام پر ابھارتے تھے۔

کیا تاریخ انسانیت میں ایسی کوئی شخصیت ہے۔ جس نے اپنی قوم و قبیلے کے ساتھ مل کر یوں کام کیا ہو جیسا کہ نبی علیہ السلام نے کیا بے شک نہیں۔

پس اس لحاظ سے اسلام وہ دین ہے جو تہذیب، حرّیت، عدل و انصاف کا گہوارہ ہے اور یہ دین سراسر بھائی چارگی اور مساوات کا دین ہے۔ کوئی دوسرا نظریہ و دین اس کا ثانی نہیں۔

صبرِ نبوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ یہ خاصہ رہا کہ بڑی سے بڑی مشکل کے وقت بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے۔ اور ہر مصیبت کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ جہلاء سے ملتے تو بڑی حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے۔ آپ کو دینِ اسلام کی تبلیغ میں بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپ ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے۔

واللہ لو وضعوا الشمس	خدا کی قسم اگر یہ قریش میرے دائیں
فی یمینی والقمر فی یساری	ہاتھ میں سورج رکھیں اور بائیں ہاتھ

علی ان اترك هذا الامر	میں چاند، اور یہ کہیں کہ میں دین اسلام
حتی یظھرہ اللہ او اھلك	کی تبلیغ چھوڑ دوں۔ میں یہ نہیں کر
دونه ما ترکته۔	سکتا یہاں تک کہ اللہ اسکو غالب کر دے
	یا میں اس دین کے غلبہ کی کوشش میں شہید
	ہو جاؤں۔

غزوۂ احد کے دن حضورؐ کو قریش کی طرف سے جو تکالیف پہنچیں۔ اس پر صحابہ کرام نے حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ان کفار کے لیے بد دعا کیوں نہیں کرتے، سرکار نے فرمایا:

انی لم ابعث لعانًا ولکن	میں لعنت ملامت کرنے کے لئے
بعثت داعیًا ورحمة۔	نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ مجھے سراپا داعی
اللھم اھد قومی فانھم	اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے اللہ
لا یعلمون۔	میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ مجھے نہیں جانتے۔

قریش کے وہ تین بڑے اشخاص جو مخالفت کے باوجود حضورؐ کے صدق و امانت کا اقرار کرتے تھے

۱۔ ایک شخص ابو جہل سے ملا۔ اور کہا، اے ابو الحکم! یہاں تیرے اور میرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور نہ ہی ہماری گفتگو کے متعلق کوئی مخبری کرنے والا ہے۔ مجھے حضورؐ کے بارے میں بتاؤ کہ آیا وہ شخص سچا ہے یا جھوٹا؟ ابو جہل نے جواب دیا:

واللہ ان محمدًا لصادق	خدا کی قسم یقینًا محمد سچے ہیں۔ اور انہوں
وما کذب محمد قط۔	نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اس کے باوجود وہ بغض اور تکبر کے باعث اسلام نہ لایا۔

۲۔ ابوسفیان کے اسلام لانے سے قبل ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تمہارا احمدؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم اُسے جھوٹا گردانتے ہو۔؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

۳۔ نضر بن ابی حارث نے قریش کے ان لوگوں سے کہا جو حضورؐ کا انکار کرتے تھے۔ اے قریش کے لوگو محمدؐ تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے تمہارے درمیان پرورش پائی۔ تم میں سے کوئی شخص صدق و امانت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہانتک کہ اب اس کے بال سفید ہو گئے۔ پس وہ تمہارے لیے وہ احکامات لایا ہے جو اسے اللہ رب العزت کی طرف سے ملے ہیں۔ تم اُسے جادوگر ہونے کا طعنہ دیتے ہو۔ خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے۔

قریش کے مذکورہ تینوں اشخاص حضور علیہ السلام کے صدق و امانت کے بارے میں متفق تھے۔ فضیلت و عظمت دراصل وہی ہوتی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کرے۔

چہرۂ انور کا حُسن و جمال

آپ کے نعت خواں تمام صحابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور ہمیشہ یوں چمکتا تھا جیسے موتی چمک رہے ہوں۔ آپ کے اسی چمک دار چہرے کی وجہ سے ہی صحابہ کرام میں ضرب المثل مشہور تھی۔

نور رہ صلی اللہ علیہ	حضور کے چہرے سے نور یوں ٹپک
وسلم بالشمس	رہا ہے جیسے سورج۔

بعض صحابہ آپ کے چہرۂ انور کو چاند کہتے اور بعض صحابہ آپ کے چہرے سے نکلنے والی چمک کو چاند کی چاندنی قرار دیتے۔ حضرت کعب کا قول حدیث صحیح میں موجود ہے:

وکان اذا سر صلی اللہ علیہ	جب سرکار خوش ہوتے تو آپ کا
و آلہٖ وسلم استنار وجھہ	چہرۂ انور اس طرح چمک اٹھتا گویا چاند
کانہ قطعۃ قمر۔	کا ٹکڑا ہے۔

وصّاف نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	آپ پر وقار شخصیت کے مالک تھے۔
و آلہٖ وسلم فخماً مفخماً یتلألأ	آپ کے چہرۂ انور سے یوں موتی چمکتے
وجھہ صلی اللہ علیہ و آلہ	ہوئے محسوس ہوتے جیسے چودھویں
وسلم تلألؤ القمر لیلۃ البدر	رات کے چاند کی چاندنی۔

حضرت جابر بن سمرۃ نے چودھویں کی رات آپ کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ میں نے چہرۂ مصطفوی اور چاند کے درمیان موازنہ کیا۔

فلھو عندی احسن من	پھر میں نے فیصلہ کیا کہ نبی اکرم میرے
القمر۔	نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

ایک شخص نے حضرت براء بن عاذب سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا چہرہ تلوار کی مانند تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہر گز نہیں بلکہ چاند جیسا تھا۔

(البخاری، الترمذی)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی مانند اور گولائی میں تھا۔

ابو نعیم نے حضرت عائشہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

کان صلی اللہ علیہ و آلہ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے کے
وسلم احسن الناس وجھاً	لحاظ سے تمام کائنات سے خوبصورت

وانورهم لونًا لم يصفه واصف الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر وكان عرقه في وجهه مثل اللؤلؤ واطيب من المسك الاذفر.

تھے۔ آپ کے چہرے کا رنگ ایسا تھا کہ ہر بیان کرنے والے نے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے اور نبی اکرم کے چہرے پر جو پسینہ آتا ۔ وہ تیز خوشبودار کستوری سے بھی زیادہ خوشبو دیتا تھا ۔

حضرت ربیع بن معوذ سے فرمایا گیا کہ آپ ذرا سرکار کے اوصاف ہمیں بتائیے ۔ آپ نے فرمایا :

یا بنی لو رایته لرایت الشمس طالعة ۔

اے میرے بیٹے اگر آپ انہیں دیکھ لیں تو پھر یوں سمجھ لیں کہ آپ نے سورج کو دیکھ لیا ۔

اسے امام ترمذی اور بیہقی نے روایت کیا ہے ۔

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں :

كأن الشمس تجري في وجهه

حضور کا چہرہ انور یوں چمکتا تھا جیسے کہ سورج آپ کے چہرے میں اتر آیا ہو۔

ام معبد نے سرکار کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا :

رایت رجلا ظاهر الوضاءة حسن الخلق مليح الوجه تسيمًا وسيمًا ۔

میں نے ایک شخص دیکھا جس کا جسم چمک دار تھا جو اچھے اخلاق کا مالک تھا۔ اور اس کا چہرہ بڑا ہی پرکشش تھا ۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا ۔ امام حاکم نے اسے بیان کرنے کے بعد صحیح قرار دیا اور یہ روایت شہرت کے درجہ پر فائز ہے ۔

اولادِ آدم کے سردار

حافظ امام دارمی سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں ۔ ایک دن صحابہ حضور کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ جب نبی اکرم اپنے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے صحابہ کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ۔ بعض صحابہ اس بات پر تعجب کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کی ۔ اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ روح اللہ ہونے پر تعجب کر رہے تھے ۔ اسی طرح بعض حضرت آدم کے صفی اللہ ہونے پر اظہارِ خیال کر رہے تھے ۔ آپ تشریف لائے ، فرمانے لگے :

قد سمعت کلامکم وعجبکم ان ابراھیم خلیل اللہ و کذالک وموسیٰ نجیہ و ھو ذالک وعیسیٰ روحہ وکلمتہ وھوکذالک و آدم اصطفاہ اللہ وھو کذالک الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وأنا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم و من دونہ ولا فخر و أنا اوّل شافع واوّل مشفع

میں نے تمہاری گفتگو اور تعجب کو سن لیا ۔ یقیناً ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں ۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں ۔ عیسیٰ روح اللہ ہیں اور آدم اصطفاہ اللہ ہیں ۔ سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ۔ قیامت کے دن حمد و ثناء کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا جس کے سایے تلے آدم اور ان کی اولاد ہوگی مگر مجھے کوئی فخر نہیں ۔ یوم قیامت سب سے پہلے شفیع میں ہوں گا مگر مجھے فخر کوئی نہیں ۔ میں وہ پہلا شخص ہوں گا

يوم القيامة ولا فخر وأنا اوّل يحرك بحلق الجنة ولا فخر فيفتح الله فيدخلنيها و معي فقراء المؤمنين ولا فخر وانا اكرم الاوّلين و الآخرين على الله ولا فخر

(سنن دارمی ۱ : ۳۰)

جس کے لیے جنت کو کھولا جائے گا۔ مگر مجھے فخر کوئی نہیں۔ اللہ تعالی جنت کو میرے لئے کھولے گا۔ اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا۔ پس میرے ساتھ مومنین فقراء ہوں گے۔ مگر مجھے فخر کوئی نہیں۔ میں اولین و آخرین میں سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں لیکن مجھے فخر کوئی نہیں۔

طبِ نبوی

حدیث مبارک ہے :

ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل القثاء بالرطب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھیرے اور ککڑی کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے۔

ترمذی میں روایت ہے:۔

انه جمع بين البطيخ و الرطب وقال يكسر حر هذا برد هذا.

حضور تربوز اور کھجور ملا کر تناول کرتے اور فرماتے۔ ایک کی گرمی کو دوسرے کی سردی ختم کر دیتی ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں آپ کے اس عمل سے مختلف ذائقوں والے کھانوں کا جواز اخذ کیا جا سکتا ہے اور ان مختلف ذائقوں والی اشیاء کو میڈیکل کی نقطۂ نظر سے کھایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کھجور میں حرارت ہوتی ہے جبکہ کھیرے اور ککڑی میں برودت۔ جب نبی

اکرمؐ نے ان دونوں کو کھایا تو ان میں اعتدال آگیا۔ یہ طریقہ کار میڈیکل کی رُو سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

نبی اکرمؐ کے فراق میں کھجور کے تنے کا رونا

سنن دارمی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور آپ کا قیام بڑا لمبا ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ کے لیے کھجور کا ایک تنا لا کر گاڑا گیا تاکہ آپ قیام کے دوران اس تنے کی ٹیک لگا کر خطاب کیا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطاب کے دوران تھکاوٹ محسوس کرتے تو اس کا سہارا لیتے تھے۔

ایک دفعہ شہر مدینہ سے باہر کا آدمی سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ آپ اس تنے کا سہارا لیے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے صحابی سے عرض کیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ نبی اکرمؐ خوش ہوں گے تو میں آپ کے لیے منبر بنا لوں۔ کیونکہ منبر کی صورت میں آپ اس پر بیٹھ بھی سکتے ہیں اور قیام بھی کر سکتے ہیں۔ جب یہ خبر نبی اکرم کے پاس پہنچی تو آپ نے اس صحابی کو بلا کر فرمایا کہ تم تین یا چار پاؤں والا منبر بناؤ۔ یہی منبر آج بھی مسجد نبوی میں ہے۔ جب وہ صحابی منبر بنا کر لایا اور سرکار اس کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطاب کرنے لگے۔ مفارقت کی وجہ سے وہ تنا رونے لگا جیسا کہ اونٹنی اپنے بچے کی مفارقت پر روتی ہے۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اختر ان اغرسک فی المکان　　　اے تنے تمہیں اختیار ہے اگر تم

الذی کنت فیہ فتکون	پسند کرو تو میں تمہیں وہاں ہی گاڑ
کما کنت وان شئت ان	دوں جہاں تو تھا پس تم سابقہ حالت
اغرسک فی الجنۃ فتشرب من	میں واپس پلٹ آؤ گے اور اگر پسند
انھارھا وعیونھا فیحسن	کرتے ہو تو میں تمہیں جنت میں گاڑ
نبتک وتثمر فیا کل اولیاء	دوں تاکہ تو جنت کی نہروں اور چشموں
اللہ من ثمرتک وتخلک۔	سے پانی وغیرہ حاصل کر کے اپنی پرورش

کر سکے۔ یوں تمہاری ٹہنیاں اور پھل خوبصورت ترین ہوں گے۔ اور تمہارے پھل اولیاء اللہ کھایا کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی اکرمؐ سے گفتگو سننے کے بعد عرض کیا نعم! یعنی مجھے جنت میں رہنا پسند ہے۔ پھر نبی اکرمؐ نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا میں جنت میں رہنا پسند کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ تنا رونے لگا اور ہم نے اس کی آواز کو سنا۔ لیکن جب سرکار نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ تنا رونے لگا تو سرکار نے اسے اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا:

لولم احتضنہ لحن الی یوم	اگر میں اسے گود میں نہ لیتا تو یہ
القیامۃ۔	قیامت تک روتا رہتا۔

(الدارمی، ۱: ۲۳)

دونوں جہانوں پر سرکار کی فضیلت

امام دارمی نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کو تمام انبیاء اور تمام آسمان والوں پر فضیلت دی ہے۔ حضرت ابن عباس سے

لوگوں نے پوچھا کہ کس چیز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان والوں پر فضیلت دی۔

ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا:

ومن یقل منھم انی إلٰه	اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں انکے سوا
من دونه فذلك نجزیه	خدا ہوں پس ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے
جھنم کذلک نجزی الظالمین	ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے بارے میں فرمایا:

انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔	ہم نے آپکو واضح فتح عطا کی اور اللہ یہ
لیغفر لک اللہ ما تقدم	اعلان فرما رہا ہے کہ وہ آپ کے تمام گذشتہ
من ذنبک وما تأخّر	اور آئندہ اقدامات پر راضی ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے ابن عباس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو باقی انبیاء پر فضیلت کیسے دی؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلنا من رسول	ہم ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان سکھا کر
الآ بلسان قومه لیبین	بھیجتے ہیں تاکہ وہ انہیں ہمارا کلام واضح
لھم۔	کر کے سنا سکیں۔

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وما ارسلنٰك إلا کافة	ہم نے آپکو تمام جہانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ (الدارمی ۱: ۲۹)

وہ اشیاء جنہیں آپ نے کبھی رد نہ کیا

ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ :

تین اشیاء ایسی ہیں جن کو کبھی سرکار نے رد نہیں کیا ، ان میں دودھ تکیہ اور خوشبو شامل ہیں ۔

کسی شاعر نے یوں بیان کیا :

قد کان من سیرۃ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ اللہ طول الزمن

(سرورِ عالم کی سیرت میں ہے آپ کا معمول تھا)

ان لا یرد الطیب والمتکا والتمر واللحم معا واللبن

(کہ خوشبو ، تکیہ ، دودھ ، کھجور اور گوشت کبھی رد نہ فرماتے)

حافظ امام سیوطیؒ نے ان اشیاء کی تعداد سات تک بیان کی ہے :

عن المصطفیٰ سبع یسن قبولھا اذا ما بھا اتحف المرء خلان

(سات اشیاء کو قبول کرنا سرورِ عالمؐ کی سنت ہے جب کوئی دوست بطور تحفہ دے)

فحلو والبان ودھن وسادۃ ورزق لمحتاج وطیب وریحان

(میٹھی چیز ، دودھ ، تیل ، تکیہ ، خوشبو ، پھول اور محتاج کے لئے رزق)

طبقاتِ شعرانی میں سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ :

ماء زمزم بمنزلۃ الطیب کہ زمزم کا پانی خوشبو کی مانند ہے ۔

لا یرد لہٰذا اسے رد نہ کیا جائے ۔

عظیم معجزہ

ابوعبید سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعوت

کا اہتمام کیا۔ نبی اکرم نے آپ سے فرمایا:

مجھے سامنے والی دستی کا حصہ دو۔ کیونکہ آپ کو بکری کی سامنے والی دستی کا حصہ پسند تھا۔ پس ابوعبید نے وہ حصہ پیش کر دیا۔ نبی اکرم نے دوبارہ فرمایا مجھے سامنے والی دستی دو، پس لا کر دی گئی۔

ثم قال ناولنی الذراع فقلت یانبی اللہ دکم للشاۃ من ذراع؟ فقال والذی نفسی بیدہٖ ان لو یکن لاعطیت اذرعًا ما دعوت بہ	اس کے بعد جب نبی اکرم نے سامنے والی دستی کا حصہ مانگا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ بکری کی سامنے کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ پھر سرکار نے فرمایا اللہ رب العزت کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر تو

خاموش رہتا تو جتنی دفعہ میں تجھ سے دستی مانگتا اتنی ہی دفعہ تو ہمیں دستی دیتا۔

زم زم سے محبت اور مدینے میں ماءِ زمزم منگوانا

نبی اکرمؐ کا یہ معمول تھا کہ آپ مدینے میں رہتے ہوئے ماءِ زمزم منگوانے کے لئے اپنے صحابہ کو مکہ بھیجا کرتے تھے۔ اور آپ ماءِ زمزم سے بڑی محبت کرتے۔

الاصابہ میں اثیلہ خزاعی کے بارے میں موسیٰ بن طارق سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سہیل بن عمرو کی طرف خط لکھا:

وان جاءک کتابی لیلًا فلا تصبحن او نہارًا فلا تمسین حتی تبعث الی من ماء زمزم۔	اگر تمہیں میرا خط رات کو ملے تو صبح سے پہلے اور اگر دن کو ملے تو شام سے قبل میری طرف ماء زمزم بھیجو۔

حضرت سہیل بن عمر نے ازہیر نامی اپنے غلام کو حضور کی طرف دو مشکیزے بھر کر روانہ کئے۔

امام فاکھی نے ام معبد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ میرے خیمے کے قریب سے سہیل کا غلام ازھیر گذرا۔ اس کے پاس پانی کے دو مشکیزے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے۔ بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے مالک کی طرف خط لکھا ہے کہ میرے لیے ماءِ زمزم بھیجو۔ پس اب میں وہی پانی لے کر جلدی مدینے جا رہا ہوں تاکہ کہیں یہ پانی خشک نہ ہو جائے۔

نورِ محمدی کا
مختلف انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہونا

جامع الاصول کے مصنف امام شیبانی نے ایک حدیث مبارکہ نقل کی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کنت نوراً[1] بین یدی اللّٰہ عزوجل قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح اللّٰہ ذالک النور و تسبح الملائکۃ بتسبیحہ فلما خلق اللّٰہ آدم اودع ذلک النور طینتہ	آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل میں بطور نور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں موجود تھا۔ یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا اور تمام ملائکہ اس تسبیح کی اتباع کرتے۔ جب اللہ رب العزت نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو آدم علیہ السلام کے مادے میں رکھا۔

---

[1] قولہ کنت نوراً۔ اسے امام مسلم کے استاذ شیخ محمد بن عمر العدنی نے مسند میں، محدث ابن الجوزی نے الوفا جلد ۱ ص ۲۵ اور موضوعات میں، امام سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ جلد ۱ ص ۳۲۵ میں ذکر کیا۔ قاضی عیاض نے الشفاء جلد ۱ ص ۸۳ میں ذکر کر کے لکھا کہ اس حدیث کی صحت پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے وہ مشہور اشعار بھی شاہد ہیں جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین کی طرف بھیجا اور نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھ کر کشتی میں رکھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اُس وقت مجھے ابراہیم خلیل اللہ کی پشت میں رکھا

ولم یزل الله عزوجل ینقلنی	یوں اللہ رب العزت مجھے پاک وصاف
من الاصلاب الطاهرة الی	پشتوں سے منتقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک
الارحام الزکیة الفاخرة	کہ مجھے میرے ماں باپ سے میرا ظہور کرایا۔
حتی اخرجنی الله من بین	میرے ماں باپ نے کبھی بدکاری
ابوی وهما لم یلتقیا علی	نہیں کی۔
سفاح قط۔	

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی مدح ونعت ان اشعار میں کہی :

من قبلها طبت فی الظلال وفی   مستودع حیث یخصف الورق

(آپ اس وقت بھی جنت کے باغات میں حضرت آدم کی پشت میں تھے جب وہ پتے سی رہے تھے)

ثم هبطت البلاد لا بشر أنـ   ـت ولا مضغة ولا علق

(پھر آپ زمین پر آئے جب نہ بشر تھا، نہ گوشت اور نہ لوتھڑا)

بل نطفة ترکب السفین وقد   الجم نسرا واهله الغرق

(پھر کشتی نوح میں سوار ہوئے جب اہل نسر کو غرق کیا)

تنقل من صلب الی رحم   اذا مضی عالم بدا طبق

(آپ اس وقت پشت سے رحم کی طرف منتقل ہوئے جب اس عالم کی ابتدا نہیں ہوئی تھی)

وردت نار الخليل مستترا   فی صلبه أنت کیف یحترق

(نارِ ابراہیم میں ان کی پشت میں آپ تھے، پھر وہ کیسے جلتے؟)

حتی احتوی بیتک المہیمن من   خندف علیاء تحتہا النطق

یہ اشعار عظیم محدث حافظ ابن عبد البر نے حضرت خریم بن اوس کے حالات میں ذکر کیے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گیا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے۔ میں نے اس وقت آپ کے چچا حضرت عباس کو سنا کہ وہ سرکار سے عرض کررہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں آپ کی شان میں کچھ کلمات کہنا چاہتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

قل لا یفضض اللہ فاک۔   کہو اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو بیماری سے محفوظ رکھے

اس کے بعد حضرت عباس نے مذکورہ اشعار کہے۔ اس کے بعد حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں یہ تمام اشعار جریر بن اوس نے بھی روایت کیے ہیں جو کہ خریم بن اوس کے بھائی ہیں۔ (الاستیعاب جلد ۳ ص ۲۴۰)

راقم کا خیال ہے کہ جریر اپنے بھائی خریم کے ساتھ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے یہ جریر بن اوس طائی ہیں جنہوں نے سرکار کی طرف اس وقت ہجرت کی جبکہ آپ غزوۂ تبوک سے واپس آرہے تھے۔ اور یہ مسلمان بھی ہوگئے اور عباس بن عبد المطلب کے اشعار کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ضریح اور خریم دونوں سرکار کی بارگاہ میں تشریف لائے اور انہوں نے عباس کے شعر سنے اور روایت کیے۔ (الاستیعاب، ۳: ۲۴۰)

راقم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے یہ تمام اشعار الاصابہ میں حضرت خریم کے حالات میں نقل کیے ہیں اور کہا انہیں ابن خثیمہ، محدث بزار اور ابن شاہین نے

نقل کیا ہے۔ (الاصابہ، ۱ : ۴۳۳)

راقم ایک اہم فائدہ پر آگاہ ہوا۔ اور وہ یہ ہے امام حاکم نے بھی مستدرک میں ان اشعار کو حضرت خریم سے نقل کیا۔ ذہبی نے انہیں ثابت رکھا حالانکہ وہ شدت و تنقید میں مشہور ہیں۔ اُس کے بعد امام فرماتے ہیں یہ اعراب کی اپنے آباء سے روایت ہے اور وہ وضع کرنے والے نہیں ہوتے۔

(المستدرک و تلخیصہ، جلد ۳ : ص ۳۲۷)

حافظ ابن کثیر نے یہی اشعار حمید ابن منہب کے حوالے سے سیرت نبویہ، جلد ا ص ۱۹۵ میں نقل کئے ہیں کہ میرے دادا خریم بن اوس نے بیان کیا کہ وہ سرکار کی طرف ہجرت کر کے گئے اور انہوں نے حضرت عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا:

یارسول اللہ انی ارید ان	یارسول اللہ! میں آپ کی نعت پڑھنا
امتدحك فقال لہ النبی	چاہتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	وسلم نے فرمایا اے عباس کہہ۔ اللہ
وقل لا یفضض اللہ فاک.	تعالیٰ تیرے منہ کو ہر بیماری سے محفوظ رکھے۔

اس شعر کو حسان بن ثابت کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ شعر حضرت عباس کے ہیں۔

سورۂ شعراء کی آیت کریمہ وتقلبک فی الساجدین کے تحت جو تفسیر حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ بھی ان اشعار کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ ابن عباس فرماتے ہیں: تقلبک فی الساجدین کا معنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا۔ ابن حاتم، ابن مردویۃ اور ابو نعیم نے دلائل میں اسے

نقل کیا ہے ۔ (الدر المنثور جلد ۵ ص ۹۸)

ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور ابن جوزی ان تمام نے تقلبک فی الساجدین کے تحت یہی تفسیر کی ہے جبکہ حضرت مجاہد کا قول یہی ہے کیونکہ سفیان بن عینیہ فریابی، حمیدی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ساسی سعی میں بزار اور طبرانی نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے:

ما نبی الی نبی حتی اخرجت نبیاً۔	میں ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں بحیثیت نبی اس دنیا میں آیا۔

ان مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ایک ایسا امر ہے جو حضرت عباس کے ان اشعار سے بھی ثابت ہے جو انہوں نے امام الانبیاء کے سامنے پڑھے اور پھر سرکار نے ان اشعار کی تائید کی۔ یہ مسئلہ نقلاً ثابت شدہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود آجکل کے بعض کم عقل و کم فہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ذاتی تھا جو صرف ذات محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ پس آپ ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف اور ایک رحم سے دوسرے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ اس طرح کا قول کرنا جاہل اور پاگل لوگوں کا کام ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ حق یہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ذاتی نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص تھا بلکہ یہ ایک تمام مخلوق کے لیے ہے۔ یعنی تمام اولاد کے لیے ہے جو مختلف انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں رہتے رہے ہیں۔

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود تو اتم و اکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو دنیا میں تشریف آوری کے بارے میں علم حاصل ہے۔ حضور علیہ السلام کے ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونے سے ہر نبی جس کی پشت میں آپ کا نور رہا اس کا مقام و مرتبہ پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہوا۔

سرکار کے اس خاصے کی وجہ سے آپ کو دوسروں پر امتیاز حاصل رہا اور یہ نبی اکرم کا خاصا ہے۔ جبکہ آپ کے علاوہ باقی مخلوق کو صرف الست بربکم کے وعدے کا علم ہے۔ لیکن اب وہ بھی نہ علمی طور پر اور نہ شعوری طور پر اس کا ادراک ہے مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم حاصل ہے

اس بات کی تائید اس معنی سے ہوتی ہے جس کا ادراک اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا اور وہ یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد ان کی پشت میں جنت میں تھی۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

وهل أخرجكم من الجنة الا خطيئة أبيكم آدم وفي محاجة موسى لآدم أنت الذي أخرجت الناس من الجنة بخطيئتك	تمہیں جنت سے آدم علیہ السلام کی ایک لغزش سے نکالا گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی آدم سے جو گفتگو ہوئی اس میں بھی موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم آپ کی لغزش کیوجہ سے لوگوں کو جنت سے نکالا گیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کی پشت مبارک سے تمام ذریت کو نکالا تو انہیں ملائکہ نے دیکھا۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے پشتِ آدم سے ان کی ذرّیت کو نکالا اور انہوں نے ان میں سے ایک کو دیکھا۔

امام شمس الدین سلفی کا قول کتنا ہی اچھا ہے:

تنقل احمد نورا عظیمًا تلألأ فی جباہ الساجدینا

(نورِ احمدی نورِ عظیم کی صورت میں منتقل ہوتا رہا اور ساجدین کی پیشانیوں میں چمکتا رہا)

تقلب فیہم قرنًا فقرنًا الیٰ ان جاء خیر المرسلینا

(اور یہ ہر ہر زمانے میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام رسولوں سے بہتر و منتخب ہو کر تشریف لائے)

(مسالک الحنفا للسیوطی)

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا۔ یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا اس کے جواب میں سرکار نے فرمایا:

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ۔

اے جابر یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

اسے امام عبدالرزاق صنعانی نے اپنی سند سے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔

(المواہب اللدنیہ ۱: ص ۹)

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی

حدیث بیان کی ہے لیکن یہ حدیث ترمذی شریف کی اس حدیث کے معارض و مخالف نہیں۔

اوّل ما خلق اللہ القلم۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔

کیونکہ ان دونوں احادیث میں تطبیق ممکن ہے کہ قلم کی تخلیق اوّل نورِ محمدی کے علاوہ دیگر اشیاء کی تخلیق کے لحاظ سے ہے۔ اور رہا مسئلہ سرکار کے نور کی تخلیق کا تو وہ ہر شے کی تخلیق سے پہلے ہوئی۔ نورِ محمدی کی تخلیق اول پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو علی بن حسین نے اپنے دادا حضرت علی کے حوالے سے بیان کی ہے۔

کنت نوراً بین یدی ربی۔ میں اپنی تخلیق سے قبل نور کی صورت میں اللہ کے سامنے موجود تھا۔

اس حدیث کو حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن القطان نے احکام میں نقل کیا ہے۔

یاد رہے کہ ابن القطان مشہور و معروف ناقدِ حدیث ہیں اور روایت، حفظ و اتقان میں جرح و قدح کے حوالے سے بڑی شدّت اختیار کرتے ہیں۔

آپ کی نورانیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے بھی ثابت ہے:۔

قد جاءکم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبین۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتابِ مبین آئی۔

اکثر علماء نے اس آیتِ کریمہ میں نور سے مراد آپ کی ذات لی ہے۔ جن میں طبری، امام ابن ابی حاتم، امام قرطبی شامل ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی بالنور محمد۔ (نور سے محمد عربی کی ذاتِ اقدس مراد ہے) (تفسیر ابن الجوزی، ۳: ۳۱۷)

وہ مشہور و معروف حدیث مبارکہ جس میں سرکار کی ولادت کا ذکر ہے وہ بھی سرکار کی نورانیت پر دلالت کرتی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ اس طرح نور کا بھی ظہور ہوا جس سے شام کے محلّات روشن

ہو گئے ۔

ابن حجر کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان و حاکم نے صحیح قرار دیا ہے:

(المواہب اللدنیہ، ۱: ۳۴)

امام طبرانیؒ نے جو حدیث مبارکہ نقل کی ہے اس سے بھی سرکار کی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں:

رائینا کان النور یخرج من فیہ۔	ہم نے جب سرکار کو دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے نور آپ کے مبارک منہ سے نکل رہا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کے منہ مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

امام زرقانی نے اسے ترمذی اور دارمی کے حوالے سے نقل کیا۔

حضرت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دفعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نعلین سی رہے تھے اور آپ کی جبینِ مبارک سے یوں پسینہ گر رہا تھا جیسے نور پیدا ہو رہا ہو۔ میں مبہوت ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کس چیز نے مبہوت کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی جبین مبارک سے یوں پسینہ گر رہا تھا جیسے نور نکل رہا ہو کاش ابو بکر کبیر الھذلی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو وہ جان لیتے کہ ان کے شعروں کے حقیقی مصداق دراصل آپ کی ذات ہی ہے

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ   برقت بروق العارض المتھلل

(جب بھی ان کی پیشانی کے شکن دیکھے تو انہیں روشن چمک دار بجلی کی مانند پائے گا۔)

حضرت عمرو بن العاص نے جو حدیث مبارکہ روایت کی ہے وہ بھی سرکار کی اولیت پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السمٰوات والارض بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علی الماء ومن جملۃ ما کتب فی الذکر وھو ام الکتاب ان محمد خاتم النبییّن۔ (المسلم)	اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقادیر کو لکھا حالانکہ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا اور اس تحریر میں یہ تھا کہ محمد کی ذات تمام انبیاء کی خاتم ہے۔

ایک روایت میں ہے:

انی عبد اللہ خاتم النبیین وان آدم لمجندل فی طینتہ	میں اللہ کا محبوب بندہ، خاتم النبیین تھا حالانکہ حضرت آدم اپنی مٹی کے درمیان تھے۔

اسے امام احمد، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا:

"جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے تو اس وقت بھی میں نبی تھا۔"

اسے امام ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکار نے فرمایا:

کنت اوّل النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث	تخلیق کے لحاظ سے میں سب سے پہلا نبی ہوں جبکہ بعثت کے لحاظ سے آخری ہوں۔

امام سخاوی کا قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ابونعیم نے الدلائل میں، ابن ابی حاتم

نے اپنی تفسیر میں اور ابن لال نے بھی اسے روایت کیا ہے بلکہ ایک طریق پر جس میں حضرت ابوہریرۃ سے مرفوع روایت ہے۔ اس صورت میں اس کے کئی شواہد ہیں امام حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اسے حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث کے وہ الفاظ جو ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں:

کنت نبیًا و آدم بین الطین والماء۔	میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھا۔

ہم ان الفاظ پر آگاہ نہ ہو سکے چہ جائیکہ یہ الفاظ ہوں۔

کنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طین۔	میں اس وقت بھی نبی تھا جب نہ آدم تھا نہ مٹی تھی نہ پانی تھا۔

حافظ ابن حجر نے ان زائد الفاظ کے بارے میں کہا یہ ضعیف ہیں۔ البتہ پہلی احادیث قوی ہیں۔ (المقاصد الحسنۃ، ف الکاف)

بندۂ حقیر عفا اللہ عنہ کہتا ہے، شیخ علقمی شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں:
کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین والی حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

ایک اور حدیث بھی سرکار کی نورانیت پر دلالت کرتی ہے۔ آپ کی ہر ایک دعا قبول کی جاتی تھی اور آپ نے یہ دعا کی:

اللھم اجعل فی قلبی نورًا و فی بصری نورًا و فی شعری	اے اللہ میرے دل، میری آنکھوں اور میرے بالوں اور مجھے سراپا نور بنا۔

ثم قال واجعلنی نورًا

اور یہ حدیث صحیح ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام ملائکہ پر فضیلت

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم کو تمام انبیاء و رسل کے مقابلے میں فضیلت دی اسی طرح آپ تمام مخلوق اور ملائکہ سے بھی افضل ہیں کیونکہ جو شخصیت عالم انسانیت سے افضل ہے وہ ملائکہ سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ خود اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

ان الذین آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریہ۔	یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

چونکہ ملائکہ مخلوق میں شامل ہیں، کیونکہ بریۃ کا معنی مخلوق کے ہیں یہ "برأ اللہ الخلق" سے ماخوذ ہے جس کا معنی اختراع اور ایجاد کرنے کے ہیں۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات" کے حکم میں ملائکہ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ان الذین امنوا و عملوا الصلحٰت کے الفاظ وارد ہوتے ہیں۔ عرف عام اور عرف لغت کے لحاظ سے صرف بشر کے ساتھ خاص ہیں کیونکہ جب بھی اس طرح کے الفاظ مطلق بولے جاتے ہیں تو ذہن صرف انسان کی طرف ہی جاتا ہے۔

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کے اندر البریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بریہ البراء سے ماخوذ ہے جس کا معنی مٹی ہے۔ یوں آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوا۔ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ دیگر شہروں سے افضل ہیں۔

اس سوال کے دو جوابات ہیں:

۱۔ ائمہ لغت نے البریہ کو ان الفاظ میں شمار کیا ہے جن کے ہمزہ کو عرب نہیں پڑھتے۔

۲۔ یہ درست ہے کہ نافع کی ایک قراءت ہمزہ کے ساتھ ہے اور دونوں قرأتیں قرآن پاک کی ہیں۔ اگر قرأت کے بعد وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ تمام انسانوں سے افضل ہیں جبکہ دوسری قرأت کے مطابق وہ لوگ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ عالم البشریت میں جو لوگ افضل ہیں وہ ملائکہ سے بھی افضل ہیں پس انبیاء علیہم السلام ان لوگوں سے افضل ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

وکلاً فضلنا علی العالمین (ان تمام کو ہم نے کائنات پر فضیلت دی)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انبیاء عالم البشریت اور ملائکہ سب سے افضل ہیں کیونکہ ملائکہ عالمین میں سے ہیں خواہ عالمین عالم یا علامت سے مشتق ہے۔

جب انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہوئے تو نبی اکرم تو تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ اس لحاظ سے آپ تو تمام ملائکہ کے سرداروں کے سردار ہیں تو آپ کو ملائکہ پر دوہری فضیلت حاصل ہے اور اس قدر آپ بلند ہیں کہ اس مقام و رتبہ کا علم سوائے اس ذات کے کسی کو نہیں جو خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہے۔

(بدایۃ السئول للعز بن عبد السلام)

نبی اکرم کی ذات پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا بلا شرط وقید قبول ہوتا ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات مجددیہ میں فرماتے ہیں:

"اہلِ علم کی یہ رائے ہے کہ اگر سرکار کی ذات پر دکھاوے کے لیے صلاۃ وسلام پڑھا جائے تو وہ بھی مقبول بارگاہِ نبوی ہے۔ مگر ثواب نہیں ملتا کیونکہ اعمال کے اجر و ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اور جہاں تک صلاۃ وسلام کا بارگاہِ نبوی میں پیش ہونے کا مسئلہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سرکار اللہ کے محبوب ہیں یوں یہ صلاۃ وسلام سرکار کے حق میں قبول ہوگا۔"

ابو عباس تجانیؒ کے حوالے سے جواہر المعانی میں نقل کیا گیا ہے:

ولا وسیلة عند الله اعظم	اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشی کے حصول میں
نفعًا وارجی فی استجلاب	سب سے نافع اور امید افزا چیز اس کے
رضا الرب عن العبد فی	حبیب کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام عرض
حق العامة اکبر من	کرنا ہے۔
الصلاۃ علی النبی صلی الله	
علیہ وسلم۔	

اگرچہ بعض علماء نے صلوٰۃ وسلام کی قبولیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے مگر ہماری رائے یہ ہے کہ یہ قطعاً مقبول ہے۔ اس معاملے میں ہمارا انحصار اس حدیث قدسی پر ہے جس میں اللہ رب العزت حضور علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

من صلی علیک صلیت علیہ	اے محبوب جو شخص تم پر صلوٰۃ وسلام
ومن سلم علیک سلمت علیہ	بھیجے گا میں بھی اس پر صلوٰۃ وسلام بھیجونگا۔

یہ وہ سچا وعدہ ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

یہ عنایت محض بندے کی اپنی حیثیت کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ رب العزت کے اس لطف و کرم کی بناء پر ہے جو اس نے اپنے محبوب پر کیا ہے۔

صلوٰۃ وسلام کی قبولیت کا معنیٰ ہے کہ بندے کا صلوٰۃ وسلام بارگاہِ نبوی میں

پہنچتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام نے فرمایا:

کل الاعمال منھا المقبول والمردود الا الصلوٰۃ علیّ فانھا مقبولۃ غیر مردود	جتنے بھی اعمال کئے جاتے ہیں ان میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں بعض مردود لیکن مجھ پہ درود وسلام پڑھنا ایسا عمل ہے جو ہر حال میں مقبول ہے۔ کبھی رد نہیں ہوتا۔

صاحب ابریز فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دو آدمیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیجتے ہیں ایک شخص کو معمولی اجر ملتا ہے جبکہ دوسرے کو بے حد وحساب اجر ملتا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ پہلے شخص نے حالتِ غفلت میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اس کا دل کہیں اور مشغول تھا لہٰذا اسے معمولی اجر دیا گیا جبکہ دوسرے نے کمال محبت اور ادب وتعظیم رسول کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنے آقا پہ صلوٰۃ وسلام پڑھا لہٰذا اسے اجرِ عظیم دیا گیا کیونکہ سرکار کی محبت اور تعظیم ایسا عظیم عمل ہے جو ہر مسلمان پہ واجب بلکہ فرض ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

قل ان کان آباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی	فرما دیجئے اگر تمہارے والدین، اولاد، بھائی، خاوند و بیوی، خاندان، وہ اموال جن کو تم حاصل کرتے ہو، تجارت جس میں گھاٹے کا خطرہ لگا رہتا ہے اور وہ رہائش گاہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو

یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین۔ — حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسق قوم کو کامیاب نہیں فرماتا۔

(القرآن)

وسعتِ حوضِ کوثر اور اس کے پانی کے اوصاف

امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ سرکار نے فرمایا:

حوضی مسیرۃ شہر و زوایاہ سواء و ماءہ ابیض من الورق وریحہ اطیب من المسک وکیزانہ کنجوم السماء فمن شرب منہ فلا یظمأ بعدہ ابداً۔ — میرے حوض کی لمبائی و چوڑائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی چاندی سے بھی زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ اور اس کے برتن یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے آسمان میں تارے پس جو شخص ایک دفعہ اس سے پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

امام مسلم نے ایک اور روایت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے آقا علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ "آنیۃ الحوض" کیا ہے۔

نبی اکرم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہٖ لآنیۃ اکثر من عدد النجوم وکواکبہا آلا فی اللیلۃ المظلمۃ المصحیۃ آنیۃ الجنۃ من شرب منہا لم — قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے حوض کوثر کے برتن ... جو اس سے پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس میں جنتی

يظمأ آخر ما عليه يشخب	دو پرنالے بہتے ہیں جو اس سے پی لیگا
فيه ميزابان من الجنة	وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔
من شرب منه لم يظمأ	اس کی چوڑائی اس کے طول کے برابر
عرضه مثل طوله ما بين	اس قدر ہے جیسے عمان اور ایلہ کے
عمان الى ايلة ماءه اشد	درمیان ہے۔ اس کا پانی دودھ سے
بياضا من اللبن واحلى	زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا
من العسل۔	ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قدر حوضي كما بين ايلة	میرے حوض کی لمبائی چوڑائی، ایلہ و
وصنعاء من اليمن وان فيه	صنعاء یمن کے درمیانی فاصلے کے برابر
من الاباريق كعدد نجوم السماء	ہے۔ اس حوض سے پانی پینے کے لیے

برتن آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔

بخاری ومسلم اور ترمذی میں روایت ہے:

ما بين ناحيتي حوض كما	میرے حوض کے دونوں کناروں کے
بين صنعاء والمدينة	درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور

مدینے کے درمیان ہے۔

جبکہ ایک اور روایت ہے:

مثل ما بين المدينة وعمان	کہ مدینے اور عمان کے درمیان فاصلے

کے برابر ہے۔

جبکہ اباریق کے بارے میں ایک روایت میں ہے:

ترى فيه اباريق الذهب والفضة كعدد النجوم السماء.

کہ اس حوض پر سونے اور چاندی کے برتن یوں ہوں گے جیسے آسمانوں کے ستارے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

وله اكثر من عدد نجوم السماء.

اُس کے برتن آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوں گے۔

پس حوض کوثر کی مسافت کے بارے میں جو اختلاف سرکارِ دو عالم کی احادیث کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے یہ دراصل مخاطبین کے مختلف طبقات کی وجہ سے مختلف ہے۔ کیونکہ مخاطبین میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو صرف ایلہ اور صنعاء کی مسافت کو جانتے تھے اور بعض لوگ دوسرے مقامات کو جانتے تھے۔ اس لئے حضورؐ نے بھی حوضِ کوثر کی مسافت کو بھی مختلف علاقوں کی مثال دے کر بیان کیا۔ احادیث میں جہاں کہیں قلیل مسافت کا ذکر ہے تو وہ کثیر کے زمرے میں شامل ہو جاتی ہے اور کثیر مسافت کا حکم اپنے ظاہر پہ قائم ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث میں جہاں قلیل مسافت کا ذکر ہے وہ کثیر کے مانع نہیں جبکہ کثیر مسافت اپنے ظاہری حکم پہ قائم ہے۔ پس ان احادیث میں کوئی معارضہ نہیں ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حوضِ کوثر کی لمبائی اور چوڑائی میں جو مختلف احادیث مبارکہ ہیں وہ کسی اضطراب کی باعث نہیں بنتی کیونکہ یہ اختلاف کسی ایک حدیثِ مبارکہ میں نہیں بلکہ مختلف احادیثِ مبارکہ میں ہے جو مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ ارشادات نبی علیہ السلام نے مختلف مقامات پہ بیان فرمائے ہیں۔ پس ہر ایک حدیث مبارکہ حوضِ کوثر کی لمبائی اور چوڑائی کو بیان کرتی ہے۔ ان سے مقصد علاقوں کے نام لے کر حوضِ کوثر کی حدوں کو مقرر کرنا نہیں ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ مختلف احادیث مبارکہ ایک حکم کے تحت جمع ہو جاتی ہیں۔

آپ کی شفاعت سے جنتی درجات میں رفعت

احادیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن ایک خصوصی شفاعت ہوگی جو کہ خصوصی اسباب کے ساتھ معلق ہوگی۔ پس جس شخص کے ساتھ وہ سبب پایا جائیگا وہ خصوصی شفاعت کا حق دار ہوگا اگرچہ اس کے نامۂ اعمال میں بہت سارے گناہ ہی کیوں نہ ہوں اور اس نے ان پر توبہ بھی نہ کی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اس خصوصی شفاعت کے ذریعے اپنی مشیت اور حکمت کے ذریعے اسے معاف کردے گا۔ اگر اس بندے کے نامۂ اعمال میں گناہ نہ ہوں تو اس خاص قسم کی شفاعت کے پانے سے جنت میں اس کے درجات کو بلند کیا جائے گا۔ پس وہ اسباب جن کی بدولت یہ خصوصی شفاعت حاصل ہوگی ان میں سے کچھ یہ ہیں:

اذان کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کرنا۔

امام مسلم اور اصحاب سنن نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا	جب تم مؤذن کی اذان سنو اور جو کچھ
مثل ما یقول ثم صلوا	مؤذن کہتا ہے وہی کہا کرو اور مجھ
علیّ فانہ من صلی علیّ	پر صلاۃ بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ
صلاۃ صلی اللہ علیہ	پر ایک دفعہ صلاۃ بھیجتا ہے اللہ

بها عشرا ثم سلوا الله
لی الوسیلة فانها منزلة
فی الجنة لا تنبغی الا لعبد
من عباد الله وارجو
ان اکون انا هو فمن
سأل الله لی الوسیلة
حلت له الشفاعة.

تعالیٰ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتا
ہے ۔ اس کے بعد اللہ رب العزت
سے میرے لیے دعا کرو وسیلے کی
کیونکہ یہ وسیلہ جنت کا ایک ایسا مقام
ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف
ایک بندے کو ملتا ہے ۔ میں امید
کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا

پس وہ شخص جو میرے لیے اللہ سے وسیلے کی دعا کرتا ہے اس کے لیے شفاعت ثابت ہو جاتی ہے ۔

امام بخاری اور اصحاب سنن نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی :

" اے اللہ اس دعوت کاملہ اور نماز کے رب تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پہ پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا :

پس ایسی دعا کرنے والوں کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جاتی ہے ۔

امام بیہقی نے اس دعا میں " انك لا تخلف المیعاد " کا اضافہ بھی روایت کیا ہے ۔

حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مؤذن کو سنتے تو یوں کہتے :

" اے اللہ اس دعوت تامہ اور نماز کے رب تو محمد پہ صلوٰۃ بھیج اور قیامت کے دن انہیں ان کے سوال کے مطابق عطا فرما ۔ "

نبی علیہ السلام کے یہ کلمات آپؐ کے قریب بیٹھنے والا شخص بہ آسانی سن لیتا تھا اور سرکار بھی اس چیز کو پسند فرماتے کہ اذان سننے والا اذان کے کلمات کہتا جائے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"جب کوئی سامع مؤذن کے مطابق کلمات کہتا ہے تو اس کے لیے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت لازمی ہو جاتی ہے۔"

۲۔ سرکار کی شفاعت کے اسباب میں سے سرکار کی بارگاہ کی حاضری ہے کیونکہ حضرت حاطبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من زارنی بعد موتی	جس شخص نے میرے وصال کے
فکانّما زارنی فی حیاتی	بعد میری زیارت کی اس نے گویا مجھے
ومن مات باحد	ظاہری حیات میں دیکھا اور جو شخص
الحرمین بعثہ من	مکہ یا مدینہ میں فوت ہوا وہ قیامت
الامنین یوم القیامۃ۔	کے دن امن پانے والوں میں سے
	اٹھایا جائے گا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سرکار کو یوں کہتے ہوئے سنا:

من زار قبری اوقال	جس نے میری قبر انور کی زیارت کی یا
من زارنی کنت لہ	فرمایا جس نے مجھے دیکھا قیامت کے دن
شفیعاً او شہیداً یوم	میں اس کے لئے شفیع اور گواہی دینے
القیامۃ ومن مات فی	والا ہوں گا اور جو شخص مدینے یا مکے
احدالحرمین بعثہ اللہ من	میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے قیامت
الامنین یوم القیامۃ۔	کے دن امن پانے والوں سے اٹھائیگا۔

امام بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:

من مات فی احد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامۃ و من زارنی محتسبًا الی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ۔

جو شخص مکے یا مدینے میں فوت ہوا اسے قیامت کے دن آمنین سے اٹھایا جائے گا اور جس نے صرف مدینے کا قصد کر کے میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہو گا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

یعنی سرکار اس کو ایسی شفاعت سے نوازیں گے کہ اس طرح کی شفاعت دوسروں کے لیے نہ ہو گی۔ یہ شفاعت یا تو نعمتوں کے اضافے کی صورت میں ہو گی یا قیامت کے دن مصیبتوں اور عذاب میں تخفیف کی صورت میں یا جنت میں بغیر حساب داخلے کی صورت میں یا جنت میں درجات میں اضافے کی صورت میں یا اللہ رب العزّت کا مشاہدہ و دیدار کرنے کی صورت میں یا اس کے علاوہ انعام واکرام کی صورت میں ہو گی۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

من جاءنی زائرًا لا تحمله الا زیارتی کان حقًا علی ان اکون له شفیعًا یوم القیامۃ۔

جس شخص نے صرف زیارت کی نیت کر کے سفر کیا اور میری زیارت کی قیامت کے دن ایسے شخص کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی مشروعیت

پر صراحتہً دلالت کر رہی ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں جہاں ایک طرف زیارت روضۂ رسول کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے وہاں دوسری طرف اس زبان مبارکہ کی ترغیب اور ساتھ ساتھ روضۂ رسول کی فضیلت واکرام کو بھی بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نبی اکرم کے وسیلے سے وہ ہماری حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور حضور علیہ السلام کے صدقہ میں یہ نعمت ہمیشہ ہمیں نصیب رہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفاعت کے دیگر مندرجہ ذیل اسباب بھی ہیں۔

۱۔ مدینہ طیبہ میں فوت ہونا۔

۲۔ مدینے میں تکالیف کو صبر واستقلال سے برداشت کرنا۔

امام ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ سرکار نے فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا۔	جس آدمی کے حالات ایسے ہیں کہ وہ زندگی کے آخری دن مدینہ میں گزار سکتا ہے اسے چاہیے وہ یہیں آخری دن گزارے کیونکہ میں ہر اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینے میں فوت ہوا۔

جبکہ ابنِ ماجہ نے اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

من استطاع منکم ان یموت بالمدینۃ فلیفعل فانی اشھد لمن مات فیھا۔	جو شخص مدینے میں آخری دن گزار کر اللہ تعالیٰ سے ملا۔ میں اس کیلئے قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

امام طبرانیؒ نے اسنادِ حسن کے ساتھ ایک یتیم عورت جو کہ بنو ثقیف سے تھی، اور حضور علیہ السلام کے پاس رہتی تھی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سرکار نے

فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فان من مات بها کنت له شفیعًا او شهیدًا یوم القیامة۔	جو کوئی مدینے میں زندگی کے آخری دن گزارنے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ یہاں مدینے میں ہی فوت ہو کیونکہ جو کوئی مدینے میں فوت ہوگا میں اس کے لیے یوم قیامت شفیع و گواہی دینے والا ہونگا۔

حضرت عبداللہ بن عباد سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اول من اشفع له اهل المدینة ثم اهل المکة ثم اهل الطائف۔	قیامت کے دن سب سے پہلے میں اہلِ مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر اہلِ مکہ اور پھر اہلِ طائف کی شفاعت کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعتِ خاصہ کے اسباب میں سے اہم سبب حضورؐ پر کثرت سے درود بھیجنا ہے۔ امام ترمذیؒ اور ابنِ حبانؓ نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثرهم علیّ صلوٰة۔	بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میری شفاعت اور میرے کرم کا مستحق وہ شخص ہوگا جس نے کثرت سے مجھ پر دُرود پڑھا ہوگا۔

حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

من قال اللّٰهم صل علی	جس شخص نے یہ کہا اے اللہ تو

محمد وانزله المقعد المقرب عندک یوم القیامة وجبت له شفاعتی۔

نبی اکرمؐ کو قیامت کے دن اپنے قرب خاص میں اعلیٰ منازل پہ فائز فرما۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کیا ہے:

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنی تمام دعائیں آپ پر صلاۃ ہی پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا:

اذن یکفیک الله تبارک وتعالیٰ ما اهمک من دنیاک واخرتک۔

اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے نوازے گا۔

امام طبرانی صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلّی علیّ حین یصبح عشرًا وحین یمسی عشرا ادرکته شفاعتی یوم القیامة۔

جس نے صبح و شام مجھ پر دس دس بار درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلوٰة علیّ یوم الجمعة ولیلة الجمعة فمن فعل ذلک کنت له شهیدًا او شافعًا یوم القیامة۔

جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔ جو شخص ایسا عمل کرتا ہے قیامت کے دن میں اس کے لئے گواہی دینے والا، شفیع ہوں گا۔

نبی اکرمؐ کی وصیتیں

امام احمد اور ابن ماجہ نے ایک قوی روایت نقل کی ہے
"نبی اکرمؐ نے وصال فرمایا مگر وصیت کوئی نہیں کی۔"
اس سے مراد خلافت کے بارے میں وصیت کرنا تھا۔ یعنی خلافت کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی کیونکہ ایک اور حدیث مبارکہ جو حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ اس کی وضاحت کر رہی ہے۔

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یستخلف
نبی اکرمؐ نے وصال فرمایا لیکن کوئی خلیفہ مقرر نہ کیا۔

خلافت کے علاوہ آپ کی وصیتیں احادیث میں آئی ہیں۔ ان میں سے یہ جمع کی ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے:
"مرض وصال میں آپ نے فرمایا اے عائشہ تو نے سونے کی ڈلی کا کیا کیا عرض کیا یارسول اللہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ فرمانے لگے اُسے صدقہ کر دو۔"
اسے امام احمد نے روایت کیا ہے جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ:
"اے عائشہ تم یہ سونا علی کے پاس لیجاؤ تاکہ وہ اس کا صدقہ کرے۔"
۲۔ خیبر سے ایک سو وسق داریین، رہاویین اور اشعریین کو دے دینا۔
۳۔ جزیرہ عرب پر اب کوئی دوسرا دین آباد نہ کرنا۔

۴ - اسلام کا لشکر روانہ کیا جائے ۔

۵ - اسلام کے لیے وفود بھیجتے رہنا ۔

۶ - میں تمہیں کتاب اللہ کے ساتھ چمٹے رہنے کی وصیت کرتا ہوں (البخاری)

۷ - نماز پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں ۔ (نسائی، مسند احمد)

۸ - تمہاری لونڈیوں کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں یعنی ان کا خیال رکھنا ۔

(نسائی، مسند احمد)

۹ - زکوٰۃ دیتے رہنا ۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۱۰ - فتنوں سے بچتے رہنا ۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)

۱۱ - ہمیشہ جماعت (سواد اعظم) کے ساتھ رہنا ۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)

۱۲ - اطاعت کرنا ۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)

۱۳ - حضرت سیدہ فاطمہ کو وصیت کی کہ وہ وصال کے موقعہ پر یہ کلمات پڑھے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف کوچ کر کے جانا ہے ۔

۱۴ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم مہاجرین میں سابقون الاولون اور انکی اولاد کا خیال رکھنا ۔ (الطبرانی فی الاوسط)

۱۵ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے غرس کنویں کے پانی سے سات مشکیزوں سے نہلانا ۔ (ابن ماجہ، البخاری)

۱۶ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم مجھ پر بغیر ہاتھ باندھے اور امام کے صلوٰۃ وسلام پڑھنا ۔

(بزار، حاکم بسند ضعیف)

(فتح الباری، ۵ : ۳۶۳ کتاب الوصایا)

اپنے رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات !!!

حافظ قسطلانی نے مواہب میں حضرت ابو سعید خُدری رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسولِ خدا منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

ان عبداً خیرہ اللہ	اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک
بین ان یؤتیہ من	بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا
زهرة الدنیا ماشاء	کی رعنائیوں کو پسند کرے یا اپنے رب
و بین ما عندہ فاختار	کے پاس جانا۔ تو اس بندے نے اپنے
ما عندہ ۔	رب کے پاس جانا پسند کیا

یہ الفاظ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رونے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ حضرت ابو سعید خُدری فرماتے ہیں کہ ہم نے صدیقِ اکبر رضؓ کے اس عمل پر حیرانگی کا مظاہرہ کیا کیونکہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ رسولِ خدا تو صرف ایک بندے کے بارے میں بتا رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا ہے۔ اس میں رونے والی کونسی بات ہے۔ اس پر صدیقِ اکبر رضؓ نے فرمایا:

"وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے وہ رسولِ خدا ہیں۔"

یوں صدیق اکبر رضؓ صحابہ میں سب سے زیادہ سمجھ دار تھے۔ (مسلم و بخاری)

یوں اس کے بعد آپ کے وصال کا وقت قریب آتا گیا۔ حافظ قسطلانی مواہب

میں خیر احادیث مبارکہ ذکر کیں اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ قبل اپنے وصال کے متعلق ہمیں بتا دیا تھا۔ جونہی آپ کے وصال کا وقت قریب آیا ہم جناب عائشہؓ کے گھر پر جمع ہو گئے۔" آپ نے یہ الوداعی کلمات فرمائے۔

حیاکم الله بالسلام و رحمکم الله جبرکم الله رزقکم الله نصرکم الله رفعکم الله آواکم الله اوصیکم بتقوی الله واُستخلفه علیکم و اُحذرکم الله انی لکم فیه نذیر مبین ان لاتعلوا علی الله فی بلاده وعباده فانه لی و لکم تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقین وقال تعالیٰ اَلیس فی جهنم مثوی للمتکبرین۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے۔ تم پر اللہ رحم فرمائے، اللہ تمہاری کمیاں پوری کرے تمہیں رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں رفعت دے اور تمہیں اپنی پناہ میں رکھے میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کا خوف دلاتا ہوں بلاشبہ اسی کی طرف تمہیں انجام سے باخبر کرنے آیا تھا تم اللہ کے شہروں اور اس کے بندوں میں تکبر مت کرنا کیونکہ میرے اور تمہارے لئے وہ آخرت ہے جس کے بارے میں فرمان ہے کہ اسے ہم نے صرف ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد کا ارادہ نہ کرے اور آخرت متقین کی ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں!

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا وقت وصال کونسا ہے۔ فرمایا اس جہاں سے

جدائی اور رب کے ہاں لوٹنے کا وقت قریب آچکا ہے اور پھر اس جہاں سے کوچ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی طرف جانا ہے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو غسل کون دے؟ فرمایا اہل بیت میں سے میرے قریبی رشتہ دار عرض کیا یارسول اللہ آپ کو کس چیز میں کفن دیا جائے۔ فرمایا مجھے میرے انہیں کپڑوں میں ہی دفن کرنا۔ اگر تم چاہو تو مصری سفید کپڑے یا یمنی چادریں۔ عرض کیا یارسول اللہ آپ پر کون صلاۃ پڑھے گا؟ فرمایا: تم مجھے تجہیز و تکفین کے بعد اسی چارپائی پر قبر کے کنارے رکھنا۔ اس کے بعد کچھ وقت مجھ سے دور ہٹ جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل صلاۃ پڑھے گا پھر میکائیل اور اسرافیل اور اس کے بعد ملک الموت صلاۃ پڑھے گا اور ان کے ساتھ ملائکہ کا ایک گروہ ہوگا۔ اس کے بعد تم گروہوں کی شکل میں مجھ پر صلاۃ وسلام پڑھنا۔ پس سب سے پہلے اہل بیت کے مرد حضرات مجھ پر صلاۃ پڑھیں۔ اس کے بعد اہل بیت کی عورتیں پھر تم اور پھر میرے وہ صحابہ جو موقع پر موجود نہیں۔ پھر ہر وہ شخص جو قیامت تک میرے دین کا پیروکار ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے رشتہ دار ملائکہ کے ساتھ مجھے قبر میں اتاریں گے۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے۔

"کوئی بھی نبی اس وقت تک دنیا سے پردہ نہیں کرتا جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت میں نبی علیہ السلام کو بھی جب مرض وصال لاحق ہوا اور ملک الموت حاضر ہوا تو اس وقت آپکا سر اقدس میری گود میں تھا۔ اور آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو مکان کی چھت

کی طرف دیکھا اور فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ ۔ میں نے کہا ۔ پھر آپ نے ہمیں اختیار نہ کیا ۔ میں سمجھ گئی تھی کہ یہ وہ بات ہے جو نبی اکرم نے اپنے وصال سے قبل حالتِ صحت میں ہی ہمیں بتا دی تھی ۔

جب آپ کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا ۔ میرے والدِ گرامی کو کس قدر تکلیف ہے ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا آج کے بعد تم اپنے والد پر یوں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرو گی ۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے ۔

علماء کی رائے ہے کہ وقت وصال نبی علیہ السلام کو جو تکلیف ہوئی وہ محض آپ کے درجات کی بلندی کے لیے تھی ۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا تو اس وقت آپ کا سرِ اقدس حضرت علی کی گود میں تھا ۔ ملک الموت نے اجازت مانگتے ہوئے کہا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، حضرت علی نے ملک الموت سے کہا واپس چلے جاؤ ۔ ہم اہم کام میں مصروف ہیں ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا :

ھذا ملک الموت ادخل راشدًا ۔ اسے آنے دو یہ ملک الموت ہے ۔

جب ملک الموت داخل ہوئے تو اس نے کہا :

ان ربک یقرئک السلام ۔ اے رسول آپ پر آپ کا رب سلام بھیجتا ہے ۔

مجھے بعض روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ملک الموت نے اس سے قبل نہ کسی اہلِ بیت پر سلام کہا تھا اور نہ اس کے بعد کہے گا ۔

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو تین دن قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا :

یا محمد ان اللہ قد	اے محمد! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی
ارسلنی الیک اکراماً لک	عزت کی خاطر آپ کی طرف بھیجا اور
وتفضیلاً لک و خاصۃ	خاص کر آپ کے لیے بھیجا ہے۔
لک یسألک عما ھو اعلم	حالانکہ باری تعالیٰ آپ کے بارے میں
بہ منک یقول کیف	زیادہ جانتا ہے۔ وہ آپ سے پوچھتا
تجدک فقال اجدنی یا	ہے کہ آپ کی طبیعت مبارکہ کیسی ہے؟
جبرئیل مغموماً واجدنی	نبی علیہ السلام نے فرمایا اے جبرئیل
مکروباً ثم اتاہ فی یوم	غم اور کرب کی حالت میں ہوں۔ حضرت
الثانی فقال لہ مثل ذلک	جبرئیل علیہ السلام دوسرے دن پھر حاضر
ثم جاء فی یوم الثالث	ہوئے اور وہی کچھ کہا پھر تیسرے دن
فقال لہ مثل ذلک ثم	حاضر ہوئے اور اجازت چاہی۔
استاذن علیہ صلی اللہ علیہ	پس جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
وسلم ملک الموت فقال	یہ ملک الموت ہے اور یہ آپ سے
جبرئیل یا محمد ھذا	اجازت چاہتا ہے۔ ملک الموت نے
ملک الموت یستاذن علیک	آپ سے قبل نہ کسی سے اجازت چاہی
ولم یستاذن علی آدمی قبلک	ہے اور نہ آپ کے بعد اجازت
ولا یستاذن علی آدمی بعدک	لے گا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے
قال اذن لہ فدخل ملک	اجازت دیدو۔ ملک الموت نے حاضر
الموت فوقف بین یدیہ۔	ہوکر عرض کیا:

یارسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ میں آپ کی ہر معاملے میں اطاعت کروں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کی روح کو قبض کرلوں اور اگر

آپ حکم دیں تو میں اسے چھوڑ دو۔

اس موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے حضور سے کہا:

ان اللہ قد اشتاق الی لقائک۔	اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے:

یہ سُن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا:

فامض یاملک الموت لما امرت بہ۔	اے ملک الموت آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے وہ جلدی پورا کرو۔

اس موقعہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ زمین پر میرا آج یہ آخری چکر ہے۔ جب ملک الموت نے حضور علیہ السلام کی روح مبارکہ قبض کر لی۔ اور آپ وصال فرما گئے تو گھر کے کونے سے اس طرح کی آواز سُنی:۔

السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ	اے اہل بیت تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو برکات ہوں۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کا قیامت کے دن پورا پورا اجر دیا جائے گا۔
ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ وخلفاً من کل ھالک ودرکاً من کل فائت فباللہ	اور ہر ہلاک ہونے والے کا خلف ہے۔ ہر فوت ہونے والے کا درک ہے۔ پس اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ۔

فثقوا وایاہ فارجوا فانما المصاب من حرم الثواب والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت علی نے پوچھا اے لوگو تم جانتے ہو کہ یہ کون تھے ۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں ۔ امام بیہقی نے اسے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے ۔

اللّٰہ حیی لا یموت قال عمر	زندہ ہے، اس پر موت نہیں ۔
نواللّٰہ لکانی لم اتل ھذہ	عمر فرماتے ہیں یہ آیات کریمہ سن کر مجھے
الایات قط ۔	یوں محسوس ہوا جیسے یہ میں نے پہلی بار سنیں ۔

ابن منیر فرماتے ہیں جب سرکار کا وصال ہوا تو لوگوں کی عقلوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ۔ کچھ لوگ تو ایسے تھے جو دماغ کھو بیٹھے ۔ مثلاً حضرت عمر فاروق رضی ۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو بیٹھے اٹھ نہ سکتے تھے ۔ مثلاً حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گفتگو کرنے کی ہمت نہ کر سکے مثلاً حضرت عثمان رض ۔ اور کچھ لوگوں پر تو حضور کی جدائی کا اتنا اثر ہوا کہ وہ صدمے کی شدت کی بنا پر وفات پا گئے جیسے حضرت عبداللّٰہ بن اُنیس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ۔

حضرت ابوبکر صدیق بار بار سرکار دو عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آتے ۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ اور آپ کے بال اور چادر لٹک رہی تھی ۔ آپ نے آتے ہی نبی علیہ السلام کے چہرہ انور سے چادر اٹھائی، جھک گئے اور عرض کیا

طیبت حیًا ومیتًا وانقطع	یا رسول اللّٰہ وصال سے قبل اور بعد دونوں
لموتک مالم ینقطع لموت	حالتوں میں آپ پاک اور خوشبودار ہیں ۔
احد من الانبیاء نعظمت	اور آپ کے وصال سے وہ سلسلہ ختم ہو گیا جو
عن الصفۃ وجللت عن	کسی سابقہ نبی کی وفات سے نہیں ہوا
البکاء ولوان موتک کان	تھا ۔ آپ کی صفات کیا بیان کروں ۔
اختیارنا لجدنا لموتک بالنفوس	آپ رونے سے بھی بلند ہیں ۔ اگر آپ کی
اذکرنا یا محمد عند ربک و	موت ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم آپ کے

لن کن من بالک ۔ بدلے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے

یا رسول اللہ، اللہ کے ہاں ہمارا ذکر کرنا اور ہمارا خیال رکھنا۔

امام حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آخری الفاظ یہ کہے "جلال ربی الرفیع (میرے رفیع رب کا جلال)

حضرت سالم بن عبداللہ الاشجعی سے روایت ہے کہ جب سرکار دو عالم کا وصال ہوا تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ غمگین حضرت عمرؓ تھے۔ آپ کے دکھ اور اَلم کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنی تلوار نکال لی اور یہ اعلان کرنے لگے جس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ سرکار کا انتقال فرما گئے ہیں میں تلوار سے اس کی گردن جدا کر دوں گا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے کہا تم صاحبِ رسول ابوبکر صدیق کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں پر ابوبکر صدیق کو دیکھا کہ وہ رو رو کر نڈھال ہو چکے ۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا اے سالم کیا سرکار وصال فرما گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا عمر فاروق کا تو یہ حال ہے کہ وہ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جس نے سرکار کے متعلق وصال کی بات کی میں اس کی گردن اڑا دوں گا ۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ صدیق اکبر نے سرکار کے چہرے سے چادر اٹھائی اور اپنا منہ سرکار کے منہ سے لگایا۔ اور خوشبو لی۔ اس کے بعد دوبارہ ڈھانپ دیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے

وما محمد الا رسول	محمد رسول ہی ہیں اور آپ سے قبل بھی
قد خلت من قبله الرسل	رسول آئے اور چلے گئے۔ اور اللہ تعالےٰ
وقال تعالی انک میت و	کا ارشاد ہے کہ اے اللہ کے رسول!
انهم میتون یاایها الناس	آپ پر بھی موت آنی ہے اور یہ بھی مرنے
من کان یعبد محمدًا	والے ہیں۔ اے لوگو جو محمد کی عبادت

فان محمدًا قدمات و	کرتے تھے محمد وصال فرما گئے اور جو
من کان یعبد اللہ فان	شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالے

حضرت عائشہ رض سے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وصال کے بعد حضور کی بارگاہ میں آپ کے سر کی طرف سے آئے ۔ اور منہ سے کپڑا ہٹایا ۔ اور پیشانی مبارک چومی ۔ عرض کیا وانبیاء اس کے بعد اپنا سر اوپر اٹھالیا ۔ دوبارہ وہی عمل کیا عرض کیا واصفیاء ۔ تیسری مرتبہ بھی وہی عمل دہرایا ، عرض کیا واخلیلاہ ۔

جب نبی علیہ السلام کا وصال ہو گیا ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلمات کہے :

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ	اے میرے والد گرامی جنہوں نے
یا ابتاہ من جنت الفردوس	اپنے رب کے بلانے کو قبول کیا اے
مأواہ یا ابتاہ من الی	میرے والد گرامی جن کا ٹھکانہ جنت
جبرئیل ننعاہ ۔	الفردوس ہے ۔ اے میرے والد گرامی جن کے وصال پر جبریل بھی روئے ۔

ابونعیم نے حضرت علی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ قبض کی گئی تو ملک الموت روتے ہوئے واپس آسمان کی طرف چلے گئے ۔

اس ذات کی قسم جس نے نبی علیہ السلام کو بطور نبی بنا کر بھیجا ۔ میں نے آسمانوں میں ایک یہ آواز سنی :

وا محمداہ کل المصائب	اے محمد ! دنیا کے تمام مصائب وآلام
تھون عند ھذہ المصیبۃ ۔	آپ کے وصال سے ہونے والی پریشانی سے کم ہیں ۔

ابن ماجہ نے سنن میں نقل کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے مرض الموت میں فرمایا:

ایھا الناس ان احدا من	اے میرے امتیو! میرے نہ ہوتے
المؤمنین اصیب بمصیبۃ	ہوئے اگر تمہیں کوئی مصیبت آئے
فلیتعز بمصیبۃ بی عند	تو میرے وسیلے سے اسے دور کرو۔
المصیبۃ بمصیبۃ لغیرہ	کیونکہ میرے امتی کے لیے میرے وصال
فان احدًا من اُمتی لن	کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت
یصاب بمصیبۃ بعد اشد	نہ ہوگی۔
علیہ من مصیبتی۔	

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بالاتفاق پیر کو ہوا۔ جبکہ تدفین بدھ کے روز ہوئی کیونکہ صحابہ میں آپ کے وصال اور محل دفن کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا تھا۔

ابن عساکر نے ابی ذویب سے روایت کیا ہے کہ ہمیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی اطلاع ملی تو تمام اہلِ قریہ جاگتے رہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو میری آنکھ لگ گئی تو ایک ہاتفِ غیبی نے کہا:

خطب اجل اناخ بالاسلام معین النخیل ومقصد الاطام

(عظیم مصیبت نے اہل اسلام کی پشت توڑ دی کھجوروں اور ٹیلوں کی سرزمین کے درمیان)

قبض النبی محمد فعیوننا تبری الدموع علیہ بالتسجام

(نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ ہماری آنکھیں آپ کے غم میں چشموں کی طرح بہہ رہی ہیں)۔

میں پریشان ہو کر جاگ اٹھا اور آسمان کی طرف دیکھا کہ اسعد ذابع نامی ستارہ آسمان پر نہیں تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ نبی علیہ السلام وصال فرما گئے ہیں۔ میں

فوراً مدینے آیا۔ آکر کیا دیکھتا ہوں کہ اہل مدینہ اس طرح رو رہے تھے جیسے وہ حجاج کو الوداع کر کے روتے تھے۔ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ نبی علیہ السلام وصال فرما گئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت حسان نے آپ کے بارے میں ایک مرثیہ لکھا:

کنت السواد لناظری　　فعمی علیک الناظر

(میری آنکھیں دیکھنے کے لئے تھیں مگر آپ کے وصال کے بعد دیکھنے سے نابینا ہوگئیں)

من شاء بعدک فلیمت　　فعلیک کنت احاذر

(آپ کے بعد جو چاہے فوت ہو۔ غم اور حزن آپ کا ہی تھا)

ابوداود اور امام حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ میں نے سرکار کو غسل دیا لیکن وہ کچھ دیکھنے میں نہیں آیا جو کسی دوسرے میں ہوتا ہے بلکہ خوشبو آرہی تھے۔ جبکہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو آرہی تھی جس کی مثل نہیں۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سرکار کی تجہیز و تکفین سے سوموار کے دن فارغ ہوئے اور آپ کو ایک چارپائی پر رکھ دیا گیا لوگ وہاں پر آکر آپ پر صلاۃ وسلام بھیجتے تھے۔ جب صحابہ زیارت کر چکے تو پھر عورتوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ بھی فارغ ہوگئیں تو اس کے بعد بچوں نے سرکار پر صلاۃ وسلام پڑھا۔ لیکن اس میں امامت کسی نے نہیں کروائی۔

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ملائکہ نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ اس کے بعد اہل بیت نے پھر صحابہ اور صحابیات نے گروہوں کی شکل میں صلاۃ وسلام پڑھا۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن کر دیا گیا۔ تو

اس کے بعد حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں اور اداسی کے عالم میں کہنے لگیں تمہارے دل کس طرح تیار ہوئے کہ تم سرکار پہ مٹی ڈالو۔ آپ نے مٹی لی اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شم تربة احمد ان لایشم مدی الزمان غوالیا

(جو سرکار کی قبر انور کی مٹی ایک دفعہ سونگھ لے وہ پھر ساری عمر کسی خوشبو کو سونگھنے کا محتاج نہیں رہتا)

صبت علی مصائب لوانها صبت علی الایام صرن لیالیا

(مجھ پہ مصیبتوں کے اس قدر پہاڑ ٹوٹ پڑے اگر یہ مصیبتوں کے پہاڑ دنوں پہ ٹوٹتے تو وہ رات کی شکل اختیار کر جاتے)

امام دارمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے:

اسی طرح آقا علیہ السلام وصال فرما گئے۔ اور اس دن سے قبیح دن مجھے کوئی محسوس نہیں ہوا۔

ما رایت یوما کان احسن ولا	میں نے اس دن سے بڑھ کر روشن
اضوا من یوم دخل علینا	اور خوبصورت دن نہیں دیکھا جس دن
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول خدا مدینہ تشریف فرما ہوئے اور اس
وسلم المدینة وما رائیت یوما	دن سے بڑھ کر تاریک اور قبیح دن
کان اقبح والاظلم من یوم	نہیں دیکھا جس دن آپ کا وصال ہو گیا۔
مات فیہ رسول اللہ صلی	
اللہ علیہ وسلم۔	

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی الفاظ یہ ہیں:

جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے

اضاء منها کل شئ — مدینہ کی ہر شے روشن ہو گئی

اور جس روز آپ کا وصال ہوا،

اظلم منها کل شئ۔ — مدینہ کی ہر شے پر تاریکی چھا گئی۔

اے اللہ! یا رب العالمین ہمیں آپ کے معیت عطا فرما۔ ہمیں آپ کی بارگاہ میں ندامت و شرمندگی سے محفوظ رکھنا۔ ہمارا خاتمہ خیر سے فرما۔

الحمد للہ رب العالمین!

راقم

محمد بن علوی بن عباس المالکی المکی الحسنی
خادم السنۃ النبویہ بالبلد الحرام غفر لہ
ولوالدیہ ولمشائخہ وللمسلمین کافۃ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

رضاعی مائیں اور رضاعی بھائی بہنیں

تالیف

مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ پنجاب

تعارفِ ناشر

الحاج لطیف احمد چشتی

سربراہ انجمن تعمیرِ ملّت کا مونکے

غلام شبیر قادری شرقپوری

آپ کی ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء بروز جمعۃ المبارک بمقام کاکڑ اافغاناں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہوئی۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم اپنے دادا شیخ باوا محمد مستقیم چشتیؒ سے حاصل کی۔ باوا صاحبؒ خواجہ فخر جہاں دہلوی کے خلیفہ شاہ نیاز احمد چشتیؒ کے مرید خاص تھے۔ باوا صاحبؒ آپ کے استاذ ہی نہیں بلکہ روحانی شیخ بھی ہیں۔ کیونکہ چشتی صاحب انہیں کے بیعت ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ

جب بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظمؒ نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے لیے تحریک شروع کی تو چشتی صاحب اس وقت جوان تھے، فی الفور مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ بہتر صلاحیت اور خدمات کے پیش نظر آپ کو امرتسر کی ضلعی مسلم لیگ کا جوائنٹ سیکرٹری اور ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں ہی آپ کی ملاقات مولانا عبدالستار خاں نیازی سے ہوئی جو اس وقت بحیثیت طالب علم رہنما تحریک پاکستان میں حصہ لے رہے تھے۔ ان تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کو دو دفعہ جیل جانا پڑا۔ ایک دفعہ امرتسر کی جیل میں پندرہ

دن تک سخت اذیت میں رہے خود بیان کرتے ہیں :

"مجھے تنگ کمرے میں ایک بدمعاش پہلوان کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ کمرہ اتنا تھا کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا دشوار، پانی نہیں کہ غسل کیا جائے۔ لہٰذا میں بیٹھ کر اور چادر لپیٹ کر نماز ادا کرتا۔ میں نے پندرہ دن کے بعد سورج دیکھا۔ یہ میری زندگی کے اذیت ناک اور دشوار ترین دن تھے۔"

دوسری دفعہ آپ کو گورداسپور جیل میں لے جایا گیا وہاں تحریک پاکستان کے یہ کارکن بھی تھے۔ میاں محمود علی قصوری۔ ملک شوکت علی۔ ڈاکٹر ایم ملک، ملک غلام نبی۔

وفد کی سربراہی

جمعیت العلماء پاکستان اس وقت سیاسی سطح پر مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھی۔ ان دنوں اس کے سربراہ مولانا ابوالحسنات قادریؒ تھے۔ مسلمانانِ کشمیر کی خدمت کے لیے جمعیت نے ایک وفد تشکیل دیا جو سازوسامان لے کر آزاد کشمیر گیا۔ اس وفد کے سربراہ الحاج لطیف احمد چشتی تھے۔ آپ نے اس وفد کی آمد و رفت کی روئیداد یوں بیان کی :

"ہمیں مولانا ابوالحسنات قادریؒ اور حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ نے سامان دے کر دسمبر ۱۹۴۸ء کو کشمیر روانہ کیا۔ ہم نے وہ سامان تراڑ خیل کے مقام پر جنرل طارق کے سپرد کیا۔ واپسی پر گوجرانوالہ پہنچے۔ اخبار دیکھا تو پتہ چلا کہ رات کو جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس پہ مجھے سخت افسوس ہوا۔ مذکورہ دونوں راہنماؤں نے اس موقعہ پر جو تحریر دی تھی وہ میرے پاس محفوظ ہے۔"

۱۹۵۶ء میں آپ کو جمعیت العلماء پاکستان پنجاب کا خازن مقرر کیا گیا۔ جب

مسلم لیگ کی اصلاح کے لیے مولانا عبدالستار نیازی، پیر مانکی اور ارباب عبدالغفور نے تحریک شروع کی تو آپ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

بزرگوں کی صحبت

گھر میں مذہبی ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی ذہن بزرگوں کی طرف مائل تھا۔ لہٰذا اس دور کے تمام چیدہ چیدہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے کا موقعہ بھی انہیں میسر آیا۔ بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

مولانا ضیاء الدین مدنی قادری ۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ ۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی ۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی ۔ حضرت محدث کچھوچھوی۔ پیر سید ولایت شاہ ۔ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی ۔ قاری احمد حسن ۔ ابوالبرکات سید احمد قادری، علامہ ابوالحسنات قادری ۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی ۔ مولانا نذیر احمد میرٹھی ۔ مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی ۔ قاری عبدالباسط عبدالصمد مصری ۔ مولانا بدر عالم میرٹھی ۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تحریک ختم نبوت میں شرکت

۱۹۵۳ء میں جب مولانا ابوالحسنات قادری کی زیر قیادت تحریک ختم نبوت شروع کی گئی تو آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ کامونکے شہر میں آپ کا گھر ہی اس تحریک کا مرکز بنا۔ اس کی پاداش میں متعدد دفعہ جیل جانا پڑا۔ آپ کے گھر کا تمام سامان پولیس اٹھا کر لے گئی۔ جھوٹے مقدمات میں ملوث کر دیا گیا۔ ایک سال تک جیل کاٹی مگر اس مرد درویش کے پائے استقلال میں ہرگز لغزش نہ آئی۔

۱۹۶۴ء میں جمعیت العلماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو آپ

نے اس کے ساتھ تعاون کرنا شروع کیا۔ آج تک اسی جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس میں ضلع گوجرانوالہ کے سیکرٹری، پنجاب کے نائب صدر اور صدر کے منصب پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ جمعیت کے مرکزی اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی عاملہ کے رکن ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کے ٹکٹ پر صوبائی انتخاب بھی لڑا۔

انجمن تعمیرِ ملت

ملکی و قومی سطح پر خدمات کے علاوہ کامونکے شہر میں آپ کی سرپرستی میں "انجمن تعمیرِ ملت" قائم ہے، جس کے تحت وہاں آئے دن مختلف خدمتِ خلق کے کام ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ سات مساجد کی تعمیر۔

۲۔ دینی لائبریری کا قیام۔

۳۔ مدرسہ الاسلامیہ کا قیام جس میں تقریباً ڈیڑھ صد کے قریب طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۴۔ خیراتی ہسپتال کا قیام۔

۵۔ سول ہسپتال کے قیام کے لیے زمین کا عطیہ۔

۶۔ ہسپتال برائے مویشیاں کے لیے زمین کا عطیہ۔

۷۔ ہائی سکول کامونکے کے لیے نو عدد کمرہ جات کی تعمیر۔

ان ہی خدمات کی وجہ سے آپ کامونکے کی معروف اور مقبول ترین شخصیت ہیں۔

آپ گیارہ سال تک میونسپل کمیٹی کامونکی کے ممبر رہے۔

دربارِ رسالت میں حاضری

اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ بھی کرم نوازی فرمائی ہے کہ آپ کو بیس دفعہ حج بیت اللہ اور بارگاہ نبوی میں حاضری نصیب ہو چکی ہے۔ تین دفعہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دے چکے ہیں۔ تقریباً دس سے زائد ممالک کا سفر کیا ہے۔ ان میں ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران، عراق، اردن، سعودی عرب، بحرین، شام اور مصر شامل ہیں۔ مصر میں جامعۃ الازہر بھی گئے۔ مدینہ طیبہ میں مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کی صحبتیں متعدد دفعہ میسر آئیں۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ ان میں سے امجد علی چشتی انجمن طلبہ اسلام کے دو سال تک مرکزی صدر رہ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ اسلام اور پاکستان کی مزید خدمت کر سکیں۔

مرکزی دفتر جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور

نمبر .... ۹۱ تاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۶ء

[illegible]

KAP185 ... F 44470 ... [illegible]

[illegible]

چشتی صاحب کے نام مولانا ابوالحسنات قادری اور علامہ احمد سعید کاظمی کے جاری کردہ خط کا عکس

محبوبِ خدا کے خصائص پر مشتمل اردو میں پہلی کتاب

امتیازاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب شام کے عظیم محدث

شیخ خلیل ابراھیم مُلّا خاطر،

استاذ الحدیث مدینہ منورہ

کی تصنیف

"عظیم قدرہ ورفعۃ مکانہ عند ربہ تعالیٰ"

کا اردو ترجمہ ہے جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک سو امتیازات جمع کئے ہیں:

خوبصورت ٹائیٹل

صفحات ۲۲۴

ھدیہ ——— ۴۰ روپے



قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون

نماز

میں

خشوع و خضوع

کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

- امام ابن رجب حنبلی
- حضرت ملا علی قاری
- مفتی محمد خاں قادری

مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ

۲۰۵ ر شادمان لاہور، فون ۲ ۵۸۰۰۰۷

محبتِ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے معطر

علمی و تحقیقی تصانیف

از مفتی محمد خان قادری

نائب امیر عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ شاھکار ربوبیت
۲۔ ایمان والدین مصطفیٰ
۳۔ حضور کا سفر حج
۴۔ امتیازات مصطفیٰ
۵۔ در رسول کی حاضری
۶۔ ذخائر محمدیہ
۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
۸۔ فضائل نعلین حضور
۹۔ شرح سلام رضا
۱۰۔ حبیب خدا سیدہ آمنہ کی گود میں
۱۱۔ نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
۱۲۔ نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا؟
۱۳۔ حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے۔
۱۴۔ اسلام اور تحدید ازواج
۱۵۔ اسلام میں چھٹی کا تصور
۱۶۔ مسلک صدیق اکبر۔ عشق رسول
۱۷۔ شب قدر اور اس کی فضیلت
۱۸۔ صحابہ اور تصور رسول
۱۹۔ مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات جذب و مستی
۲۰۔ اسلام اور احترام والدین
۲۱۔ حضور رمضان المبارک کیسے گذارتے؟
۲۲۔ صحابہ کی وصیتیں
۲۳۔ ورفعنا لک ذکرک کا ھے سایہ تجھ پر
۲۴۔ کیا رسول اللہ نے لوگوں کی اجرت پر بکریاں چرائیں؟
۲۵۔ حضور کی رضائی مائیں۔
۲۶۔ ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
۲۷۔ عورت کی امامت کا مسئلہ
۲۸۔ عورت کی کتابت کا مسئلہ
۲۹۔ منہاج النحو
۳۰۔ منہاج المنطق
۳۱۔ معارف الاحکام
۳۲۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد پنجم
۳۳۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
۳۴۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ھفتم
۳۵۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ھشتم
۳۶۔ صحابہ اور محافل نعت
۳۷۔ صحابہ کے معمولات
۳۸۔ خواب کی شرعی حیثیت
۳۹۔ مزاح نبوی
۴۰۔ تبسم نبوی
۴۱۔ گریہ نبوی
۴۲۔ مجلس نبوی
۴۳۔ فضائل و برکات زمزم
۴۴۔ اللہ اللہ حضور کی باتیں
۴۵۔ جسم نبوی کی خوشبو
۴۶۔ کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ھے؟